تعارف

دنیائے فکشن کے بین الاقوامی شہرت کے مالک مصنف پاؤلو کوئلہو کا یہ ناول ''دی ظاہر'' کے نام سے 2005ء میں شائع ہوا اور شائع ہوتے ہی بہت سے ممالک میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتابوں کی فہرست میں نمبر ایک پر آ گیا۔

کہانی یہ ہے کہ ایک نامور مصنف کو یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کی چہیتی بیوی، جو جنگی محاذ کی نامہ نگار ہے، اچانک گھر سے غائب ہوگئی ہے۔ وہ سخت حیرت اور افسوس میں پڑ جاتا ہے۔ شادی کے دس سال بعد بغیر کچھ کہے سنے وہ اسے چھوڑ گئی ہے یا کسی نے اسے اغوا کیا ہے یا بلیک میل ہوئی ہے یا پھر شادی شدہ زندگی سے محض اکتا کر کہیں فرار ہوگئی ہے۔ یہ چند سوالات اور اس سے مصنف کی بے پناہ محبت دو سال تک اسے زبردست الجھنوں میں گرفتار رکھتی ہے۔

اس صورت حال کی اصل وجہ جاننے کے لئے وہ مسلسل بے چین رہتا ہے۔ محبوبہ کی تلاش اور اپنی زندگی کی سچائی جاننے کے لئے ہمہ وقت پریشان رہتا ہے۔ یہی جستجو اسے جنوبی امریکہ سے لے کر اسپین، فرانس، کروشیا اور وسط ایشیا میں قزاقستان کے لق و دق میدانی علاقہ تک سرگرداں رکھتی ہے اور اسی تگ و دو میں اسے محبت، قسمت اور روحانی قوت کے ادراک تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔

اس دوران لکھے گئے ناول A Time To Rend and A Time to Mend کا ذکر اس ترجمہ میں اختصار کے لئے صرف ....A Time کیا گیا ہے۔

ناول کے انگریزی نام کو برقرار رکھا گیا ہے۔ عربی زبان میں لفظ ''الظاہر'' کے معنی نمایاں، موجود اور مستقل توجہ حاصل کرنے والی شے یا شخص ہوتا ہے جو ایک بار نظر یا رابطے میں آجائے تو وہ دھیرے دھیرے انسانی خیالات و حواس پر اس طرح چھا جاتا ہے کہ کچھ اور یاد نہیں رہتا۔ ایسی حالت کو جذب کی انتہا یا جنون کہا جا سکتا ہے۔

مترجم

فون: 36940289

کراچی

ابتدائیہ

منڈلاتے ہوئے جنگی خطروں کے
اس کا نام ایستھر ہے۔ جنگ کی خبروں کی نامہ نگار ہے۔
شادی شدہ ہے۔ بچے نہیں
پیش نظر وہ عراق سے واپس آئی ہے۔ اس کی عمر تیس سال ہے۔
رنگ میلا ہے
ہیں۔ وہ ایک اجنبی مرد ہے۔ اس کی عمر 23 اور 25 برس کے درمیان ہوگی۔
اور خدو خال منگولیائی ہے۔ دونوں کو آخری مرتبہ ایک مقامی کیفے میں دیکھا گیا تھا۔
پولیس کو یہ بتایا گیا تھا کہ پہلے بھی وہ ملے تھے۔ یہ معلوم نہیں ہے کہ کتنی بار ملے تھے۔ اس
نے اپنی شناخت میخائل نام کے ذریعہ چھپا رکھی تھی۔ ایستھر نے ہمیشہ یہ کہا تھا کہ وہ شخص
بہت اہم ہے۔ اگرچہ اس نے کبھی اس بات کی وضاحت نہیں کی تھی کہ وہ اس کی صحافی
جیسی زندگی کے لئے اہم ہے یا اس کی نسوانیت کے لئے۔
پولیس نے باضابطہ تفتیش شروع کی۔ کئی تھیوریاں سامنے آئیں۔ اغوا، بلیک میلنگ یا اغوا
تادم قتل۔ ان میں سے کوئی بھی امکانات سے باہر نہیں تھی۔ وجہ یہ تھی کہ خبروں کے لئے
معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں اسے دہشت گرد گروہ کے افراد سے بھی رابطہ میں رہنا
پڑتا تھا۔ پولیس والوں کے مطابق اس کے غائب ہونے کے کئی ہفتہ پہلے سے بینک
اکاؤنٹس سے مسلسل رقم نکالی جاتی رہی ہے۔ پولیس کا خیال ہے کہ معلومات کے لئے یہ رقم
ادا کی جاتی رہی ہے۔ وہ اپنے ساتھ بدلنے کے لئے کوئی کپڑے بھی نہیں لے گئی۔ اس کا
پاسپورٹ بھی کہیں نہیں ملا۔
وہ ایک اجنبی ہے۔ نوجوان ہے۔ کوئی پولیس ریکارڈ بھی نہیں ہے۔ اس کی شناخت کا کوئی
اشارہ نہیں ہے۔
اور وہ ایستھر ہے، تیس سال عمر ہے۔ صحافتی میدان میں دو بین الاقوامی انعام حاصل کر چکی
ہے۔
میری بیوی ہے۔

میں ایک آزاد آدمی ہوں

مجھے بلا تاخیر شبہ میں گرفتار کرلیا گیا تھا سبب یہ تھا کہ میں نے یہ بتانے سے انکار کردیا تھا کہ جس دن وہ غائب ہوئی تھی اس دن میں کہاں تھا۔ بہرحال قید خانے کے ایک افسر نے سلاخوں والا دروازہ کھولا اور بتایا کہ میں آزاد ہوں۔

میں آزاد آدمی کیوں ہوں؟ غالباً اس وجہ سے کہ آج کل ہر آدمی دوسرے شخص کے بارے میں ہر بات جانتا ہے۔ آپ پوچھو، معلومات حاضر۔ آپ نے کریڈٹ کارڈ کہاں استعمال کیا، کہاں آپ نے وقت گزارا، آپ کے ساتھ کون سویا، آپ کس کے ساتھ سوئے۔ جہاں تک میرا سوال ہے یہ اور بھی آسان تھا کہ وہ ایک عورت تھی، ایک صحافی، میری بیوی کی دوست، جو طلاق یافتہ تھی اور جسے یہ بتانے میں کوئی تامل بھی نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ سوئی تھی یہی وجہ تھی کہ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ مجھے حراست میں لے لیا گیا ہے تو وہ آگے آئی اور شہادت دی کہ جس رات ایستھر غائب ہوئی، وہ میرے ساتھ تھی۔

سب انسپکٹر نے میرے سامان واپس کرتے ہوئے معذرت کی اور یہ بھی بتایا کہ مجھے قانون کے مطابق حراست میں لیا گیا تھا لہٰذا ریاست کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی نہیں کی جاسکتی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میرا کوئی ایسا ارادہ نہیں ہے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ بلا کسی جرم کے بھی مستقل میری نگرانی کی جاری ہے۔ اس نے بھی مذکورہ افسر جیسے الفاظ دہرائے کہ ''تم آزاد ہو''۔

''ایسا بھی تو ممکن ہوسکتا ہے کہ میری بیوی بھی حراست میں ہو؟''

اس نے ایک بار مجھ سے دہشت گردوں کے زیرِ زمین نٹ ورک کا ذکر کیا تھا اور یہ احساس بھی بتایا تھا کہ کوئی اس کے ''پیچھے لگا ہوا ہے۔''

انسپکٹر بات ٹالتا گیا۔ میں نے اصرار کیا لیکن اس نے کچھ نہیں بتایا۔

''کیا اپنے پاسپورٹ پر سفر کرسکتی ہے؟''

''کیوں نہیں'' اس نے جواب دیا۔ ''اس نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ یہاں سے کہیں جانے پر کوئی روک نہیں ہے۔''

''ہوسکتا ہے اب وہ فرانس میں نہیں ہو۔''

''تمہارا خیال ہے کہ وہ تمہیں اس لئے چھوڑ گئی ہے کہ تم نے دوسری عورت کے ساتھ رات گزاری تھی؟''

''اس سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے۔'' میں نے ٹوکا۔

انسپکٹر ایک لمحہ کے لئے رکا اور پھر سنجیدگی کے ساتھ گویا ہوا۔ ''قانون کے مطابق تمہیں گرفتار کیا گیا تھا۔ بہرکیف تمہاری بیوی کے غائب ہوجانے کا سخت افسوس ہے۔ میں خود بھی شادی شدہ آدمی ہوں، میں تمہاری پریشانی سمجھ سکتا ہوں۔''

وہ اتنا ان پڑھ بھی نہیں تھا جتنا لگتا تھا اس کے بقول وہ مجھے جانتا تھا میری کتابیں پڑھی تھیں۔ جو اسے پسند نہیں تھیں۔

''اب میں کیا کروں؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہا۔ ''جب بھی کوئی بات معلوم ہو، مجھ سے رابطہ کرو۔''

اس طرح کے مناظر میں نے درجنوں فلم میں دیکھے تھے مجھے یقین نہیں ہوا کہ اسے کچھ معلوم نہیں، پولیس والوں کو بہت کچھ معلوم ہوتا ہے۔

اس نے یہ جاننا چاہا کہ کیا میں اس شخص کو جانتا ہوں یا ملا ہوں جو ایستھر سے حال ہی میں ملا تھا۔ میں نے بتایا کہ میں ذاتی طور پر اسے نہیں جانتا البتہ اس کا کوڈ نام معلوم ہے۔

اس کے ایک اور سوال پر میں نے کہا کہ ہم لوگ دس برسوں سے ساتھ ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان چھوٹے موٹے اختلافات ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن طلاق کا ذکر کبھی نہیں آیا۔

''اس کی دوست کے ساتھ تمہارے تعلقات کا شبہ تو اسے نہیں ہوا تھا؟''

''یہ واقعہ تو محض پہلا اور آخری تھا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''یہ کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ اسے اتفاق کہنا چاہئے۔ لنچ کے بعد ہم دونوں یونہی بیٹھے بور ہو رہے تھے کہ اچانک جنسی

خیال آ گیا اور لطف اندوز ہو گئے۔''

''محض بوریت بھی جنسی رابطے کا سبب بن جاتی ہے؟''

میرے جی میں آیا کہ میں کہہ دوں کہ ایسی باتیں تفتیش کا حصہ نہیں ہوتی ہیں لیکن مجھے سردست یا بعد میں اس کی مدد کی ضرورت تھی۔ اس لئے میں نے اطمینان سے جواب دیا کہ کبھی کبھی زندگی میں ایسے لمحات آجاتے ہیں کہ عورت کے اندر ایک جوش سا اٹھتا ہے اور مرد کے جذبات بھی برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جو کچھ ہوتا ہے وہ بھول جاتے ہیں اور زندگی آگے بڑھتی رہتی ہے۔

اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے ہاتھ ملایا اور کہا کہ ہماری دنیا میں اتنی زیادہ بھی آزادی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ فنکاروں کو یہ آزادی حاصل ہو۔

میں نے سوچا کہ مجھے اس کی دنیا کے حالات بھی خوب خوب معلوم ہیں لیکن میں بحث میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر اس نے کہنا شروع کیا کہ آزادی کے موضوع پر ایک اہم قلم کار پولیس افسر سے بحث میں پڑنا نہیں چاہتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم آزاد ہو۔ پھر بھی اب جبکہ تم سے میری ملاقات ہوئی ہے۔ میں تمہاری کتابیں پڑھوں گا۔ پہلے کہا تھا کہ تمہاری کتابیں مجھے پسند نہیں ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے ایک بھی کتاب نہیں پڑھی ہے۔

اس طرح کی باتیں میں پہلے بھی بار بار سن چکا ہوں۔ بہرحال اس واقعہ نے مجھے میرا ایک اور قاری مہیا کر دیا۔ میں ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔

میں آزاد ہوں۔ قید خانے سے باہر ہوں۔ میری بیوی ایک پراسرار ماحول میں گم ہو گئی ہے۔ میرے پاس کام کا کوئی منصوبہ موجود نہیں ہے۔ نئے لوگوں سے ملنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ میں دولت مند ہوں۔ مشہور ہوں، ایستھر نے اگر واقعی مجھے چھوڑ دیا ہے تو کوئی بات نہیں۔ مجھے اس کی جگہ کوئی اور مل جائے گی۔ میں آزاد ہوں۔ خود مختار ہوں۔

مگر آزادی ہے کیا؟

میں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ کسی نہ کسی پابندی میں گزارا ہے۔ لہٰذا مجھے اس کے معنی معلوم ہونے چاہئیں۔ اپنے بچپن ہی سے آزادی جیسی قیمتی شے کے لئے سخت جدوجہد کی ہے۔ میں اپنے والدین سے لڑا ہوں جو مجھے مصنف کی بجائے انجینئر بنانا

چاہتے تھے۔ میں نے اسکول کے دوسرے لڑکوں سے جھگڑا کیا ہے۔۔۔ جو میرا مذاق اڑانا چاہتے تھے۔ میں نے اپنی ناک سے خون بہانے کے ساتھ ساتھ ان کی ناکوں کو بھی خون آلود کیا ہے۔ میں نے اپنی ماں سے اپنے زخموں کو چھپایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ میں آنسو بہائے بغیر ساتھیوں سے مار کھانے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ میں نے اپنی کفالت کے لئے ملازمت حاصل کرنے کی تگ و دو کی ہے۔ لوہے کے سامان کی دکان میں ڈلیوری کا کام کیا ہے تاکہ گھریلو بلیک میلنگ سے اپنے آپ کو بچا کر رکھ سکوں۔ میں نے اس لڑکی کو حاصل کرنے کے لئے بھی بہت سارے جتن کئے جس کو میں چاہتا تھا اور جو مجھے چاہتی تھی لیکن جس کے ماں باپ نے یہ کہہ کر مجھ سے دور کردیا کہ میرا کوئی مستقبل نہیں۔

میں نے صحافت کے معاندانہ ماحول میں اپنی جگہ بنانے کی جنگ کی ہے۔ یہ میری دوسری ملازمت تھی۔ یہاں میرے پہلے باس نے مجھے تین گھنٹے تک لٹکائے رکھا۔ میرا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ میں نے اس کے ہاتھ سے وہ کتاب لے کر پھاڑ دی جو پڑھ رہا تھا۔ اس نے مجھے حیرت سے دیکھا اور یہ محسوس کیا کہ واقعی میرے سامنے ایسا کوئی شخص موجود ہے جو اپنے مخالف کا اطمینان کے ساتھ سامنا کرسکتا ہے اور جو ایک اچھے رپورٹر کی بنیادی خصوصیت ہے۔ میں نے اشتراکی خیالات کی بھرپور حمایت کی پھر جیل گیا۔ باہر آیا تو سرگرم رہا یک محنت کش ہیرو کی طرح۔ پھر میرے کانوں میں بیٹلز (Beatles) کے نغمے گونجے اور ایسا لگا کہ راک موسیقی میں مارکس سے زیادہ لطافت ہے۔ میں نے اپنی پہلی دوسری اور تیسری بیوی کی محبت حاصل کرنے کی کوششیں کیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کو چھوڑنے کے لئے ہمت جتائی اس لئے کہ کوئی بھی ایسی نہیں تھی جسے میری تلاش تھی۔

میں نے اپنے اندر وہ حوصلہ پیدا کرنے کی سعی کی کہ اخبار کی نوکری چھوڑ کر اپنے آپ کو کتاب لکھنے کی مہم کیا حصہ بناؤں۔ جب کہ یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ اپنے ملک میں کوئی بھی تصنیف کے ذریعہ روزی روٹی نہیں کما سکتا ہے۔

جب میں یہ جنگ لڑ رہا تھا ان دونوں میں نے دوسرے لوگوں کی زبان پر آزادی کا لفظ سنا۔ وہ جس قدر اس حق کا دفاع کرتے جارہے تھے اسی قدر اپنے آپ اپنے والدین کی خواہشوں کے محکوم بناتے جارہے تھے۔ اپنی شادیوں، اپنی روزمرہ

عادتوں، اپنی محبتوں اور اپنی ہفت روزہ تفریحوں کے غلام ہوتے جا رہے تھے۔ اپنی عیش و عشرت اور لہو و طرب کی موہوم آرزوؤں کے جنگل میں پھنستے جا رہے تھے۔ اس زندگی کی محکومی اختیار کر رہے تھے جس کی خواہش نہیں کی تھی اس طرح ان کے رات دن یکسانیت کے ساتھ گزر رہے تھے۔ ان کی زندگی میں مہم جوئی نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ جب کبھی کوئی نیا موقع ہاتھ آتا تو اسے بھی یہ کہہ کر ٹال جاتے کہ مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں، میرا موڈ نہیں۔

انہیں اپنی دلچسپی یا موڈ کا پتہ کیسے چلے گا جب تک کہ کوئی کوشش نہ کی گئی ہو۔ خیر چھوڑیئے حقیقت یہ ہے کہ اس طرح لوگ تبدیلی سے گھبراتے ہیں۔ وہ اپنے سابقہ ڈگر پر ہی چلنا پسند کرتے ہیں۔

انسپکٹر کہتا ہے کہ میں آزاد ہوں۔ میں اب بھی آزاد ہوں اور قید خانے میں بھی آزاد تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اپنی آزادی کو دنیا میں سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی وجہ سے میں نے اپنی پسند کے خلاف شراب پی، میں نے وہ سارے کام کئے جو نہیں کرنا چاہئے تھے۔ اور جواب میں نہیں کروں گا۔ اس نے میرے جسم و روح میں بڑے داغ لگائے ہیں۔ بہتوں کے دل دکھائے۔ معافیاں مانگی ہیں۔ مجھے اس کا کوئی افسوس بھی نہیں ہے میں ان داغوں کو اپنے لئے تحفے تصور کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ آزادی بہت بھاری قیمت مانگتی ہے اتنی بھاری جتنی کہ غلامی۔ فرق اتنا ہے کہ آزادی کی قیمت ہنستے مسکراتے ادا کی جاتی ہے۔

میں جب پولیس اسٹیشن سے نکلا باہر دلکش دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ اتوار کا دن تھا۔ میری ذہنی کیفیت مختلف تھی۔ میرا وکیل باہر میرے انتظار میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں پھولوں کے گلدستے اور زبان پر تسکین کے الفاظ تھے۔ اس نے بتایا کہ موقع کے لحاظ سے مختلف ہسپتالوں اور مردہ خانوں سے فون پر رابطہ کیا گیا لیکن ایستھر کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس نے مزید بتایا کہ میری حراست کا کسی اور اخبار نویس کو معلوم نہیں ہونے دیا گیا۔ اس نے خواہش ظاہر کی کہ میں اس کے ساتھ رہوں تاکہ آئندہ کے لئے قانونی حکمت عملی تیار کی جائے۔ اصل میں وہ مجھے تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا اس کا خیال تھا کہ کہیں میں شراب پی کر پھر حراست میں نہ چلا جاؤں۔ کوئی اسکینڈل نہ کھڑا ہو جائے۔ خودکشی نہ کرلوں۔ میں نے بہرحال اس کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ مجھے چند ضروری کام

کرنا ہیں۔ کوئی قانونی پریشانی نہیں ہے اس نے پھر بھی اصرار کیا لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی۔ جو بھی ہو میں ایک آزاد آدمی تھا۔

آزادی۔۔۔ آزادی جو کم بخت تنہائی سے نصیب ہوتی ہے۔

میں نے پھر شہر کے مرکزی علاقے سے ٹیکسی لی اور ہوٹل برسٹل کے قریب اتر گیا۔ جب بھی کبھی باہر سے آتے اس جگہ ایستھر اور میں ہمیشہ ملا کرتے تھے اور گرما گرم چاکلیٹ سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ یہ گویا گھر کی واپسی کی ایک رسم سی ہوگئی تھی۔ اس طرح ہماری محبتوں کی تجدید ہوتی تھی۔ حالانکہ زندگی اکثر ہمیں ایک دوسرے سے جدا کردیتی تھی۔ اس لئے کہ الگ الگ بیرون ملک جانا پڑتا تھا۔

میں آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ کھل رہی تھی۔ بچے دھوپ میں کھیل رہے تھے۔ ٹریفک رواں دواں تھا۔ ہر شے اپنی جگہ ٹھیک ٹھاک تھی۔ مگر کسی کو بھی یہ معلوم نہیں تھا کہ میری بیوی گم ہوگئی ہے۔ میرے دکھ کا کسی کو احساس بھی نہیں تھا۔ سبھوں کو میرے غم میں شریک ہونا چاہیے تھا۔ مجھ سے ہمدردی کرنی چاہیے تھی۔ میری محبت کھوگئی تھی۔ لیکن وہ سب ہنس رہے تھے اپنی دکھ بھری معمول کی زندگی سے ماورا ہفتہ وار چھٹیوں کے مزے لوٹ رہے تھے۔

کس قدر مضحکہ خیز خیال!

میں نے ایک دکان سے سگریٹ خریدے دوکاندار نے انگریزی میں بات کی میں ٹافی خریدنے ایک کیمسٹ شاپ میں گیا۔ وہاں بھی انگریزی الفاظ سنے۔ حالا میں فرانسیسی بول رہا تھا۔ راستے میں دو لڑکوں نے روکا۔ وہ مضافات سے آئے تھے انہیں کوئی مخصوص دکان چاہیے تھی۔ کئی لوگوں سے پوچھا لیکن کوئی بھی مدد نہیں کرسکا۔ اس لئے کہ ان کی بولی سمجھ میں نہیں آئی۔ آخر یہ کیا ہوگیا۔ میرے 24 گھنٹے حراست میں رہنے نے اس علاقے کی زبان ہی بدل دی؟

وقت اور دولت دنیا بدل کر رکھ دیتی ہے۔ لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ میں پہلے یہ تبدیلی محسوس ہی نہیں کی۔ ہاں، اس جگہ پر میری اور ایستھر کی ملاقات کو ایک عرصہ بیت چکا ہے۔ اس دوران میں متعدد بار ہم لوگ بیرون ملک سے واپس آکر ضرور رہے ہیں لیکن ہمیشہ کسی نہ کسی ضروری کام کی وجہ سے بچھڑتے گئے ہیں بڑے اہم انٹرویو کے لئے جانا ہے۔ میں ایئرپورٹ نہیں آسکوں گا تم ٹیکسی کے ذ

ہوٹل آ جانا۔ رات کو ملاقات ہوگی ۔کوئی ضرورت ہوتو موبائل پر رابطہ کرنا۔

میں نے اپنی جیب سے موبائل نکالا ۔ اسے آن کردیا ۔ گھنٹیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا کال دیکھتا اور بند کرتا تھا۔ میں کسی اجنبی کال کا انتظار کررہا تھا۔ میرا نمبر کوئی بیس دوستوں کو معلوم تھا۔ جو کال آرہے تھے وہ غالباً میرے حالات معلوم کرنا چاہتے ہوں گے ۔ میری مدد کرنا چاہتے ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا میں کسے سے مدد نہیں لوں گا۔ میں اس وقت تنہا رہنا چاہتا تھا جب تک میری سمجھ میں یہ بات نہ آجائے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

میں ہوٹل برسٹل پہنچا۔ ایستھر ہمیشہ یہ کہتی تھی کہ ۔ پیرس کے اس ہوٹل میں کسٹمر کے ساتھ مہمان جیسا سلوک کیا جاتا ہے ۔ میرا پرتپاک استقبال کیا گیا۔ میں ایک میز کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور پیانو سننے اور باہر باغ کی جانب دیکھنے لگا۔

مجھے ایک عملی آدمی کی طرح آپشن پر غور کرنا چاہئے۔ زندگی کی گاڑی بہرحال چلتی ہی رہتی ہے۔ میں کوئی ایسا پہلا آدمی نہیں ہوں جس کی بیوی نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ لیکن ایسے موقع پر جب کہ بہار آنے والی ہے لوگ ہنس بول رہے ہیں بچے گا رہے ہیں۔ دھوپ چمک رہی ہے اور گاڑیاں کراسنگ نشان پر رک رہی ہیں ایستھر کا جانا۔

میں نے نیپکن اٹھایا اور سوچا کہ ان خیالات کو اپنے دماغ سے نکال کر کاغذ پر لکھنا چاہئے۔ جذبات کو الگ کر کے دیکھنا چاہئے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

امکان یہ ہے کہ واقعی اسے اغوا کرلیا گیا ہے اور اس کی زندگی خطرے میں ہے مجھے اس کے شوہر اور مستقل ساتھی کی حیثیت سے اس کی تلاش میں آسمان زمین ایک کردینا چاہئے۔

اس امکان کا ردعمل ۔۔۔ اس کا پاسپورٹ اس کے پاس ہے۔ پولیس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کے پاس چند ذاتی اشیاء بھی ہیں ۔ ایک ایسا تھیلا بھی ہے جس میں ان ہمنواؤں کی تصویریں ہیں جو وہ ہمیشہ بیرون ملک سفر میں اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اس نے بینک سے پیسے بھی نکالے ہیں۔

نتیجہ ۔۔۔ صاف ہے کہ وہ جانے کی تیاری کررہی تھی۔

ایک امکان یہ ہے کہ اس نے کسی کے وعدے کا یقین کرلیا۔ اور اس کے جال میں پھنس گئی۔

ضروری ردعمل۔۔۔ اس سے پہلے بھی وہ خود کو خطرے کی حالت میں ڈال چکی ہے۔ یہ اس کے پیشے کا ایک حصہ ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ مجھے آگاہ کردیتی تھی۔ اس لئے کہ وہ صرف مجھ پر ہی بھروسہ کرسکی تھی۔ مجھے بتاتی تھی کہ وہ کہاں جارہی ہے۔ کس سے ملنا ہے۔ اور اگر وہ ایک مخصوص وقت تک واپس نہ آئے تو مجھے کیا کرنا چاہئے۔

نتیجہ۔۔۔ اس نے اپنے کسی مخبر سے ملنے کا پلان نہیں کیا۔

ایک یہ بھی امکان ہوسکتا ہے کہ اس کی ملاقات کسی اور آدمی سے ہوگئی ہو۔

جوابی ردعمل۔۔۔ کوئی ردعمل نہیں۔ جتنے مفروضے ہیں ان میں یہی ایک مفروضہ کچھ حقیقی لگتا ہے۔ لیکن یہ مجھے قبول نہیں۔ میں اسے نہیں مان سکتا کہ کوئی معقول وجہ بتائے بغیر وہ مجھے چھوڑ سکتی ہے۔ ہم دونوں نے ہمیشہ زندگی کے سارے جھمیلوں کا مقابلہ مل کر کیا ہے۔ ہم جس حال میں بھی رہے ہم نے ایک دوسرے سے جھوٹ نہیں بولا۔ شادی شدہ زندگی سے الگ جنسی تعلق کا ذکر کرنا ہمارے ہاں ایک عام رواج سمجھا جاتا ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ جب سے وہ میخائل سے ملی ہے وہ کافی بدل گئی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ دس برسوں کی شادی شدہ زندگی کا خاتمہ کردے۔

اگر وہ اس کے ساتھ سوئی ہو اور اس سے محبت بھی کرنے لگی ہو پھر بھی کیا اس نے اس حقیقت کا جائزہ نہیں لیا ہوگا۔ کہ ہم نے ایک عرصہ ایک دوسرے کے ساتھ گزارا اور کامیابیوں کے ساتھ آگے بڑھتے گئے؟ وہ جب بھی جہاں جانا چاہتی تھی جاسکتی تھی، اسے پوری آزادی تھی، وہ مختلف آدمیوں اور فوجیوں میں گھری رہتی۔ میں نے کبھی کوئی سوال نہیں کیا اور نہ ہی کبھی اس نے کچھ بتایا ہم دونوں آزاد تھے اور ہم دونوں کو اس بات پر فخر تھا۔

ایستھر غائب ہوگئی اور ایسا اشارہ چھوڑ گئی جسے صرف میں سمجھ سکتا۔ یہ گویا ایک خفیہ پیغام تھا۔ میں چھوڑے جارہی ہوں۔

کیوں؟

کیا یہ سوال جواب کے لائق ہے؟

نہیں۔ اس لئے کہ اس کے جواب میں میری اپنی نااہلی چھپی ہے۔ میں اپنی محبت کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکا۔ کیا اسے تلاش کرنا اور واپسی پر مائل کرنا مناسب ہوگا؟ ہماری رفاقت کو ایک اور موقع دینے کی درخواست کرنا ٹھیک ہوگا؟

یہ بات مضحکہ خیز لگتی ہے۔ اس سے بہتر تو یہی ہے کہ میں ماضی کی طرح اس بار بھی تکلیف برداشت کرلوں۔ پہلے بھی دوسرے لوگوں نے جنہیں چاہتا تھا مجھے چھوڑ دیا تھا۔ بہتر ہوگا اس بار بھی ماضی کی طرح اپنے دکھ کا خود ہی مداوا کروں۔ کچھ دیر کے لئے تو میں بری طرح اس کے خیالوں میں کھو جاؤں گا۔ میں تلخ ہو جاؤں گا۔ دوستوں کو بور کردوں گا۔ جو کچھ ہوا اسے درست ہی ثابت کروں گا۔ دن رات اس کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات کو یاد کروں گا۔ راستے چلتی ہوئی ہر عورت پر نظر ڈالوں گا کہ وہ ایستھر نہ ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس طرح دن رات، ہفتہ، مہینہ اور سال گزر جائیں اور میں پریشان رہوں۔ یہاں تک کہ جب ایک صبح میری آنکھ کھلے تو مجھے محسوس ہو کہ میں کوئی اور بات سوچ رہا ہوں۔ غم کا دور ختم ہو چکا ہے۔ دل کے زخم باقی ہیں لیکن جلد ہی مندمل ہو جائیں گے۔ اور دل ایک بار پھر اس قابل ہوگا کہ زندگی کے حسن کو محسوس کرے گا اس سے پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے اور اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ جب آپ سے کوئی جدا ہوتا ہے تو کوئی اور ملتا بھی ہے۔ مجھے کوئی اور پیار مل جائے گا۔

چند لمحوں کے لئے میں اپنے نئے خیالات کے مزے لیتا رہا۔ مطلب یہ کہ اب میں اکیلا اور کروڑ پتی تھا۔ میں دن دھاڑے کسی کے ساتھ بھی گھوم سکتا ہوں۔ پارٹیوں میں بھی وہ کچھ کرسکتا ہوں جو برسوں سے نہیں کیا ہے۔ یہ خبر تیزی سے پھیل جائے گی اور ہر طرح کی عورتیں، جوان اڈھیر، امیر اور کم امیر، ذہین اور تربیت یافتہ ہاں میں ہاں ملانے والی، میرے دروازے پر دستک دینے آجائیں گی۔

میں اپنے آپ کو یہ یقین دلانا چاہتا تھا کہ آزادی ایک نعمت ہے۔ میں پھر آزاد ہوں۔ میں ایک ایسی سچی محبت تلاش کرنے لگا جو میری منتظر ہے جو مجھے اس ذلت آمیز تجربے سے نہیں گزارے گی۔

میں نے گرما گرما چاکلیٹ کھالینے کے بعد گھڑی کی طرف دیکھا۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گذرا تھا۔ ابھی میرے احساسات نہیں بدلے تھے۔ چند لمحوں کے بعد میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ابھی ابھی ایستھر دروازے سے نمودار ہونے والی ہے۔ خوبصورت، ایرانی قالین پر چل کر آئی ہے اور میرے پاس چپ چاپ بیٹھی ہے۔ سگریٹ پینے لگی ہے اور باہر باغ کی جانب دیکھتے ہوئے میرا ہاتھ تھام لیا ہے۔ نصف گھنٹہ گزر گیا اور اسی نصف گھنٹہ تک میں نے سوچی ہوئی کہانی پر یقین کرتا رہا۔ اور پھر

مجھے احساس ہوا کہ یہ تو ایک خیالی تصویر تھی۔

میں نے گھر نہ جانے کا فیصلہ کیا۔ استقبالیہ کی طرف گیا اور کمرہ مانگا۔ ہوٹل میں کمرہ خالی نہیں تھا۔ لیکن مینجر نے میرے لئے بندوبست کردیا۔ ایک عمدہ سوئٹ مل گیا۔ جہاں سے ایفل ٹاور اور دوسرے نظارے بھلے لگ رہے تھے۔ ہر چیز خوبصورت تھی لیکن میرا دل برا تھا۔

ٹیلی وژن نہیں کھولا۔ کھانا بھی نہیں کھایا۔ ٹیرس میں بیٹھ گیا اور زندگی کے پچھلے حصے میں گھر گیا۔ ایک نوجوان جس نے ایک مشہور مصنف بننے کا خواب دیکھا تھا اسے اچانک معلوم ہوا کہ حقیقت بالکل ہی مختلف ہے۔ وہ ایسی زبان میں لکھتا ہے جسے تقریباً کوئی بھی نہیں پڑھتا ہے۔ ایک ایسے ملک میں لکھتا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے وہاں پڑھنے والی پبلک نہیں ہے۔ اس کے کنبے کا دباؤ ہے کہ یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کرو اور آدمی بنو۔ لیکن وہ بغاوت کرتا ہے۔ ہپی بنکر دنیا کے مختلف علاقوں کا سفر کرتا ہے۔ ایک گانے والے سے ملتا ہے، اس کے لئے چند گیت لکھتا ہے اور پھر اچانک اس کی آمدنی اس کی بہن سے بھی زیادہ ہوجاتی ہے جو اپنے والدین کا کہا مان کر کیمیکل انجینئر بن گئی ہے۔

میں نے مزید گانے لکھے۔ سنگر مشہور ہوتا گیا۔ میں نے چند اپارٹمنٹ خرید لئے سنگر سے علیحدگی ہوگئی۔ میرے پاس اتنا سرمایہ تھا کہ کئی سال گزار سکتا تھا۔ میں نے پہلی مرتبہ ایک عمر رسیدہ عورت سے شادی کی۔ اس سے بہت کچھ سیکھا۔ محبت کرنا، گاڑی چلانا، انگریزی بولنا اور دیر تک سونا۔ پھر علیحدگی ہوگئی۔ اس کا خیال تھا کہ میں جذباتی طور پر بالغ نہیں ہوں۔ میں کسی بھی ابھری ہوئی چھاتیوں والی لڑکی کو دیکھ کر پھسل سکتا ہوں میں نے پھر دوسری اور تیسری بار شادی کی۔ خیال تھا کہ جذباتی ٹھہراؤ مل جائے گا لیکن معلوم ہوا کہ میں ٹھہراؤ بوریت کے گہرے احساس سے الگ نہیں ہوسکتا۔

دو اور طلاق۔ پھر آزادی۔ یہ محض ایک احساس ہے۔ آزادی کمٹ منٹ کے فقدان کا نام نہیں ہے۔ یہ اسی صلاحیت کا نام جس کے ذریعہ میں اس کمٹ منٹ کا انتخاب کرتا ہوں جو میرے حق میں بہترین ہے۔

میں نے محبت کی تلاش جاری رکھی۔ گیت لکھتا رہا۔ لوگ پوچھتے میں کیا کرتا ہوں۔ جواب دیتا میں رائٹر ہوں۔ لوگ کہتے ہم تو صرف آپ کے گیتوں سے واقف ہیں

۔میں کہتا یہ میرے کام کا ایک حصہ ہے۔ معذرت کرتے اور کہتے ہم نے آپ کی کوئی کتاب نہیں پڑھی ۔ میں جھوٹ کہتا کہ ایک خاص پراجکٹ پر کام کر رہا ہوں۔ سچائی تو یہ تھی کہ میرے پاس دولت تھی۔ اچھے رابطے تھے لیکن اتنا حوصلہ نہ تھا کہ کوئی کتاب لکھ سکوں۔ میرے خواب کو شرمندہ تعبیر ہونا تھا۔ مگر ڈر تھا کہ کہیں میری کوشش ناکام نہ ہوجائے پھر میری بقیہ زندگی کا کیا ہوگا۔ ناکامی کا سامنا کرنے کی بجائے بہتر ہے کہ خواب کے ساتھ زندہ رہوں۔

ایک دن یوں ہوا کہ ایک جرنلسٹ میرا انٹرویو لینے آئی اس کا کہنا تھا کہ پورے ملک میں میرا تعارف کرائے گی۔ میں گم نام سا تھا لوگ میڈیا کے ذریعہ سنگر ہی کو جانتے تھے۔ وہ خوبصورت ، ذہین اور خاموش طبع تھی۔ ہماری ملاقات پھر ایک پارٹی میں ہوئی جہاں کام کا کوئی دباؤ نہ تھا۔ اس رات میں نے اسے ہم بستری پر رضامند کرلیا۔ مجھے محبت سی ہوگئی۔ لیکن اسے کوئی پرواہ نہ تھی جب بھی فون کرتا وہ مصروف ہوتی۔ وہ جتنا ٹالتی رہی اتنا ہی میری دلچسپی بڑھتی گئی۔ آخر کار میں نے اسے ایک ہفت روزہ چھٹی اپنے فارم پر گزارنے کے لئے آمادہ کرہی لیا۔

ہم نے وہاں تین دن گزارے۔ سمندر کی لہروں سے محظوظ ہوتے رہے۔ میں نے اس کے لئے کھانا پکایا۔ اس نے اپنے کام سے متعلق کہانیاں سنائیں۔ اور ہم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے ۔ ہم شہر آ گئے ۔ وہ میرے اپارٹمنٹ میں رہنے لگی۔ ایک دن صبح جلد ہی چلی گئی اور اپنا ٹائپ رائٹر لے آئی اور پھر بغیر کچھ کہے سنے ہم دونوں ساتھ رہنے لگے۔

دو سال گزر گئے۔ پھر حسب سابق بدمزگی ہونے لگی۔ عورتیں استحکام اور وفاداری کی خواہشمند ہوتی ہیں جبکہ میں نت نئے حالات کا دلدادہ۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ایستھر اپنا ٹائپ رائٹر اور دوسرے سامان لے کر اپنے اپارٹمنٹ میں چلی جائے ۔

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں؟ اس نے سوال کیا۔

معلوم نہیں۔ اگر تم پوچھو کہ مجھے تمہاری رفاقت پسند ہے یا نہیں، تو میرا جواب ہاں میں ہوگا۔ لیکن اس کے برعکس اگر یہ جاننا چاہو گی کہ میں تمہارے بغیر رہ سکتا ہوں یا نہیں، تو بھی جواب اثبات میں ہوگا۔

"مجھے خوشی ہے کہ میں مرد پیدا نہیں ہوئی۔ میں اپنے عورت ہونے پر مطمئن

ہوں۔تم سارے مرد یہ چاہتے ہو کہ ہم عورتیں اچھا کھانا پکائیں اور مرد گھر چلائیں۔
محبت کے مزے لوٹیں، بچوں کا خیال رکھیں، پیسے کمائیں اور کامیاب رہیں۔''
''نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ میں اپنے آپ میں خوش ہوں۔تمہارا ساتھ اچھا لگتا ہے مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ زیادہ دن نہیں چلے گا۔''
''تمہیں میرا ساتھ اچھا لگتا ہے لیکن تمہیں اپنا آپ اچھا نہیں لگتا ہے۔تم ہمیشہ کوئی نئی مہم تلاش کرتے ہوتا کہ ضروری کاموں کو فراموش کرسکو۔''
''نہیں میں ضروری کاموں سے بھاگ نہیں رہا ہوں۔ مثال کے طور پر کسی ضروری کام کا ذکر کرسکتی ہو؟''
''مثلاً، کتاب لکھنی۔''
''میں کسی وقت بھی یہ کام کرسکتا ہوں۔''
''تو پھر لکھو، لکھنا شروع کرو۔ ہم اپنی اپنی راہیں الگ کرلیں گے۔''
مجھے اس کی یہ باتیں پر معنی لگیں۔ میں جب چاہوں کتاب لکھ سکتا ہوں۔ میں ناشروں، اخبار نویسوں اور اس کام کے دیگر افراد سے واقف ہوں، ایستھر محض ایک عورت ہے جسے یہ خوف ہے کہ میں الگ نہ ہو جاؤں۔ بہرحال میں نے بتادیا کہ یہ اس کا فیصلہ ہے یہ اس کے سوچنے کی بات نہیں ہے کہ مجھے کس چیز سے خوشی حاصل ہوگی۔ یہ سارا کرشمہ محبت کا ہے۔
''محبت کیا ہے؟'' اس نے سوال کیا۔
میں نے وضاحت میں نصف گھنٹہ صرف کردیا اور بعد میں محسوس ہوا کہ کوئی اچھی سی تعریف نہیں کرسکا۔
اس نے کہا۔''چونکہ محبت کی تعریف کرنے میں ناکام رہے ہو اس لئے کوشش کرو اور اس موضوع پر کتاب لکھ ڈالو۔''
''ان دونوں باتوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔''میں آج ہی یہاں سے جارہا ہوں۔تم جب تک رہنا چاہو، رہ سکتی ہو۔''
میں نے اپنا بیگ تیار کیا اور وہ کتاب پڑھنے میں مصروف رہی۔
''آج دیر ہوگئی ہے۔ میں کل چلا جاؤں گا۔''
''نہیں، تمہیں فوراً چلا جانا چاہئے ورنہ کل تمہارے فیصلہ میں یہ عزم

رہیگی۔''

''مجھ سے جلد از جلد چھٹکارا پانا چاہتی ہو۔''

''وہ ہنس پڑی اور بولی۔ ''تعلق تو تم ختم کرنا چاہتے ہو۔''

ہم لوگ سونے چلے گئے۔

واقعی دوسرے دن فیصلہ میں وہ شدت نہیں رہی۔ میں نے فیصلے پر نظر ثانی کے لئے سوچا۔ ایستھر نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ صورت حال وقتاً فوقتاً درپیش ہوتی رہے گی۔ جب تک میں اپنی زندگی کے بارے میں اپنی سوچ کے دھارے کو ٹھیک نہ کرلوں۔ ایک دن خود ایستھر مجبور ہو جائے گی کہ علیحدہ ہو جائے۔

وہ اخبار کے دفتر میں اپنے کام پہ چلی گئی۔ میں نے ریکارڈنگ کمپنی سے ایک دن کی چھٹی لے لی۔ ٹائپ رائٹر کے سامنے بیٹھا پھر اٹھ گیا۔ اخبار پڑھنے لگا۔ چند خطوط کے جواب لکھے۔ ضروری اشیاء کی فہرست بنائی۔ موسیقی سنی، محلے کا چکر لگایا۔ بیکری کی دکان پر گپ شپ لگائی۔ واپس آ گیا۔ اچانک محسوس ہوا کہ سارا دن گزر گیا۔ ایک فقرہ بھی نہ لکھ سکا۔ مجھے ایستھر سے نفرت ہے وہ اس کام کے لئے دباؤ ڈالتی ہے جو کرنا نہیں چاہتا۔

جب وہ واپس آئی اس نے مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ میں نے خود ہی بتایا کہ میں کچھ نہیں لکھ سکا۔ دوسرے دن میں پھر کام کے لئے بیٹھا۔ کتابیں پڑھیں، ٹی وی دیکھا، موسیقی سنی، ٹائپنگ کرنے مشین کے سامنے بیٹھا۔ پہلے فقرے سے آگے نہیں لکھ پایا۔ اور اس طرح دو دن بیت گئے۔

میں نے ناکامی کے لئے متعدد تاویلیں ڈھونڈ لیں۔ ملک میں کتابیں کوئی نہیں پڑھتا ہے۔ میرے ذہن میں کوئی پلاٹ نہیں آیا۔ پھر بڑا زبردست پلاٹ آیا ہے لیکن کہانی بڑھانے کے لئے مناسب سمت نہیں مل رہی ہے۔ میں کوئی مضمون یا گیت لکھنے میں مصروف رہا۔ اسی طرح دو اور مہینے گزر گئے۔ ایک دن ایستھر ہوائی جہاز کا ٹکٹ لے آئی۔

''بہت ہو گیا، اب تو بہانہ بازی رہنے دو۔'' وہ بولی۔ ''اور جاؤ، تھوڑے عرصے کے لئے سیر کر آؤ۔''

میں نے سوچا، جس اخبار کے لئے میں نے مضامین لکھے، وہاں کا ایک ایڈیٹر بن

سکتا ہوں، جس ریکارڈنگ کمپنی میں میرے گیت ریکارڈ ہوتے ہیں وہاں پریسیڈنٹ ہوسکتا ہوں جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ بعد میں بھی جب چاہوں کرسکتا ہوں۔ لیکن میرا خواب انتظار نہیں کرسکتا ہے۔ یا تو میں اس کی تکمیل کے لئے آگے بڑھوں یا فراموش کردوں۔ میں نے دریافت کیا۔ ''ٹکٹ کہاں کے لئے ہے؟''

''اسپین کے لئے۔''

میں حیرت میں پڑ گیا۔ ٹکٹ میں تو کافی پیسے لگتے ہیں، مزید یہ کہ میں ابھی دور جانا نہیں چاہتا۔ مجھے اپنا کیریئر بنانا ہے۔ بہت نقصان ہوگا۔ مسئلہ تو میں نہیں ہوں میری شادی ہے۔ میں اگر واقعی کتاب لکھنا چاہوں تو مجھے کوئی نہیں روک سکتا ہے۔''

''اگر تم چاہو تو لکھ سکتے ہو۔'' اس نے جواب دیا۔ ''مگر تم چاہتے نہیں ہو۔ تمہارا مسئلہ میں نہیں۔ تم خود ہو۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ کچھ دن تم تنہائی میں گزار دو۔''

اس نے مجھے نقشہ دکھایا۔ میڈرد تک جانا ہے۔ یہاں سے بس کے ذریعہ فرانس کی سرحد سے لگے پیرینیز (Pyrenese) پہاڑیوں کے سلسلہ تک جانا ہے۔ جہاں سے زمانہ وسطیٰ کے مذہبی سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ اور جو سنتیاگو (Santiago) میں ختم ہوتا ہے۔ وہ یاترا والی سڑک کے دوسرے سرے پر مجھے ملے گی۔ اور اس وقت میں جو بھی کہوں گا وہ مان لے گی۔ میں اب اسے نہیں چاہتا، ابھی میں زندگی کے اس موڑ پر نہیں پہنچا ہوں کہ کوئی ادب تخلیق کرسکوں، ابھی میں رائٹر بننے کا سوچ بھی نہیں سکتا ہوں۔ یہ محض ایک کم سن لڑکے کے خواب سے زیادہ کچھ نہیں۔

یہ پاگل پن تھا۔ وہ عورت جس کے ساتھ میں نے دو سال کا طویل عرصہ گزارا ہے وہ مجھے مجبور کرے کہ میں اپنا کام چھوڑ کر اتنا لمبا یاترا کروں۔ پاگل پن ہی تو ہے۔ میں نے کئی راتیں شرابوں میں گزار دیں۔ وہ بھی پسند نہ کرنے کے باوجود میرا ساتھ دیتی گئی۔ میرا رویہ جارحانہ ہوگیا۔

''تم میری آزادی سے جلتی ہو۔ تمہیں میرے علیحدہ ہونے کی تجویز نے تمہارے اندر پاگل کردینے والا خیال پیدا کیا۔''

اس نے جواب دیا۔ ''نہیں یہ بات نہیں۔ تمہاری یہ کیفیت اسکول کے وقت ہی سے ہے جب تم رائٹر ہونے کا خواب دیکھتے تھے۔ اب ٹال مٹول سے کام نہ لو۔ اب بھی حوصلے سے کام نہیں لو گے تو باقی تمام زندگی شادیاں کرتے اور طلاق دیتے اور ماضی

کے دلچسپ قصے سناتے گزر جائے گی۔

ظاہر ہے کہ اس کی باتیں صحیح نہیں لگ رہی تھیں۔ لیکن ان میں سچائی تھی ان سچائیوں کا احساس جتنا بڑھ رہا تھا اتنا ہی زیادہ میں غصہ کر رہا تھا اور وہ برداشت کرتی جارہی تھی۔ آخر میں اس نے یاد دلایا کہ روانگی کی تاریخ قریب ہے۔

تاریخ روانگی سے کچھ ہی پہلے ایک رات اس نے میرے ساتھ سونے سے انکار کردیا۔ میں نے حشیش اور ساتھ شراب کی دو بوتلیں بھی پی ڈالیں۔ نشے میں کمرے کو گندا کردیا۔ جب ذرا ہوش آیا تو میں نے محسوس کیا کہ میں کس قدر گرتا جارہا ہوں میں جو اپنے حوصلے پر ناز کرتا تھا اب کس قدر بزدل اور نیچ ہوگیا ہوں۔ صبح کے وقت میں نے بوسہ دے کر اسے جگایا اور کہا تمہاری تجویز پر عمل کروں گا۔

میں روانہ ہوا اور 38 دنوں میں سنتیاگو (Santiago) پہنچا۔ میں نے محسوس کیا کہ میرا اصلی سفر اب شروع ہوا ہے۔ میں نے میڈرڈ ہی میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح میں ایستھر کی جسمانی لذت سے دور رہوں گا۔ شادی برقرار رہے گی۔ فون پر باتیں بھی ہوں گی۔ ساری آزادیوں کے باوجود جب بھی دل چاہے گا اس کی بانہوں میں سما جاؤں گا۔

میں نے ایک سائنسدان، ایک ارجنٹائنی زیور بنانے والی اور ایک گانے والی سے محبتیں کیں۔ میرے گانوں کی رائلٹی آتی رہی اور میں عیش کے ساتھ فارغ البالی کے دن گزارتا رہا۔ میرے پاس بڑی فرصتیں تھیں۔ جو چاہتا وہ کرسکتا تھا۔ یہاں تک کہ کتاب بھی لکھ سکتا تھا۔

کتاب لکھنے کے معاملے کو ہمیشہ ٹالا جاسکتا ہے۔ سردست تو شہر کے میئر نے میڈرڈ میں راتوں کو لمبی لمبی پارٹیوں کا اہتمام کر رکھا ہے۔ عیاشیوں کے ان مناظر سے لطف اندوز ہونے کو بہرحال ٹالا نہیں جاسکتا ہے۔ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہے۔ دن چھوٹے اور راتیں بڑی ہیں۔

ایک دن ایستھر کا فون آیا کہ وہ ملنے آرہی ہے۔ اب ہمیں اپنے معاملات کو ہمیشہ کے لئے سلجھا لینے چاہئیں۔ وہ آئندہ ہفتہ آرہی تھی۔ اس طرح مجھے موقع مل گیا۔ میں نے اس گانے والی عورت کو اپنے اپارٹمنٹ سے چلتا کردیا۔ اور وہ تمام آثار مٹادیے جن سے یہاں کسی عورت کے ہونے کا شبہ ہوسکتا تھا۔

ایستھر طیارے سے اتری تو مجھے اس کے بالوں کا کٹ اچھا نہیں لگا۔ بہرحال ہم دونوں نے اسپین کے دیہی علاقوں کی سیر کی اور چھوٹے قصبوں میں گئے۔ بل فائٹ اور دوسرے تماشے دیکھے۔ میں خود کو اچھا شوہر دکھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ تا کہ اسے محسوس ہو کہ میں اب بھی اس سے محبت کرتا ہوں۔ شاید میں اسے یہ احساس اس لئے دلانا چاہتا تھا کہ میڈرڈ میں عیاشیوں کی وہ راتیں ختم نہ ہو جائیں۔

میں نے اس کے بالوں کے کٹ کو ناپسند کیا۔ اس نے پسندیدہ کٹ کرالیا۔ اس کی چھٹی کے دس دن رہ گئے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ خوش خوش یہاں سے چلی جائے۔ مجھے میڈرڈ کی راتیں یاد آ رہی تھیں۔

اتوار کے دن ہم ایک بار میں گئے جہاں ساری رات کھانے پینے کا بندوبست ہوتا تھا۔ اس نے پھر وہی ممنوعہ موضوع کتاب چھیڑ دیا۔ میں نے بتایا کہ لکھ رہا ہوں۔ میں نے شراب کی پوری بوتل پی لی۔ واپسی پر دروازوں کو ٹھوکر مارتے ،لوگوں کو گالیاں دیتے ہوئے چلتا رہا۔ آخر اس نے یہ لمبا سفر محض ایک ہی مقصد کے لئے کیا تھا کہ میری خوشیوں کا ستیاناس کر دے اور میری زندگی کو جہنم بنا دے۔ وہ خاموش تھی۔ ہمیں محسوس ہو رہا تھا کہ ہماری رفاقت اپنی حد کو پہنچ چکی ہے۔ میں نے ساری رات بے خوابی میں گزاری۔ صبح کو بلڈنگ کے منیجر پر برس پڑا کہ فون کیوں بند پڑا ہے۔ کمرے صاف کرنے والی نوکرانی کو نکال دیا کہ کئی دنوں سے اس نے بستر کی چادر نہیں بدلی تھی۔ خمار اتارنے کے لئے کافی دیر تک شاور لیتا رہا اور پھر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ واقعی میری کوشش جاری ہے۔ میں ٹائپ رائٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔

اچانک ایک معجزہ سا در پیش ہوا۔ میرے سامنے ایک عورت تھی جو تھوڑی دیر پہلے کافی بنا چکی تھی اور اب اخبار پڑھ رہی تھی۔ جس کی آنکھوں میں تھکن اور بے چینی کے آثار نمایاں تھے۔ جو حسب معمول خاموش تھی جس کی محبت کھلے اشاروں کی محتاج نہیں تھی۔ جس نے میری نفی کو اثبات میں بدل دیا تھا۔ مجھے اس چیز کے لئے جدوجہد کے لئے آمادہ کر رہی تھی جو اس کے خیال کے مطابق بجا طور پر میری زندگی کے لئے ضروری تھی۔ جس نے میرے لئے تنہا سفر کا بندوبست اس لئے کیا کہ وہ اپنے وجود سے زیادہ مجھے چاہتی تھی اور جس نے مجھے میرے خواب کی راہ پر لگایا۔ وہ چھوٹی سی چپ چاپ عورت ،اس کی زبان سے زیادہ بولتی ہوئی آنکھیں اندر سے ڈری سہمی ہوئی لیکن عمل میں

ہمیشہ نڈر۔ خودداری برقرار رکھتے ہوئے دوسرے سے محبت کرنے والی عورت اچانک میرے سامنے آگئی اور میری انگلیاں ٹائپ رائٹر پر چلنے لگیں۔

ایک فقرہ/جملہ پورا ہوا، پھر دوسرا۔

دو دن بغیر کچھ کھائے گزر گئے، سونا بھی کم کم ہوا۔ الفاظ تھے کہ سمندری لہروں کی طرح آتے جا رہے تھے، بالکل اس طرح جب میں گیت اور گانے لکھتا تھا، موسیقی کے پارٹنر سے باتیں کرتا جاتا اور گانے تیار ہوتے جاتے تھے۔ لیکن اب یہ الفاظ ایستھر کے دل سے آرہے تھے۔ محبت دوبارہ زندہ ہو رہی تھی۔ میں کتاب اس لئے لکھ رہا تھا کہ وہ موجود تھی۔ اس نے بلا کسی شکایت کے مشکل وقت برداشت کیا تھا۔ اور کبھی یہ محسوس نہیں کیا تھا کہ وہ مظلوم ہے۔ میں نے اپنے وہ سارے تجربات بیان کرنے شروع کئے جو گزشتہ چند برسوں میں مجھ پر گزرے تھے۔ سنتیا گو کے یاترا تک!

جیسے جیسے میں لکھتا گیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ دنیا بڑی بڑی تبدیلیوں کے سلسلہ سے گزرتی ہے۔ میں نے جادو کیمیا اور دوسرے مخفی علم کا نظریاتی اور عملی مطالعہ کیا۔ مجھے انسانوں کے اس چھوٹے سے گروہ میں شامل ہونے کا شوق تھا جو بہت زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔ ناتجربہ کار عام انسانوں کے پاس زیادہ طاقت کا ہونا خطرناک ہوتا ہے۔ میں خفیہ اداروں کا رکن تھا۔ میں غیر ملکی فرقوں سے متعلق تھا۔ میں نے بے حد قیمتی اور خفیہ کتابیں خریدیں۔ مختلف رسم و رواج کی ادائیگی میں بہت سے وقت صرف کئے، مختلف گروہوں اور برادریوں میں شامل ہوتا اور ان کو چھوڑتا رہا۔ صرف اس لئے کہ میرا خیال تھا کہ اس طرح مجھے کوئی نہ کوئی مل جائے گا جو مجھے غیب کے اسرار و رموز کی منزل تک پہنچانے میں میری رہنمائی کرے گا۔ آخر کار مجھے مایوسی ہوئی، لوگوں کی نیت کچھ بھی رہی ہو لیکن اکثر و بیشتر لوگ کسی نہ کسی عقیدے کے پیروکار اور شدت پسندی کے شکار تھے۔ شدت پسندی ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو تشکیک کی بنا پر انسانی روح میں پائی جانے والی بے چینیوں کو تسکین دیتا ہے۔

میرے علم میں آیا کہ بہت سی رسومات واقعی کارآمد ہوتی ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو زندگی کے اسرار و رموز جاننے کا اور روحانی طاقت رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں قدیم تعلیمات سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ سنتیا گو یاترا کے راستے، عام آدمیوں سے رابطے اور کائنات کی علامتی زبان نے بتایا کہ ان اسرار و رموز کو پانے کے لئے ہمیں

صرف کائنات کی علامتوں اور نشانیوں والی زبان کو سمجھنا ہے اور جسے سمجھنے کے لئے ہمیں صرف اپنے کھلے ذہن کے ساتھ اپنے اردگرد دیکھنا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں نے اپنی کتاب میں دوسری ممکنہ راستوں کا بھی ذکر کیا۔ آپ صرف توجہ دیں راستے خود بخود سامنے آتے ہیں۔ نشانیوں کو سمجھیں ہر بات آپ کے سامنے ہوگی اور پھر آپ اگلا قدم اٹھائیں۔

ہم انسانوں کے سامنے دو مسائل ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ کب شروع کریں اور دوئم یہ کہ کب رک جائیں۔

ایک ہفتہ کے بعد میں نے پہلا، دوسرا اور تیسرا مسودہ تیار کیا اب میڈرڈ کی دلکشی بے معنی تھی۔ گھر جانے کا وقت تھا۔ ایک چکر ختم ہوگیا تھا۔ دوسرے کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی۔ میڈرڈ کو الوادع کہا۔ اور ایستھر کے ساتھ اپنے وطن واپس آ گیا۔ مجھے ملازمت کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اپنی کتاب پر نظر ثانی میں لگ گیا۔

چار ماہ کے بعد جب میں اپنے دسویں مسودہ میں مصروف تھا کہ پتہ چلا ٹائپ شدہ مسودہ اور ایستھر دونوں غائب ہیں۔ میں پریشانی کے عالم میں تھا کہ ایستھر آئی۔ اس کے ہاتھ میں ڈاکخانے کی رسید تھی۔ اس نے اس مسودہ کو اپنی ایک پرانے دوست کو ارسال کیا تھا جو اشاعتی ادارے کا مالک تھا۔

کتاب چھپ گئی، پریس میں کوئی چرچا نہیں ہوا۔ لوگوں نے اسے پڑھا۔ پسند کیا دوسروں کو بتایا اور اس طرح پہلا ایڈیشن بک گیا۔ ایک سال کے بعد مزید تین ایڈیشن شائع ہوئے۔ اور میری آمدنی کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ادب میری آمدنی کا ذریعہ بنے گا۔ اس کامیابی نے میرے لئے وہ دوازہ کھول دیا جو بہت دنوں سے میں کھولنا چاہتا تھا۔ دوسرے ناشروں نے بھی میری آئندہ کتابیں کی اشاعت کے لئے رابطہ شروع کر دیا۔

ظاہر ہے کہ میں ہر سال ایک ہی موضوع پر کتاب نہیں لکھنا چاہتا تھا۔ تو پھر آئندہ کیا لکھوں۔ سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کئی دن اور بہت ساری راتیں اسی اڈھیر بن میں گزر گئیں۔ میں چاہتا تھا کہ دنیا کے بارے میں اپنے خیالات اور تجربات کا تذکرہ کروں۔ ان ہی دنوں ایک شام ''الف لیلہ'' میں ایک کہانی پڑھی جو میرے لئے ایک علامت بن گئی۔ میں کون ہوں اور فیصلہ کرنے میں اتنی دیر کیوں لگا رہا ہوں جبکہ وہ

میرے سامنے ہے۔ میں نے اس کہانی کو اپنی کہانی کی بنیاد بنالی۔ یہ ایک گڈریے کی کہانی تھی جو اہرام مصر میں چھپے ہوئے خزانے کا خواب لئے سرگرداں ہوتا ہے۔ میں اس محبت کا ذکر کروں گا جو خزانے کے دل میں گڈریے کے لئے ہوگا جس طرح ایستھر کے دل میں میری محبت جاگزیں ہے اور میں ادھر ادھر چکر لگا رہا ہوں۔

میں اب وہ نہیں رہا جس کے دل میں کچھ بننے کا خواب ہو۔ میں وہ گڈریا بن گیا ہوں جو صحرا سے گزر رہا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ رہنمائی کے لئے کیمیا گر نہیں ہے۔ جب میں نے یہ ناول لکھنا ختم کیا۔ میری سمجھ میں خود نہیں آرہا تھا کہ میں نے کیا لکھا ہے، یہ بڑوں کے لئے پریوں کی کہانی کی طرح تھا۔ بڑی عمر کے لوگوں کی دلچسپی تو جنگ جنس اور، اقتدار واختیار کی کہانیوں میں ہوتی ہے۔ بہرحال پبلشر نے اسے پسند کرلیا۔ کتاب شائع ہوگئی اور یہ پڑھنے والوں نے ایک بار پھر اسے بہترین فروخت ہونے والی کتابوں میں شامل کرادیا۔

تین سال کے بعد میری شادی شدہ زندگی بہترین شکل اختیار کرچکی تھی۔ حالات اتنے اچھے تھے کہ میں اپنی مرضی سے جو چاہتا تھا کررہا تھا۔ کتاب پہلی مرتبہ ترجمہ ہوا پھر دوسری بار ہوا۔ کامیابی قدم چومنے لگی۔ اور دنیا کے چاروں طرف میرے ناول کا چرچا پھیل گیا۔

میں نے کیفے، وہاں بیٹھنے والے رائٹروں اور دانشوروں اور ثقافتی سرگرمیوں کی بنا پر پیرس منتقل ہونے کا فیصلہ کیا۔ جا کر مجھے معلوم ہوا کہ وہاں ایسا کچھ نہیں تھا۔ کیفے میں سیاحوں اور تصویریں اتارنے والوں کی بھیڑ تھی۔ وہاں زیادہ تر لکھنے والے موضوع سے زیادہ اسلوب سے سروکار رکھتے تھے۔ طبغراد تخلیقات کے لئے کوشش تو ضرور کرتے تھے لیکن کوئی چونکا دینے والی تحریر پیش کرنے میں ناکام تھے۔ وہ اپنی محدود دنیا میں مگن تھے۔ نوازشات کا بدلہ چکانا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے۔ ''من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو'' تم میری کتاب کی تعریف کرو، میں تمہاری کتاب کی تعریف کروں۔ اس طرح ایک نئی ثقافتی زندگی وجود میں آئے گی ایک ادبی انقلاب آئے گا ایک نیا فلسفہ جنم لے گا۔ ہمیں اس لئے نقصان اٹھانا پڑتا ہے کہ ہمیں کوئی سمجھتا نہیں ہے۔ ماضی میں سارے جینیس کے ساتھ یہی ہوا۔

شروع میں ان لکھنے والوں کو اس طرح کچھ کامیابی حاصل ہوئی۔ پڑھنے والوں

نے بے سمجھے تنقید کرنے کا رسک نہیں لیا۔ لیکن جلد ہی انہیں پتہ چل گیا کہ نقاد ایک طرح کے الفاظ دہرائے جا رہے ہیں۔ لہٰذا ان کا یقین کرنا چھوڑ دیا۔

انٹرنٹ اور اس کی سادہ زبان نے دنیا ہی بدل رکھ دی۔ پیرس میں ایک متوازی دنیا سامنے آ گئی جس سے نئے لکھنے والوں نے اپنے الفاظ اور خیالات کو پڑھنے والوں تک پہنچانے کی کوشش کی۔ میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ ابھی وہ اور ان کے کیفے معروف نہیں ہوئے۔ میں نے ایک ناشر سے مل کر باہمی سہارے کی بنیاد پر ایک نیا طرز تحریر اختیار کرلیا۔

''سہارا بینک کیا ہے؟''

''آپ جانتے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے۔''

''ہوسکتا ہے۔ مگر میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔''

''اس کا ذکر پہلے پہل ایک امریکی لیکھک نے کیا تھا۔ یہ دنیا کا بہت زیادہ طاقتور بینک ہے۔ اسے آپ ہر شعبہ زندگی میں پائیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن میرا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے جس کی کوئی ادبی روایت نہیں میں کسی کا کیا سہارا بن سکتا ہوں؟''

''کوئی بات نہیں۔ میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ ایک ابھرتے ہوئے رائٹر ہیں۔ اور ایک دن آپ ایک مشہور اور بااثر مصنف بن جائیں گے۔ مجھے یہ اس لئے معلوم ہے کہ میں بھی آپ ہی کی طرح حوصلہ مند، آزاد اور ایماندار تھا۔ اب میرے اندر پہلے جیسی قوت نہیں رہی۔ لیکن اس لئے آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بے کار نہیں کرنا چاہتا۔ میں ریٹائر ہونا نہیں چاہتا میں اب بھی اس خواب کے لئے دلکش جدوجہد جاری رکھنا چاہتا ہوں جو دنیا میں طاقت و اختیار اور شان و شوکت کے حصول کے لئے دیکھا جاتا ہے۔''

''میں آپ کے اکاؤنٹ میں اپنی رقم جمع کرا رہا ہوں۔ یہ رقم نقدی کی صورت میں نہیں ہے۔ رابطے کی شکل میں ہے۔ میں فلاں فلاں شخص سے آپ کا تعارف کراتا ہوں اور قانون کے اندر رہتے ہوئے ایک سو واسطے کرا دیتا ہوں۔ اس طرح آپ میرے زیر بار ہوتے ہیں۔ لیکن عوض میں کچھ نہیں مانگتا۔''

''پھر آپ ایک دن۔۔۔''

''بالکل ٹھیک، ایک دن میں آپ سے اپنی حمایت چاہوں گا۔ آپ منفی جواب دینے کے قابل ہوتے ہوئے بھی انکار نہیں کر سکتے اس لئے کہ آپ شعوری اور اخلاقی طور پر میرے مقروض ہوں گے۔ یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ لوگ دیکھیں گے کہ آپ اچھے اور باوفا آدمی ہیں وہ رابطوں کی شکل میں آپ کے اکاؤنٹ میں ڈیپازٹ کریں گے یہ دنیا بنی ہے رابطوں کی بنیاد پر۔ وہ بھی آپ سے مدد یا سہارا مانگیں گے اور آپ مدد کریں گے۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ نٹ ورک پوری دنیا میں پھیل جائے گا اور آپ کے اثر و رسوخ بڑھتے رہیں گے۔''

''آپ جو کہیں گے میں وہ کرنے سے انکار کر سکتا ہوں۔''

''جی آپ کر سکتے ہیں۔ سہارا بینک میں سرمایہ کاری رسکی ہوتی ہے۔ یہ تو کسی بھی بینک میں ہوتی ہے۔ آپ یہ سمجھ کر میری مدد سے انکار کر سکتے ہیں کہ میں نے مہربانی آپ کے ساتھ کی تھی وہ آپ کی اپنی صلاحیتوں کا تقاضہ تھی۔ ٹھیک ہے میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا اور دوسرے ایسے شخص سے رجوع کروں گا جس کے اکاؤنٹ میں ڈیپازٹ کی ہے۔ لیکن میرے بے کہے اس وقت لوگوں کو یہ پتہ چل جائے گا کہ آپ ناقابل اعتماد آدمی ہیں۔''

''اس طرح آپ ترقی کریں گے لیکن آدھی ترقی اور پھر ایک ایسا مقام آئے گا جب آپ کا زوال شروع ہو جائے گا۔ آپ آدھے رہ جائیں گے۔ آدھے خوش، آدھے ناخوش نہ مایوس نہ ہی پرامید، نہ سرد نہ گرم بس نیم گرم۔ کسی مقدس کتاب کے مطابق نیم گرم اشیاء خوشگوار ذائقہ نہیں دیتیں۔''

سہارا بنک والے میرے اکاؤنٹ میں پبلشر نے بہت سارے ڈیپازٹ / رابطے جمع کرائے۔ کبھی کامیابی کبھی ناکامی، میری کتابیں فرنسیسی زبان میں ترجمہ ہوئیں۔ حسب روایت پذیرائی بھی ملی۔ خاصی کامیابی حاصل ہوئی۔ دس سال گزر گئے دریائے سین کے نزدیک میرا اپنا اپارٹمنٹ ہے۔ قارئین مجھے پسند کرتے ہیں اور ناقدین ناپسند (کتاب کی پہلی ایک لاکھ کاپیاں فروخت ہونے تک ناقدین بھی پسند کرتے تھے لیکن بعد ازاں میں جینئس نہیں رہا) میں ہمیشہ بلا تاخیر رابطوں کی بنیاد پر ادائیگی اور ڈیپازٹ کرتا رہا۔ اور اثرات بڑھتے رہے۔

ایستھر کو جرنلسٹ کی حیثیت سے کام کرنے کی اجازت تھی۔ معمولی تو تو میں میں

کے علاوہ زندگی ٹھیک ٹھاک گزر رہی تھی۔ میری سمجھ میں آ گیا تھا کہ سابقہ محبتوں اور شادیوں والے جیسے اختلافات ہمارے سامنے نہیں تھے۔ کچھ میرے اندر ہی ناہمواری تھی۔ ایسقر ہی ایک ایسی عورت تھی جو یہ جانتی تھی کہ اسے پانے کے لیے مجھے اپنے آپ کو پانا ہوگا۔ ساتھ رہتے ہوئے آٹھ سال ہو گئے وہ میری سچی محبت تھی۔ اگرچہ میں کبھی کبھی نہیں بیشتر مرتبہ دوسری عورتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ لیکن طلاق کا خیال نہیں آیا۔ میں نے دوسری عورتوں کے متعلق اس سے کبھی نہیں کہا اور نہ اس نے کبھی اس بارے میں کچھ کہا۔

یہی وجہ تھی کہ میں حیرت میں پڑ گیا جب سینما سے نکلتے ہوئے اس نے مجھے بتایا کہ اپنے میگزین میں وہ افریقہ کے سول وار کے متعلق رپورٹ فائل کرنا چاہتی ہے۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟''

''میں جنگ کی رپورٹنگ کرنا چاہتی ہوں۔''

''یہ کیا پاگل پن ہے۔ تمہیں ایسا کچھ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم اب بھی وہی کچھ کر رہی ہو جو تم کرنا چاہتی ہو۔ تم اچھا خاصہ کما رہی ہو۔ تمہارے اچھے خاصے رابطے ہیں۔ تمہارے رفقا بھی تمہاری صلاحیتوں کے قائل ہیں۔''

''ٹھیک، بس یوں سمجھ لو کہ میں اکیلی رہنا چاہتی ہوں۔''

''محض میری وجہ سے؟''

''ہم لوگوں نے اپنی زندگی کی تعمیر ایک ساتھ کی ہے۔ میرا مرد مجھ سے محبت کرتا ہے اور میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ میرا مرد وفاشعار نہیں ہے۔''

''اس سے پہلے تم نے کبھی ایسی بات نہیں کہی۔''

''وجہ یہ ہے کہ میں نے اسے اہمیت نہیں دی۔ میرا مطلب ہے کہ وفاشعاری ہے کیا؟ یہ احساس کہ میرا جسم اور میری روح میری نہیں ہے؟ کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ جتنے برسوں سے ہم دونوں ساتھ ہیں اس دوران میں کسی دوسرے مرد کے ساتھ نہیں سوئی ہوں؟''

''مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ نہ میں یہ جاننا چاہتا ہوں۔''

''میں بھی نہیں چاہتی۔''

''پھر خطرناک علاقے میں جاکر جنگ کی رپورٹنگ کرنے کے خیال کا کیا مطلب؟''

''میں نے کہا نا کہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔''

''کیا تمہیں ضرورت کی ساری چیزیں یہاں حاصل نہیں ہیں؟''

''مجھے یہاں وہ ساری چیزیں میسر ہیں جو ایک عورت چاہتی ہے۔''

''پھر کمی کس بات کی ہے؟''

''صاف بات یہ ہے کہ میں خوش نہیں ہوں۔ یہ صورت حال صرف میرے ہی ساتھ نہیں ہے۔ ان برسوں میں طرح طرح کی عورتوں کا انٹرویو لیا ہے۔ ان میں امیر بھی تھیں، غریب بھی، بااثر و رسوخ بھی تھیں اور طاقتور بھی۔ میں نے سبھوں کی آنکھوں میں بے پناہ تلخیاں دیکھی ہیں۔ ایک ایسا دکھ دیکھا ہے جس کے متعلق اعتراف کے لئے وہ لوگ تیار دکھائی نہیں دئے۔ سن رہے ہو، میری بات؟''

''ہاں، میں سن رہا ہوں، میں سوچ رہا تھا۔ تمہارا خیال ہے کہ کوئی بھی خوش نہیں؟''

''کچھ عورتیں خوش نظر آتی ہیں اس لئے کہ وہ سوچتی نہیں۔ کچھ دوسرے منصوبے بناتی ہیں کہ شوہر ہوگا، گھر ہوگا اور دو بچے ہوں گے۔ جب تک ان کے حصول میں لگی رہتی ہیں۔ وہ ان بیلوں کی مانند ہوتی ہیں جو اپنے ساتھ لڑنے والوں کی تلاش میں ہو۔ وہ چڑ چڑی ہو جاتی ہیں۔ وہ غلطیوں پر غلطیاں کرتی ہیں۔ انہیں صحیح ٹارگٹ کا پتہ نہیں ہوتا۔ وہ عیش و آرام کی زندگی سے خوش رہتی ہیں۔ انہیں زندگی کے اصل معنی سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ پھر ان کی آنکھیں اداسی کی غمازی کرتی ہیں کہ وہ زندگی کو گھسیٹ رہی ہیں۔ کیا تم خوش ہو؟''

''مجھے معلوم نہیں۔''

''مجھے بھی نہیں معلوم کہ ہر عورت ناخوش ہے۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ وہ بس مصروف ہیں، وقت سے زیادہ کام میں، بچوں اور اپنے شوہروں کی دیکھ بھال میں اپنے کیریئر بنانے میں ڈگریاں لینے میں۔ اپنے مستقبل سنوارنے میں، خریداریوں میں اپنے احساس کمتری کو مٹانے میں۔۔۔ مشکل یہ ہے کہ کوئی عورت کہتی ہے کہ میں خوش نہیں اکثر اپنے آپ کو بالکل ٹھیک بتاتی ہیں۔ ہمیں اپنی آرزوؤں کے مطابق ہر چیز

حاصل ہے میں پھر عام لوگوں سے پوچھتی ہوں ۔ کیا باتیں آپ کو مسرت بخشتی ہیں؟ جواب ملتا ہے۔ میرے پاس اپنی خواہشوں کے مطابق ساری چیزیں ہیں۔ ایک فیملی، ایک گھر، کام اور اچھی صحت۔ پھر میرا سوال ہوتا ہے، کیا انہی ساری چیزوں کا نام زندگی ہے؟ ان کا جواب اثبات میں ہوتا ہے۔ میرا اصرار ہوتا ہے کہ زندگی کے معنی محض کام، کنبہ، بچے ہوتے ہیں۔ جو بڑے ہوکر آپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بیوی یا شوہر ہوتا ہے جو آخر میں صرف دوست بن کر باقی رہ جاتا ہے۔ اک دن ایسا بھی آتا ہے کہ آپ کا کام بھی آپ کو چھوڑ دیتا ہے۔ پھر ایسے میں آپ کیا کریں گے؟ جواب نہیں ملتا ہے اور موضوع بدل جاتا ہے۔''

''نہیں۔ وہ کہتے ہیں، جب بچے بڑے ہوجاتے ہیں ۔ میری بیوی/شوہر جذباتی عاشق کی بجائے دوست بن جاتا ہے، جب کام سے ریٹائرمنٹ ہوجاتا ہے تو پھر مجھے وہ وقت نصیب ہوتا ہے کہ میں اپنے شوق کو پورا کروں جواب تک نہیں کرسکا۔ مثلاً اجنبی ملکوں کی سیر۔ سوال ۔ ابھی آپ نے نہیں کہا کہ آپ خوش ہیں۔ جو کچھ آپ چاہتے تھے وہ کررہے تھے؟ جواب بن نہیں پڑتا ہے اپنی مصروفیت کا بہانہ بنا کر یہ موضوع بدل دیتے ہیں۔''

''اگر میں اصرار کرتی ہوں۔ تو وہ لوگ کسی نہ کسی کا سہارا لیتے ہیں ۔ تاجر کے لئے سودا طے نہیں ہوا۔ گھریلو خاتون کو زیادہ آزادی اور پیسے نہیں ملے۔ محبت کرنے والے کے دل میں محبوبہ کو کھودینے کا خوف، تعلیم سے فراغت پانے والے گریجوٹ کو یہ وسوسہ کہ اپنے کیریر کا انتخاب کیا ہے یا کرایا گیا ہے۔ دندان ساز، گانے والا ۔ گانے والا سیاستداں ۔ سیاستداں قلم کار۔ قلم کار کسان بننا چاہتا تھا۔ میں ایسے شخص سے بھی ملی ہوں جو اپنے منتخب کئے ہوئے کام میں مصروف رہا ہے مگر اس کی روح بھی اذیت سے ماورا نہیں رہی۔ اسے سکون نہیں ملا، لہٰذا میں تم سے پھر پوچھتی ہوں ۔ کیا تم خوش ہو؟''

''نہیں۔ میرے ساتھ وہ عورت ہے جسے میں چاہتا ہوں، وہ طرز زندگی ہے جو میرا خواب تھا۔ مجھے وہ آزادی نصیب ہے جس کی تمنا میرے دوست احباب کرتے ہیں۔ مجھے سیر وتفریح کے مواقع اور عزت وقار سب ہی کچھ حاصل ہے لیکن ۔۔۔''

''لیکن کیا؟''

''بس، یہ سوچ کہ اگر میں رک گیا تو زندگی بے معنی ہوجائے گی۔''

''چھوڑو اس سوچ کو، پیرس کی طرف دیکھو، میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لو اور کہو۔ میرے پاس وہ سب کچھ ہے جو میں نے چاہا تھا اور جو زندگی باقی رہ گئی ہے اسے ہنسی خوشی گزار دیں۔''

''میں پیرس کی طرف تو دیکھ سکتا ہوں، تمہارے ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہوں مگر وہ سارے الفاظ دہرا نہیں سکتا۔''

''میں شرط لگا سکتی ہوں کہ سڑک پر چلنے والا ہر شخص ایسے ہی احساس کا مالک ہے۔ یہ شاندار عورت جو ابھی پاس سے گزری ہے وقت کو روکنے کی کوشش میں ہے۔ باقاعدگی سے خود کو وزن کرتی ہے۔ اس کا خیال ہے محبت کا انحصار جوانی پر ہے۔ راستے کی جانب دو بچوں کے ساتھ ایک جوڑے کو دیکھو وہ بہت خوش ہیں لیکن تحت الشعور کی یہ سوچ کہ کہیں ملازمت نہ چلی جائے۔ کوئی بیماری نہ لگ جائے، انشورنس نہ دی جائے، کہیں کوئی بچہ حادثے کا شکار نہ ہو جائے، یہ سوچ مسلسل ایک خوف میں مبتلا رکھتی ہے۔ اس وسوسہ سے چھٹکارا پانے کے لئے وہ لوگ مستقل کسی نہ کسی تدبیر کی تلاش میں رہتے ہیں۔''

''اور نکڑ پر کھڑا بھکاری؟''

''مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ میں نے کبھی بھکاری سے بات نہیں کی بلاشبہ وہ مصیبتوں کی ایک تصویر ہے۔ لیکن اس کی آنکھیں، دوسرے بھکاری کی آنکھوں کی طرح کچھ چھپا رہی ہیں۔ اس کا دکھ اس قدر نمایاں ہے کہ یقین کرنے کو جی نہیں مانتا۔''

''کمی کیا ہے؟''

''میرے پاس کوئی اشارہ نہیں۔ میں میگزین میں مشاہیر کی تصویریں دیکھتی ہوں، ہر شخص مسکراتا ہوا مطمئن نظر آتا ہے۔ میں نے بھی ایک مشہور آدمی سے شادی کر رکھی ہے۔ میں جانتی ہوں یہ سچ نہیں ہے جو نظر آتا ہے۔ تصویر میں ہر شخص ہنستا مسکراتا نظر آتا ہے لیکن بعد میں رات کو یا صبح کے وقت کہانی کچھ اور ہوتی ہے۔ میگزین میں اپنی تصویر کو بار بار شائع کرانے کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا؟ میں اس حقیقت کو کیسے چھپا سکتا ہوں کہ پرتکلف زندگی گزارنے کے لئے اب میرے پاس پیسے نہیں ہیں؟ میں کون سی بہترین ترکیب کے ذریعہ یہ دکھا سکوں کہ دوسروں سے بھی زیادہ پر تعیش زندگی گزار سکتا

ہوں؟ وہ اداکارہ جو تصویر میں میرے ساتھ ہے اور جس کے ساتھ میں مسکرارہا ہوں وہ کل کتنی بھی کٹا سکتی ہے۔ کیا میں اس سے زیادہ بہتر لباس میں ہوں؟ ہم دونوں کیوں مسکراتے اور خوش نظر آرہے ہیں جب ہم ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں؟ ہم شہرت کے بھکاری، میگزین کے قارئین کو خوشی کا تاثر کیوں دینا چاہتے ہیں جب کہ ہم خود دکھی ہیں؟''

''ہم شہرت کے بھکاری نہیں ہیں۔''

''تم اسے اپنے آپ پر نہ لو، اس بات کا تعلق ہم سے نہیں۔''

''پھر کیا مطلب ہے؟''

''عرصہ ہوا میں نے ایک دلچسپ کہانی پڑھی تھی۔ فرض کرو اگر ہٹلر جنگ جیت جاتا، سارے یہودیوں کا خاتمہ کردیتا اور اپنے عوام کو یہ یقین دلادیتا کہ دنیا میں ایسی کوئی نسل ہے جو حکمرانی کے لئے وجود میں آئی ہے۔ تو پھر تاریخ کی کتابیں بدلنے لگتیں اور پھر سو برس کے بعد اس کے جانشین ہندوستانیوں (انڈین) کا صفایا کردیتے تین سو سال کے بعد کالے ہی صفحہ ہستی سے مٹ جاتے۔ پانچ سو سال میں آخر کار طاقتور جنگی مشین مشرقی نسل ہی ختم کردینے میں کامیاب ہوجاتی۔ تاریخ کی کتابوں میں وحشیوں کے خلاف قدیم لڑائیوں کا ذکر ہے لیکن کوئی بھی ان کا گہرا مطالعہ نہیں کرتا ہے، اس لئے کہ ان کی کوئی اہمیت نہیں۔''

''نا تسیت کے وجود میں آنے سے دو ہزار سال بعد ٹوکیو شہر (جہاں پانچ صدیوں سے نیلی آنکھوں والے لانبے قد کے لوگ آباد ہیں) کے ایک بار میں ہینس (Hans) اور فرٹز (Frits) بیر سے لطف اندوز ہورہے ہیں۔ ہینس ایک مرتبہ فرٹز کو دیکھتا ہے اور پوچھتا ہے۔ کیا خیال ہے یہ ہمیشہ ہی سے ایسا ہی ہے؟''

''کیا؟'' فرٹز دریافت کرتا ہے۔

''دنیا۔''

''یقیناً دنیا ہمیشہ سے ایسی ہی ہے۔ کیا ہمیں یہی پڑھایا نہیں گیا؟''

''ٹھیک ہے پتہ نہیں میں نے ایسا احمقانہ سوال کیوں کیا۔'' ان لوگوں نے بیر پینا ختم کیا، کچھ اور باتیں کیں اور اس سوال کو بالکل بھلادیا۔

''تمہیں مستقبل میں اتنی دور جانے کی ضرورت نہیں۔ دو ہزار سال پیچھے جاؤ۔ کیا

تم اپنے آپ کو گیلوٹین، دار و رسن یا برقی کرسی کی پرستش کرتے ہوئے نہیں پاتے؟''
''میں سمجھتا ہوں ۔تمہارا اشارہ کس طرف ہے ۔صلیب، جو خوفناک ترین انسانی اذیت کا نشان ہے۔ مجھے یاد ہے کہ سی سے رو Cicero نے اسے انتہائی وحشیانہ سزا قرار دیا تھا۔ پھر بھی لوگ اسے زیب گلو کرتے ہیں۔خواب گاہوں میں لگاتے ہیں، مذہبی نشان گردانتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ ایک اذیت ناک آلہ ہے۔''
''ڈھائی ہزار سال گزرے جب کسی نے زمین سے سب سے زیادہ فاصلے پر سورج کی موجودگی کے بت پرستانہ تہوار کا خاتمہ کیا۔ پھر مذہبی پیشواؤں اور دوسروں نے صلیبی مسیح کے پیغام کے سہارے سورج کی پیدائش کا تہوار 25 دسمبر کو منانے کا سلسلہ شروع کیا۔ اور بشپ نے فیصلہ کیا کہ یہ تہوار مذہب کے لئے ایک خطرہ ہے ! اب ہمارے سامنے مذہبی رسومات کا ایک ایسا سلسلہ ہے جس کے ذریعے سے یقین پیدا کر دیا گیا ہے کہ اس تاریخ کو عیسیٰ مسیح پیدا ہوئے تھے۔''
''تمہیں معلوم ہے کہ کرسمس ٹری کہاں سے آیا ہے؟''
''نہیں۔''
''یہ دیوتا اودین کو کرسچین بنانے کی ایک رسم ہے۔''
''ہینس اور فرٹز کی کہانی کی جانب چلتے ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تہذیب و تمدن انسانی تعلقات ہماری امیدیں اور امنگیں، ہماری فتوحات اور ترقیاں سب تحریف زدہ کہانی کی پیداوار ہیں؟''
''جب تم نے ''سنتیا گو یاترا کا راستہ'' لکھا تھا، کیا تم اسی نتیجے تک نہیں پہنچے تھے؟ تم یہ یقین رکھتے تھے کہ محض چند لوگ ہی کراماتی نشانیوں کا ادراک رکھتے ہیں لیکن اب پتہ چل گیا ہے کہ ہم سب بھی معانی سمجھتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ہم نے بھلا دیا ہے۔''
''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لوگ ایسی باتوں کو یاد نہیں رکھنا چاہتے وہ یہ ماننا نہیں چاہتے کہ ان کے اندر خود کراماتی امکانات موجود ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اک چھوٹی سے صاف ستھری دنیا میں ہلچل مچ جائے گی۔''
''بہرحال ہمارے اندر یہ صلاحیتیں موجود ہیں۔ ہے نا؟''
''بلاشبہ لیکن سب ہوں کے اندر اپنے خوابوں اور نشانیوں کے مطابق عمل کا حوصلہ

نہیں ہوتا۔ شاید اسی وجہ سے یاس والم کا سامنا ہوتا ہے۔''

''میں یہ نہیں کہتی کہ میں ہر وقت مایوس اور دکھی ہوتی ہوں، میں مزے بھی کرتی ہوں۔ اس کیفیت میں کوئی خوف یا احساس گناہ ملا جلا ہوتا ہے۔ یہ احساس چلا جاتا ہے اور پھر آ جاتا ہے۔ میرے سامنے ہینس کا سوال آتا ہے۔ میں جواب نہیں دے پاتی ہوں۔ پھر میں بھلا دیتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ بھوکے بچوں کی مدد کی جائے۔ مفلس بچوں کے لئے ادارہ قائم کیا جائے۔ عیسیٰ مسیح کے نام پر لوگوں کی حفاظت کی جائے۔ ایسا کچھ کیا جائے کہ مجھے اپنے کارآمد ہونے کا احساس ہو۔ لیکن مجھ سے نہیں ہوتا ہے۔''

''تم جنگ کور کرنے کے لئے کیوں جانا چاہتی ہو؟''

''اس لئے کہ جنگ کے دوران آدمی ایک حد میں رہتا ہے۔ موت سامنے ہوتی ہے ایسے میں اس کا عمل مختلف ہو جاتا ہے۔''

''تم ہینس کے سوال کا جواب جاننا چاہتی ہو؟''

''ہاں، میں یہی چاہتی ہوں۔''

آج ہوٹل برسٹل کے خوبصورت سوئٹ میں بیٹھا ہوں۔ سامنے ایفل ٹاور کا نظارہ ہے شراب کی بوتل خالی ہے۔ سگریٹ بھی ختم ہو رہے ہیں۔ لوگ آتے جاتے نظر آ رہے ہیں۔ میں اپنے آپ سے پوچھتا ہوں کیا سینما سے باہر آنے کے بعد ہی یہ ساری باتیں ہو گئیں؟ کیا تحریف زدہ کہانی کے لئے اسے جانے دے دینا چاہئے تھا یا پھر مجھے کہنا چاہئے تھا کہ وہ اس خیال سے باز آ جائے۔ وہ میری بیوی ہے۔ مجھے اس کی ضرورت رہتی ہے۔ اس کی مدد درکار ہوتی ہے؟

حماقت ہے۔ مجھے اس وقت بھی معلوم تھا جیسا کہ ابھی معلوم ہے کہ میرے پاس اس کی بات مان لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اگر میں یہ کہتا کہ ''جنگ کی نامہ نگاری اور میرے درمیان چناؤ سے کام لو'' تو میرے ساتھ اس کے سارے سلوک کے تناظر میں مجھے یہ بات دھوکہ دہی ہوتی۔ میں اس تحریف زدہ کہانی کی بات نہیں مانتا لیکن یہ سمجھتا تھا کہ وہ کچھ آزادی چاہتی ہے۔ وہ اپنے جذبات اور خیالات میں رہنا چاہتی ہے ۔ یہ کوئی غلط بات بھی نہیں۔

میں راضی ہو گیا۔ میں نے اس سے سہارا بنک کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ جو مضحکہ

خیز ہوتا۔ دو برس تک ایستھر متعدد لڑائیوں کی رپورٹنگ کرتی رہی۔ مختلف ممالک کا سفر کیا۔ جب بھی وہ واپس آئی میں نے سمجھا کہ اب وہ کہیں نہیں جائے گی۔ پریشان کن حالات۔ نہ اچھا کھانا۔ نہ رہنے کی مناسب جگہ۔ نہ سینما نہ تھیٹر وہ اکتا جائے گی، میں پوچھتا کہ ہینس کے سوال کا جواب مل گیا۔ وہ کہتی کہ وہ صحیح راستے پر ہے کبھی کبھی وہ مہینوں سفر میں ہوتی۔ دوری محبت کو مضبوط کرتی ہے۔ اس طرح ہمارے تعلقات بہت بہتر ہونے لگے۔ جب ہم لوگ پیرس آئے تو ہمارے تعلقات بہترین نکتے پہ تھے۔

جہاں تک مجھے یاد ہے میخائل سے اس کی پہلی ملاقات اس وقت ہوئی تھی جب وسطی ایشیا کے کسی ملک میں جاتے ہوئے اسے ایک مترجم کی ضرورت تھی۔ ایستھر نے اس کے بارے میں بڑے جذباتی انداز میں بتایا تھا کہ وہ بڑا حساس آدمی ہے۔ وہ ایک ایسا شخص ہے جس نے دنیا اس انداز سے دیکھی ہے جیسی کہ وہ ہے۔ اس طرح سے نہیں جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ اسے ہونا چاہئے۔ وہ اس سے پانچ برس چھوٹا تھا لیکن ایستھر کے مطابق اس کے اندر ایک ڈرامائی وصف تھا۔ میں صبر د تحمل سے اس کی بابت باتیں اس طرح سے سنتا رہا کہ جیسے میں اس لڑکے اور اس کے خیالات سے دلچسپی رکھتا ہوں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ میں کسی اور سوچ میں تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ مضامین کے لئے مواد جمع کرنا ہے۔ اخبار نویسوں اور ناشروں کے سوال کا جواب دینا ہے۔ ایک مخصوص عورت کو کس طرح سے حاصل کرنا ہے جو میری جانب مائل نظر آتی ہے اور آئندہ کتاب کی تشہیر کے لئے کیا پلان کرنا ہے۔

ایستھر نے ممکن ہے اس کا نوٹس لیا ہو۔ میں بہرحال یہ نوٹ کرنے میں ناکام رہا کہ ہماری گفتگو کے دوران آہستہ آہستہ میخائل کا تذکرہ غائب ہو گیا۔ ایستھر کچھ دیوانی سی ہوتی گئی۔ یہاں تک پیرس میں رہتے ہوئے ہفتے میں متعدد راتیں میرے ساتھ نہیں ہوتی اور کہتی کہ بھکاریوں پر مضمون کے لئے ریسرچ کر رہی ہوں۔

میرا خیال تھا کہ کسی کے ساتھ اس کا کوئی چکر چل رہا ہے۔ میں پورا ہفتہ آگ پر لوٹتا رہا۔ اپنے آپ سے سوال کیا، کیا میں اپنے شک کا اظہار کر دوں یا ایسا بن جاؤں کہ انجان ہوں؟ آنکھوں سے جو نہیں دیکھا اس پر اداس ہونا فضول ہے کے مصداق میں نے نظر انداز کرنے کا فیصلہ کیا۔ مجھے یہ پوری طرح یقین تھا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑ سکتی میں آج جو کچھ ہوں یہ اسی کی بے پناہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ کوئی بات نہیں کہ ایک عارضی

سی بات کے لئے وہ اپنے کئے پر پانی پھیر دے۔

اگر مجھے واقعی ایستھر کی مصروفیات سے دلچسپی ہوتی تو مجھے اس کے مترجم اور کراماتی شخصیت کے متعلق پوچھنا چاہئے تھا۔ خاموش صورت حال پر مشکوک ہونا چاہئے تھا۔ مجھے بھکاریوں کے پاس اس کے "تحقیقاتی دورے" پر ساتھ جانا چاہئے تھا۔

بعض مرتبہ وہ پوچھتی کہ مجھے اس کے کاموں سے دلچسپی ہے۔ میرا جواب ہمیشہ اثبات میں ہوتا۔ لیکن میں تمہارے کام میں مداخلت کرنا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے کام اپنے خوابوں کے من پسند انداز میں سرانجام دو جیسا کہ تم نے مجھے میرے کام میں آزاد کر رکھا ہے۔

ان باتوں کا مطلب تو غالباً یہ ہوتا ہے کہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن انسان باتوں کے وہ معنی نکالتا ہے۔ جو وہ پسند کرتا ہے۔ ایستھر بھی شاید مطمئن ہوگئی۔

حوالات سے نکلتے وقت انسپکٹر نے جو الفاظ کہے تھے وہ میرے کانوں میں گونج گئے۔ "تم ایک آزاد آدمی ہو" ۔ آخر آزادی ہے کیا؟ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے تمہارے شوہر کو کوئی غرض نہیں کیا یہ آزادی ہے؟ یا یہ کہ آپ اکیلے ہیں آپ کے ساتھ کوئی نہیں جس کے ساتھ آپ اپنے داخلی احساسات بانٹ سکیں محض اس لیے کہ آپ کی بیوی ایک اہم، شاندار اور مشکل کیریر بنانے کے لئے اپنے کام میں بے حد مگن ہے۔

میری نظر ایفل ٹاور پر پڑی۔ دوسرا گھنٹہ بیت گیا۔ ٹاور چمکتا رہا۔ جب سے میں کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوں ۔ نہ جانے کتنی بار چمکتا رہا ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ رشتہ ازدواج کی آزادی کے نام پر میں اس امر سے غافل رہا کہ میری بیوی کی باتوں سے میخائل غائب ہوگیا تھا۔ بار میں ایک اور مرتبہ ملا اور پھر غائب ہوگیا۔ اس دفعہ وہ اسے بھی اپنے ساتھ لے گیا اور مشہور اور کامیاب مصنف کو ایک مشکوک شخص کی حیثیت میں چھوڑ گیا۔

یا اس سے بھی بدتر ایک راندۂ درگاہ آدمی!

ہینس کا سوال

(بیونس آئرس میں "ظاہر" ایک سکہ ہے۔ اٹھارھویں صدی کے آخر میں گجرات میں یہ ایک شیر تھا۔ جاوا کی ایک مسجد کا یہ ایک اندھا شخص جس نے مذہبی لوگوں کے پتھر کھائے ۔ ایران میں یہ اسطرلیب تھا جسے نادر شاہ نے سمندر میں پھینک دینے کا حکم دیا تھا۔ مہدی کے قید خانے کا ایک چھوٹا قطب نما تھا)

ایک سال کے بعد میں لوئس بورگس کی ایک کہانی کے متعلق سوچتے ہوئے بیدار ہوا۔ کوئی بھی چیز جسے چھولیا یا دیکھ لیا جائے وہ بھولی نہیں جاسکتی ہے اور جو آہستہ آہستہ ہمارے خیالوں کا اس طرح احاطہ کرلیتی ہے کہ ہم جنون کی حد میں چلے جاتے ہیں میرے لئے وہ شے اندھے آدمی، قطب نما، شیر یا سکہ کی تلمیحی علامت نہیں ہے

اس کا ایک اور نام ہے اور وہ نام ہے ایستھر۔۔۔۔ رومانی علامت!

میرے حوالات سے باہر آتے ہی پہلے صفحات پر اسکینڈل کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ممکنہ الزامات لگائے گئے۔ عدالتی کاروائیوں میں بچنے کے لئے ساتھ ہی بریت بھی لکھ دیا جاتا ۔ لوگوں نے ایک ہفتہ گذر جانے دیا۔ کتابوں کی فروخت پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ لوگ جانتے تھے کہ رومانیت کے موضوع پر لکھنے والا اس رائٹر کا اتنا گھناؤنا پہلو کیسے ہوسکتا ہے۔ بعد ازاں میرے مخالف نے یہ حملہ شروع کردیا کہ میری بیوی میری بے راہ روی کی بنا پر بھاگ گئی ۔ یہاں تک کہ ایک جرمن میگزین نے مجھ سے بیس سال چھوٹی ایک مغنیہ کے ساتھ میرے ناجائز تعلقات کا ذکر کردیا ۔ یہ سچ تھا کہ میری اس سے ملاقات اوسلو، ناروے میں ہوئی تھی ۔ اس کا ایک البم ریلیز ہونے والا تھا اس نے مجھے اور میگزین کو تشہیر کے لئے استعمال کیا تھا۔ البم اچھا تھا مگر ناکام رہا۔ ناکامی کا سبب

دراصل پریس تھا۔

مشہور رائٹر کے خلاف اسکینڈل کا سلسلہ زیادہ دن تک نہیں چل سکا۔ یورپ اور خاص کر فرانس میں اس قسم کی باتیں بری نہیں مانی جاتیں بلکہ پسند کی جاتی ہیں۔

اس معاملے کا پہلے صفحات پر ذکر تو دم توڑ گیا لیکن مفروضے جاری رہے۔ وہ اغوا کرلی گئی۔ بدسلوکی کی بنا پر گھر سے چلی گئی (ایک بار ہوٹل میں ویٹر کے سامنے تو تو میں میں ہوگئی تھی۔ وہ جنوبی امریکہ کے ایک لیکھک کی تعریف کررہی تھی جو میری رائے کے برعکس تھی) ایک برطانوی ٹیبلز میں پیش کیا گیا تھا کہ میری بیوی ایک مسلم دھشت گرد تنظیم کے ساتھ روپوش ہوگئی ہے۔ خوش قسمتی سے اس کے اثرات زیادہ نہیں ہوئے۔

بے وفائی، طلاق، قتل، عمد قتل ایسی باتوں سے دنیا بھری پڑی ہے لہٰذا پبلک جلد ہی ایسی باتوں کو بھلا دیتی ہے۔ برسوں کے تجربات سے میں نے جانا ہے کہ اچھے قارئین پر ایسی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا (ایک بار یوں ہوا کہ ارجینٹیا کے ایک ٹیلی وژن پروگرام میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ اس کے پاس ثبوت موجود ہے کہ چیلی میں آئندہ ہونے والی خاتون اول سے میں نے خفیہ ملاقات کی تھی۔ لیکن کتاب کی فروخت پر کوئی اثر نہیں ہوا) ایک امریکی فنکار کا کہنا ہے کہ سنسنی خیزی کا اثر پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں رہتا ہے۔ اب میرے لئے اہم معاملات مختلف تھے۔ اپنی زندگی کو محسوس کرنا، نئی محبت تلاش کرنا، کتابیں لکھنے کی طرف مائل ہونا اور اپنی بیوی کی یادوں کو اس چھوٹی دراز میں رکھ دینا جو محبت اور نفرت کی سرحد پر موجود ہے۔

یا مجھے کہنا چاہئے کہ اپنی سابقہ بیوی کی یادوں کو (اب یہی الفاظ استعمال ہونے چاہئیں)۔

میں نے ہوٹل کے کمرے میں جو سوچا تھا وہی کچھ پیش آیا۔ میں تھوڑی دیر کے لئے کمرے سے نکلا تھا معلوم نہیں میں کیسے اپنے دوستوں کا سامنا کروں گا۔ میں کیسے بتاؤں گا کہ وہ مجھ سے زیادہ جوان آدمی کے ساتھ چلی گئی ہے۔ جب میں سچ مچ باہر نکلا تو کسی نے بھی مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ لیکن شراب کے چند گلاس پینے کے بعد پھر میرے ذہن میں یہی موضوع عود کرآیا۔ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے۔

میں نے ایستھر کے متعلق سوچنا شروع کیا۔ وہ ایک سینٹ تھی وہ بہتر زندگی کی مستحق تھی

یا وہ ایک بے وفا اور دھوکے باز عورت تھی جس نے مجھے ایسی خراب صورت حال میں پھنسا دیا کہ مجھے مجرم گردانا گیا۔تقریبات میں دوست، احباب، ناشر اور دوسرے لوگوں سے ملاقات ہوتی تو اس واقعہ کا ذکر رہتا۔ بعد میں محسوس ہوا کہ انہیں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ ان کے تذکرہ کی دلچسپی بدل گئی۔ وہ اس اداکارہ کی کہانی شوق سے سننے لگے جو ایک سنگر کے ہاتھوں ماری گئی یا اس کم سن لڑکی کا ذکر اچھا لگتا جس نے ایک مشہور سیاستداں کے ساتھ اپنے معاشقہ کے متعلق کتاب لکھی تھی۔ پھر ایک دن میڈرد میں مجھے ایسا لگا کہ تقریبات میں آنے والے لوگوں کی تعداد گھٹ رہی ہے۔ میرے لئے تو یہ اچھا تھا کہ ایستھر کے اچھی یا بری ہونے کے خیال سے چھٹکارا مل رہا تھا۔ میرے دل کا بوجھ ہلکا ہورہا تھا۔ لیکن میں اپنے آپ کو موجودہ حالت سے بھی زیادہ گرا ہوا محسوس کررہا تھا۔ میں اب بیزار سا آدمی ہوتا جارہا تھا۔ جس سے کوئی ملنا پسند نہیں کرتا ہو۔

میں نے تنہائی اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ پھر میرے لیٹر بکس میں دعوتوں کا انبار لگ گیا۔

ابتدا میں جس ہستی (ظاہر) کے بارے میں نفرت یا محبت کے جذبے سے سوچتا تھا وہ میری روح میں پیوست ہوتی گئی۔ میں جس عورت سے ملتا اس میں ایستھر کو تلاش کرتا۔ میں اسے ہر بار، ہر سینما اور ہر بس اسٹاپ پر دیکھنے لگا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے سڑک کے بیچ میں ٹیکسی روکنے کو کہا یا پھر کسی عورت کے پیچھے ٹیکسی دوڑانے کو کہا ۔لیکن وہ ہستی نہیں ملی جسے میں ڈھونڈ رہا تھا۔

وہ ہستی (ظاہر) میرے اوسان پر چھائی رہنے لگی۔ مجھے ایک ایسے تریاق کی ضرورت تھی جو مجھے مایوسی کی دلدل میں جانے سے بچا سکے۔

اس کا ایک ہی ممکنہ حل تھا۔ گرل فرینڈ۔

میں تین چار ایسی عورتوں سے ملا جو مجھے پسند آئیں۔ پھر میری ملاقات ایک 35 سالہ فرانسیسی اداکارہ ، میری، سے ہوئی صرف وہی ایک ایسی عورت ملی جس نے خواہ مخواہ کا یہ ڈھونگ نہیں کیا کہ میں تمہاری شہرت کی وجہ سے تمہارے پاس نہیں آئی ہوں۔ تم خود ہی اچھے آدمی ہو۔ کاش تم اتنے مشہور شخص نہیں ہوتے۔ مجھے تمہارے پیسوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وغیرہ۔ وہ حقیقتاً میری کامیابی سے خوش تھی۔ وہ خود مشہور عورت تھی۔

اسے معلوم تھا کہ شہرت کیا ہوتی ہے شہرت ایک شہوت ہے۔ ایک عورت کی انا کے لئے یہ احساس بڑا دلکش ہوتا کہ بہت سی عورتوں کا حصول اتنا آسان ہوتے ہوئے بھی ایک شخصیت نے اسے اپنے ساتھ رکھا ہے۔

استقبالیوں اور پارٹیوں میں ہم دونوں اکثر ساتھ دیکھے گئے۔ ہمارے تعلقات کے بارے میں قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔ لیکن ہم میں سے کسی نے بھی تصدیق یا تردید نہیں کی۔ یہ معاملہ یونہی معلق رہا۔ رسالوں کو بوس و کنار والی ہماری کسی تصویر کا انتظار رہا۔ یہ تصویر انہیں کبھی نہیں ملی۔ اس لئے کہ ہم دونوں اسے فحش سمجھتے تھے۔ وہ اپنی فلم بندی میں اور میں اپنے کام میں مصروف رہا۔ جب فرصت ہوتی میں میلان چلا جاتا اور جب اسے موقع ملتا وہ پیرس چلی آتی ہم ایک دوسرے کے قریب رہے لیکن ایک دوسرے کے دست نگر نہیں رہے۔

میری روح کی بے چینیوں سے میری انجان بنی رہی۔ میں بھی اس کی داخلی چوٹ سے انجان بنا رہا۔ (اسے زندگی میں کوئی بھی آدمی مل سکتا تھا۔ لیکن وہ ایک شادی شدہ پڑوسی کے عشق میں مبتلا تھی)۔ پھر دونوں دوست تھے، ساتھی تھے۔ ساتھ ہی خوشیاں حاصل کرتے۔ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے درمیان ایک قسم کی محبت سی ہوگئی تھی جو اس محبت سے مختلف تھی جو میرے دل میں ایستھر کے لئے تھی یا جو میری اپنے پڑوسی کے لئے محسوس کرتی تھی۔

میں نے کتابوں پر دستخط کرنے کا سلسلہ دوبارہ شروع کردیا۔ میں لکچر دینے کی دعوتیں قبول کرنے، مضامین لکھنے، فلاحی ڈنر میں شامل ہونے، ٹیلی وژن پروگرام میں شریک ہونے اور ابھرتے ہوئے فنکاروں کی مدد کرنے میں مصروف ہوگیا۔ مجھے جو کرنا چاہئے تھا یعنی کہ کتاب لکھنے کے سوا سبھی کچھ کیا۔

مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں تھا۔ مجھے یقین ہوگیا تھا کہ ایک رائٹر کی حیثیت سے میرا کیریر ختم ہوگیا ہے۔ وہ عورت ہی نہیں رہی جس نے مجھے اس کے لئے تیار کیا تھا۔ جب تک ہوسکا میں نے اپنے خواب کی زندگی گزار لی۔ میں ان خوش نصیب لوگوں سے بہتر ہی رہا جنہیں اس طرح کے مواقع حاصل رہے۔ باقی زندگی میں عیاشوں میں گزار سکتا ہوں۔

ہر صبح میں یہی سوچتا۔ دوپہر ہوتے ہوتے خیال آتا کہ درحقیقت مجھے لکھنا پسند ہے۔ رات گئے پھر یہ محسوس ہوتا کہ میرا خواب پورا ہوگیا اب مجھے کچھ اور کرنا چاہئے۔

آئندہ سال اسپین میں مقدس سال کے طور پر منایا جانے والا تھا۔ جب بھی 25 جولائی کو اتوار کا دن پڑتا ہے وہ سال مقدس ہوتا ہے اور سنتیا یگو کا گرجا گھر 365 دن کھلا رہتا روایت کے مطابق جو کوئی اس سکے دوروازے سے گزرتا ہے اسے بڑے فضائل و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ اسپین بھر میں پورا سال یادگاری تقریبات سے پر ہوتا ہے۔ میں یاترا سے پہلے ہی فیض یاب ہو چکا تھا۔ اس لئے میں نے طے کیا باسک (Basqke) میں ایک لیکچر دینے جاؤں گا۔ اور اپنے معمول سے ہٹنے کی خاطر 1400 کلومیٹر کا یہ سفر طے کرنے کے لئے اکیلے ڈرائیو کرنے کا فیصلہ کیا۔

ہر جگہ، یہاں تک کہ ان جگہوں پر بھی جہاں میں پہلے نہیں گیا تھا۔ میری (ظاہر) محبوبہ کی یاد آتی رہی۔ میں سوچتا ایستھر یہ جگہ دیکھ کر کتنی خوش ہوتی۔ اس ریسٹوران میں کھانے اسے کتنا اچھا لگتا یا اس دریا کے کنارے چلتے ہوئے وہ کتنی محظوظ ہوتی۔ میں نے رات بیون (beyonne) میں بسر کی، سونے سے پہلے میں نے ٹی وی کھولا تو معلوم ہوا کہ غیر متوقع برفانی طوفان کی وجہ سے فرانس اور اسپین کی سرحد پر 5000 ٹرک رکے ہوئے ہیں۔

میں صبح یہ سوچتے ہوئے اٹھا کہ مجھے پیرس واپس ہوجانا چاہئے۔ تقریب میں شریک نہ ہونے کی وجہ معقول تھی۔ منتظم خود ہی سمجھ جائیں گے۔ ٹرافک جام ہے۔ سڑکوں پر برف ہی برف ہے فرانس، اسپین کی دونوں حکومتوں نے باہر نہ نکلنے کی تاکید کی ہے۔ صورت حال صبح کو اور بھی بدتر ہوگئی 17000 لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ شہری دفاع والے ان کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا بندوبست کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کاروں کے پٹرول ختم ہیں اور ھیٹر بھی بند ہیں۔

ہوٹل کے اسٹاف نے بتایا کہ ایک چھوٹی سی سڑک اور بھی ہے جو مجھے اپنی منزل تک پہنچا سکتی ہے مگر دو گھنٹے کی ڈرائیونگ زیادہ ہوگی۔ سڑک کے حال کی کوئی ضمانت نہیں تھی۔ بہر حال میں نے اپنا سفر جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ شاید میرے ذہن میں وہاں

کے لوگوں کا جوش وخروش موجزن تھا۔ جو صدیوں قدیم کلیسا کی مرمت میں لگے ہوئے تھے اور اپنی محنتوں کی جانب توجہ مبذول کرانے کے لئے چند اہل قلم کو لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا تھا۔ یا پھر یہ امریکی کہاوت سامنے تھی۔ ''سفر اہم ہے نہ کہ زندگی۔''

لہٰذا میں نے سفر جاری رکھا۔ کافی پریشان کن گھنٹوں کے بعد وی ٹوریا (Vitoria) پہنچا جہاں مجھ سے زیادہ پریشان حال افراد میرا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایسا برفانی طوفان گذشتہ 30 برس میں کبھی نہیں آیا۔ ان لوگوں نے میرا شکریہ ادا کیا اور اپنے طے کئے گئے پروگرام کا سلسلہ جاری رکھا جس میں سانتا ماریہ کلیسا کی زیارت شامل تھی۔

چمکتی ہوئی آنکھوں والی ایک جواں سال خاتون نے کہانی سنائی۔ شروع میں شہری دیوار تھی۔ دیوار کے ایک حصے کو عبادت خانہ بنایا گیا۔ برسوں بعد اسے گرجا میں تبدیل کر دیا گیا۔ ایک اور صدی کے بعد یہ گوتھک کلیسا بن گیا۔ اس طرح صدیوں سے اس کے ڈھانچے اور تعمیر میں تبدیلیاں ہوتی گئیں۔ نقائص درست ہوتے گئے۔

اور کلیسا نے سب کچھ برداشت کیا۔

میں کلیسا کے مختلف حصے دیکھتا رہا۔ مرمت کے کاموں کا جائزہ لیا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اب یہ کلیسا اپنی حتمی تکمیل کو پہنچا ہے۔ لیکن باتوں کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے کہ آئندہ کیا کرنا ہے اور پہلے کیا کمی رہ گئی تھی۔

اور پھر اچانک میرے اندر ایک اہم خیال پیدا ہوا۔ یہ کلیسا دراصل میں ہوں۔ یہ ہم سب ہیں۔ ہم سب بڑھتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ خامیاں نظر آتی رہتی ہیں اور درست ہوتی رہتی ہیں۔ کوئی حتمی حل نہیں ہوتا۔ تبدیلیاں چلتی رہتی ہیں۔ دیواروں، دروازوں اور دریچوں کو سنوارنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے اندر کے خلا کو پُر کرنے کے لئے جہاں ہم سب سے اہم اور قابل احترام شے کی پرستش کرتے ہیں۔

جی ہاں، ہم سب کلیسا ہی تو ہیں۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ لیکن میرے اندرونی کلیسا کی خالی جگہ میں کون براجمان ہے؟

ایستھر، میری محبوبہ، محبت (ظاہر)۔

اسی نے خلا کو پر کر رکھا ہے۔ وہی میرے جینے کا واحد سبب ہے۔ میں ادھر ادھر

دیکھتا ہوں اور اپنے لیکچر کی تیاری میں لگا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے برفانی طوفان، ٹرافک جام اور سڑکوں پر جمی برف کا سامنا کیوں کیا۔ میں خود ہر دن یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنی تعمیر کرنی ہے اور اپنی پوری زندگی میں پہلی مرتبہ یہ تسلیم کرنا ہے کہ میں ایک دوسرے شخص کو اپنے آپ سے بھی زیادہ چاہتا ہوں۔

پہلے سے بہتر موسم میں پیرس لوٹتے ہوئے ٹرافک پر دھیان رکھنے کے باوجود مجھ پر ایک بے خودی کی سی کیفیت طاری تھی۔ جب میں کمرے میں آیا تو میں نے نوکرانی سے کہا کہ کسی کو اندر آنے نہ دے۔ راتوں کو یہیں سوئے صبح ناشتہ اور دوپہر اور رات کا کھانا تیار کردے۔ میں نے انٹرنیٹ کے آلات بھی توڑ ڈالے فون کا پلگ الگ کردیا۔ اور اپنے موبائل کو ایک بکس میں رکھ کر اسے اپنے پبلشر کو بھیج دیا کہ اور کہہ دیا کہ جب تک میں لینے نہ آؤں اپنے پاس رکھے رہے۔

ایک ہفتہ تک صبح کو میں دریائے سین کے کنارے سیر کرتا رہا۔ جب میں واپس آتا میں خود کو اپنی اسٹڈی میں بند کرلیتا۔ مجھے ایسا لگا کہ میں کسی فرشتہ کی آواز سن رہا ہوں۔ میں کتاب لکھ رہا ہون یا اپنے خوابوں کی عورت کو ایک طویل خط، وہ عورت جو میری محبت ہے اور جس سے میں ہمیشہ محبت کرتا رہوں گا۔ یہ ایک دن اس کے ہاتھوں میں ہوگا، نہ بھی ہو تو کیا ہوا۔ مجھے اس کی روح کی محبت میں سکون تو آ گیا۔ میرے زخم خوردہ انا کو تسکین تو مل گئی۔ اب میں ہر کونے، ہر بار، ہر سینما، اور ہر ریسٹوران میں ایستھر کو تلاش نہیں کروں گا۔ نہ ہی میں اسے میری یا اخبار میں ڈھونڈھونگا۔

برعکس، اس کے مجھے خوشی ہے کہ وہ موجود ہے۔ اس نے مجھے بتادیا ہے کہ میں اس محبت کے قابل ہوں جس کے بارے میں مجھے خود کچھ معلوم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میری بے چینی ختم ہوگئی اور میں پرسکون ہوں۔

میں (ظاہر) سے محبت کا قائل ہوگیا۔ یہی احساس مجھے مقام تقدیس یا حالتِ بے خودی میں لے جانے کا باعث ہوگا۔

کتاب کا نام ایک کلیسائی نظم سے لیا تھا، اے ٹائم ٹورینڈ اینڈ اے ٹائم ٹو سو (ادھیرنے کا وقت اور بخیہ کرنے کا وقت)۔ جو اپریل کے آخر میں شائع ہوئی اور مئی

کے دوسرے ہفتہ کے دوران اس کا شمار سب سے زیادہ بکنے والی کتابوں کی فہرست میں پہلے نمبر ہو گیا۔

ادبی رسالے کبھی بھی میری حمایت نہیں کرتے تھے۔ میری مخالفت دوگنی ہوئی میں نے چند تراشے کاٹ کر اپنی نوٹ بک میں چسپاں کردئے۔ دیکھا کہ بنیادی طور وہی کچھ لکھا گیا تھا جو پہلے برسوں میں لکھا جاتا رہا ہے۔ صرف کتاب کا نام بدلا ہوا ہے۔

''اس پریشان کن دور میں ایک بار پھر مصنف نے محبت کی کہانی لکھ کر ہمیں حقیقتوں سے فرار کا راستہ دکھایا ہے۔ گویا لوگ محبت کے بغیر بھی رہ سکتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جملے سطحی طرز نگارش۔۔۔ جیسے لمبے لمبے جملے گہرائی کا مترادف ہوتے ہیں۔''

''مصنف نے کامیابی کا راز ۔ مارکٹینگ، دریافت کرلیا ہے۔ میرا تعلق گویا ایسے ملک سے ہے جہاں کی ادبی روایت بھی قدیم ہے اور میرے پاس اتنی دولت ہے کہ میں نے اپنی کتاب کی تشہیر میں کافی سرمایہ لگایا ہے۔''

چند جائزے مختلف بھی تھے۔ میں نے گذشتہ برس کے اسکینڈل کا فائدہ اٹھایا ہے۔ اور پیسے کمائے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی ان منفی جائزوں کی وجہ سے کتاب کی فروخت میں اضافہ ہوا۔ میرے پرانے پڑھنے والوں نے بہرحال کتابیں خریدیں۔ ان خریداروں کو مایوسی بھی ہوئی جو ایستھر کے غائب ہوجانے کے سلسلہ میں مجھ سے کچھ جاننا چاہتے تھے۔ انہیں میرے خلاف تنقید اچھی بھی لگی ہوگی۔ کتابیں شائع کرنے والے دوسرے ممالک میں حقوق فروخت ہو گئے۔

میری نے وہ پہلے پڑھا تھا۔ اس کا وہ عمل میرے اندازے کے مطابق تھا۔ بجائے جلنے یا یہ کہنے کہ میں بے جا طور پر اپنی روح پر دباوء ڈال رہا ہوں اس نے میری حوصلہ افزائی کی اور کامیابی پر بہت خوش ہوئی۔ حالانکہ اس وقت وہ ایک غیر معروف صوفی کی کتاب کا مطالعہ کررہی تھی۔ جس کا ذکر اپنی گفتگو میں بار بار کرتی تھی۔

''جب لوگ تعریفیں کرتے ہیں تو ہمیں اپنے برتاؤ پر گہری نظر رکھنا چاہئے۔''

''نقادوں نے کبھی بھی تعریف نہیں کی۔''

''میرا مطلب تمہارے قارئین سے ہے۔ تمہارے پاس پہلے سے بھی زیادہ

خطوط آئے ہیں۔ تمہیں یقین ہونے لگا ہوگا کہ تمہاری شخصیت بہتر ہوگئی ہے۔ لہٰذا تم اس خیال کے زیر اثر بے جا احساس تحفظ میں مبتلا ہو جاؤ گے جو بہت خطرناک ہوسکتا ہے۔''

''جب سے میں نے ویٹوریا کے کلیسا کی زیارت کی ہے۔ میں اپنے آپ میں پہلے سے بہتر ہوگیا ہوں۔ قارئین کے خطوط سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ بات ممکن ہے تمہیں حماقت لگےلیکن میں نے محبت کو دریافت کرلیا ہے۔''

''زبردست۔ کتاب میں جو بات مجھے اچھی لگی وہ یہ ہے کہ تم نے کہیں بھی اپنی سابقہ بیوی پر نہ کوئی الزام عائد کیا اور نہ ہی اپنے آپ پر۔''

''میں نے ایسی باتوں پر وقت ضائع نہ کرنا سیکھ لیا ہے۔''

''خوب۔ کائنات ہی ہماری غلطیاں درست کرنے کی ذمہ دار ہے۔''

''ایستھر کے غائب ہوجانے کو بھی تم ایک قسم کی ''درستگی'' سمجھتی ہو؟''

''میں کسی تکلیف اور المیہ کو درستگی کا حصہ نہیں مانتی۔ یہ سب زندگی کے اجزا ہیں۔ یہ کوئی سزا نہیں ہے۔ عام الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قدرت ہمیں ہماری سب سے زیادہ اہم شے (دوست) چھین کر بتاتی ہے کہ ہم کہاں غلطی کررہے ہیں۔ اور میں یہاں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ تمہارے ساتھ بھی یہ ہو رہا ہے۔''

''مجھے حال ہی میں یہ معلوہوا کہ ہمارے سچے دوست وہ ہیں جو اچھے وقتوں میں ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ ہمارا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ ہماری کامیابی سے خوش ہوتے ہیں۔ جھوٹے دوست ایسے وقت سامنے آتے ہیں۔ جب مشکل وقت ہوتا ہے۔ ان کے چہرے پر ہمدردی اور حمایت کے آثار ہوتے ہیں۔ دراصل ہماری تکلیف ان کی دکھوں بھری زندگی کے لئے ایک تسکین کا باعث ہوتی ہے۔ گذشہ سال جب میں پریشانیوں سے دوچار تھا بہت سے وہ لوگ مجھے تسلیاں دینے آئے جنہیں میں نے پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ مجھے ایسی باتوں سے نفرت ہے۔''

''میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔''

''میں بہرکیف میری، تمہارا بہت مشکور ہوں کہ تم میری زندگی میں آئیں۔''

''اتنی جلدی اس قدر مشکور ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابھی ہمارے تعلقات

میں مضبوطی نہیں آئی ہے۔ میں سوچ رہی ہوں کہ کیوں نہ پیرس آجاؤں یا تم سے کہوں کہ تم میلان منتقل ہو جاؤ۔ ہم میں سے کسی کو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم ہمیشہ گھر پر ہی کام کرتے ہو اور میں کام کے لئے باہر جاتی ہوں۔ اب تم موضوع بدلنا چاہتے ہو یا اس تجویز کے امکانات پر ہم تبادلہ خیال جاری رکھیں؟''

''میں موضوع بدلنے کے حق میں ہوں۔''

''پھر ہمیں کوئی اور بات کرنی چاہئے۔ کتاب لکھنے کے لئے بڑی ہمت درکار ہوتی ہے مجھے حیرت ہے کہ تم نے اس جوان آدمی کا ایک بار بھی ذکر نہیں کیا۔''

''مجھے اس سے دلچسپی نہیں۔''

''دلچسپی لینی ضروری ہے۔ بار بار تمہیں اپنے آپ سے پوچھنا چاہئے اس نے آخر اسے کیوں چنا؟''

''میں نے کبھی اپنے آپ سے یہ سوال نہیں کیا۔''

''جھوٹ بولتے ہو۔ میں نے یقینی طور پر یہ جاننا چاہا کہ میرے پڑوسی نے اپنی بورنگ مسکراتی، ہر وقت گھریلو کام، بچوں اور بلّیوں کی دیکھ بھال میں مصروف بیوی کو طلاق کیوں نہیں دی۔ جب میں خود سے سوال کرسکتی ہوں تو تم کیوں نہیں کر سکتے۔''

''تم گویا یہ کہہ رہی ہو کہ چونکہ اس نے میری بیوی کو چرالیا ہے اس لئے میں اس سے نفرت کرتا ہوں؟''

''نہیں، میں تم سے یہ سننا چاہتی ہوں کہ تم نے اسے معاف کردیا ہے۔''

''نہیں یہ نہیں کرسکتا۔''

''میں جانتی ہوں یہ مشکل ہے لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تم اس کی جانب سے ملے ہوئے دکھ کو کبھی بھلا نہ پاؤ گے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم اسے پسند کرنے لگو، اسے فرشتہ سمجھو۔ اس کا نام کیا تھا کوئی روسی قسم کا؟''

''اس کے نام سے کیا لینا۔''

''دیکھو، تم اس کا نام بھی لینا نہیں چاہتے۔ تم توہم پرست تو نہیں ہو؟''

''میخائل ہے اس کا نام۔''

''نفرت کی شدت تمہیں کہیں کا نہیں رکھے گی لیکن معافی کی قوت جو محبت سے

عیاں ہوتی ہے وہ تمہاری زندگی کو مثبت انداز میں بدل دے گی۔''

''تم اب محبت کا کوئی سائیں بابا لگ رہی ہو۔ نظریاتی بات کر رہی ہو جس کا عملیت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ مت بھولو کہ پہلے بھی مجھے برا لگا ہے۔''

''تم اب بھی اسکول کا ایک ایسا بچہ اپنے اندر پال رہے ہو جو اپنے والدین سے اپنے آنسو چھپا رہا ہو۔ تمہارے اندر اب بھی وہ کمزور سا بچہ موجود ہے جو اسپورٹس میں اچھا ہے اور نہ ہی اسے کوئی دوست ملی ہو۔ تم ابھی تک اپنی زندگی کے وہ داغ مٹانے میں کامیاب نہیں ہوئے ہو جو زمانہ کی بے انصافیوں نے دئے ہیں۔ لیکن حاصل کیا ہوگا؟''

''یہ سب تم سے کس نے کہا؟''

''بس مجھے معلوم ہے۔ میں یہ سب تمہاری آنکھوں میں دیکھ رہی ہوں۔ اس سے کچھ حاصل نہیں سوائے مایوسی کے۔ یا پھر انتقام پر اتر آنا۔ یہ سب تضیع اوقات نہیں؟''

''یہ محض انسانی جذبۂ عمل ہے۔''

''ٹھیک ہے، یہ ہے لیکن اس کے پیچھے ذہانت یا معقولیت نہیں ہے۔ وقت کی عزت کرو۔ معلوم ہونا چاہئے کہ خدا نے ہمیشہ تمہیں معاف کیا ہے اور وہ ہمیشہ معافی دیتا رہے گا۔

کتابوں کی بڑی سی دکان میں کتابوں پر دستخط لینے والوں کا ایک مجمع موجود تھا۔ میں نے ان کی طرف دیکھا اور سوچنے لگا کہ ان میں سے کتنے لوگ ہوں گے جو اس تجربے سے گزرے ہوں گے جن سے میں اپنی بیوی کے ساتھ گذرا ہوں۔

بہت ہی کم۔ شاید ایک یا دو۔

لکھنا دنیا کا ایک انتہائی انفرادی سرگرمیوں میں سے ایک ہے۔ دو سال میں ایک بار میں کمپوٹر کے سامنے بیٹھتا ہوں۔ اپنی روح کے لامعلوم سمندر کو غور سے دیکھتا ہوں۔ چند ایک جزیرے نظر آتے ہیں۔ خیالات راہ پاتے ہیں اور اظہار کے لئے بے چین ہوتے ہیں۔ پھر میں اپنی کشتی یعنی الفاظ پر سوار ہو جاتا ہوں اور قریب تر جزیرے کے لئے روانہ ہو جاتا ہوں۔ راستے میں لہریں، ہوا اور طوفان کا ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن میں

اپنی کشتی کھینچتا رہتا ہوں۔ یہاں تک کہ تھک جاتا ہوں اور یہ جاننے لگتا ہوں کہ اپنی منتخب راہ سے بھٹک گیا ہوں اور وہ جزیرہ بھی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا ہے جو میری نظر میں تھا۔

میں واپس بھی نہیں ہوسکتا۔ آگے بڑھتے ہی رہنا ہے ورنہ میں بیچ سمندر میں کھوجاؤں گا۔ اس نکتہ پر میرے ذہن میں خوفناک مناظر کا ایک سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ مثلاً میں کیوں نہ ماضی کی کامیابیوں کے سہارے باقی زندگی گزار دوں، یا نئے لکھنے والوں کے خلاف تنقیدوں کا سلسلہ شروع کردوں محض اس لئے کہ اب میرے اندر نئی کتابوں کی اشاعت کا حوصلہ نہیں ہے۔ کیا میں ایک لیکھک ہونے کا خواب نہیں دیکھتا ہوں؟ تو پھر مجھے جملے بنانے ہیں۔ پیراگراف لکھنا ہے۔ باب کی تخلیق کرنا ہے۔ آخری دم تک لکھنا ہے اور اپنے آپ کو کامیابی اور ناکامی کی الجھنوں سے محفوظ رکھنا ہے۔ ورنہ میری زندگی کے معنی کیا رہ جائیں گے؟ بس یہی کہ فرانس کے جنوب میں ایک کارخانہ خریدلوں، اور باغبانی کرنے لگوں؟ لکچر دینا شروع کردوں۔ اس لئے کہ بولنا، لکھنے سے زیادہ آسان ہے؟ سوچے سمجھے انداز میں دنیا سے کنارہ کش ہوجاؤں اور اپنے پیچھے ایک پراسرار کہانی چھوڑ جاؤں جو مجھے دنیا کی بہت سی لذتوں سے دور کردے؟

ان پریشان کن خیالات سے گذر کر میں نے اپنے اندر ایک طاقت اور حوصلہ محسوس کیا جس کی مدد سے میں اپنی روح کے لامعلوم معنی کی جانب بڑھا۔ میں نے اپنی کشتی کو سمندری دھارے پر چھوڑ دیا اور وہ اس جزیرے کے پاس لنگر انداز ہوگئی جس کی طرف چلا تھا۔ میں دن رات وہی کچھ بیان کرتا رہا جو دیکھتا رہا۔ تعجب بھی ہوتا کہ یہ میں کیوں کررہا ہوں۔ خود سے کہتا کہ اتنی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے کسی کے سامنے یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مجھے وہ مل گیا ہے جو میں چاہتا تھا۔ بلکہ میرے خواب سے بھی زیادہ۔

میں نے نوٹ کیا کہ میں انہی تمام سلسلوں سے گذرا جن سے میں اپنی پہلی کتاب لکھنے کے وقت گذرا تھا۔ صبح نو بجے اٹھا۔ ناشتہ کے فوراً بعد کمپوٹر کے سامنے بیٹھا بعد میں اخبارات پڑھے اور واک کو نکلا۔ قریبی بار میں گیا۔ گپ شپ کی۔ گھر واپس آیا۔ کمپوٹر دیکھا۔ متعدد فون کال کیئے۔ لنچ کھاتے ہوئے سوچا کہ مجھے گیارہ بجے تک

لکھنا شروع کر دینا چاہئے تھا۔ اب تو نیند آنے لگی تھی۔ میں سو گیا۔ پانچ بجے شام کو اٹھا۔ اس طرح سارا دن ضائع ہو گیا۔ غلطی کا احساس لئے میں نے سوچا کہ کیوں نہ کم از کم آدھا گھنٹہ ہی کچھ لکھ لوں؟

میں نے فرائض کے طور پر لکھنا شروع کیا۔ لیکن ''آمد'' مجھ پر طاری ہو گئی۔ لکھتا چلا گیا۔ ملازمہ نے رات کے کھانے کے لئے بلایا۔ میں نے رکنے کو کہا۔ ایک گھنٹے کے بعد اس نے پھر یاد دلایا۔ میں نے بھوک محسوس کی پر میں لکھتا رہا۔ بس ایک سطر اور ایک فقرہ اور، ایک صفحہ اور ۔۔۔ جب میں میز پر کھانے کے لئے بیٹھا تو کھانا ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ بہر حال زہر مار کیا اور پھر کمپوٹر کے نزدیک آ گیا۔ خوابوں کا جزیرہ سامنے تھا۔ کوفی پیتا گیا اور دو بجے صبح کو میری آنکھیں تھک چکی تھیں اس لئے میں بستر میں گیا۔ سونے سے پہلے یہ عہد کیا کہ کل دن گیارہ بجے سے لکھنا شروع کروں گا۔ لیکن پھر وہی معمولات ۔ اس طرح ہفتوں گزر گئے اور اچانک محسوس ہوا کہ ختم شد کے قریب ہوں۔ اور پھر میرے ذہن میں ایک خلا سا محسوس ہوا کہ ویسے کوئی تھا جو مجھے سے لکھوا رہا تھا۔

جب میں قلمکاروں کی سرگزشت میں یہ پڑھتا تھا کہ مصنف محض ایک ٹائپسٹ ہوتا ہے کتاب خود بخود تیار ہو جاتی ہے تو مجھے لگتا تھا کہ یہ صرف اپنی کارگذاری کو دلچسپ بنانے کے لئے کہا جاتا ہے۔ لیکن اب مجھے معلوم ہے کہ یہ بالکل سچ ہے۔ کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ لہریں کیوں کسی مخصوص جزیرے کی طرف لے جاتی ہیں جو مقصود نہیں ہوتا۔

میرے لئے یہ بڑی حیرت کی بات ہوتی ہے کہ دوسرے سارے لوگ بھی اسی جزیرے کی تلاش میں ہوتے ہیں جو میری کتاب میں ہوتا ہے۔ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے، اور پھر تیسرے سے اور اس طرح ایک پراسرار سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے۔ اور مصنف کی یہ اکیلی کوشش بہت سے انسانوں کے لئے ایک پل، ایک کشتی بن جاتی ہے جس کے ذریعے سوچوں کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد سے میں نے اپنے آپ کو تنہا نہیں محسوس کیا۔ میں اپنے قارئین میں رہتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ میرے پڑھنے والے بھی سمجھتے

ہیں۔

مقررہ وقت پر میں نے کتابوں پر دستخط کرنے شروع کئے۔ لوگ محبت اور عزت سے دیکھ رہے تھے۔ ہاتھ ملا رہے تھے۔ خطوط و تحائف بھی دے رہے تھے۔ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد میں نے کچھ دیر کے لئے مہلت چاہی۔ لوگوں نے بخوشی اتفاق کیا۔ جب میں میز پر واپس آیا تو میرے اندر کافی انرجی تھی۔ لیکن رات ہو چکی تھی۔ بھیڑ بھی کم ہو رہی تھی۔ آخر میں ایک شخص رہ گیا تھا جس نے آنکھیں چار ہوتے ہی کہا۔ ''میں نے آخر تک انتظار اس لئے کیا کہ میرے پاس آپ کے لئے پیغام ہے۔''

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا جواب دوں۔ پبلشر، دکاندار اور دوسرے لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ہم سب جلد ہی کھانے پینے کے لئے باہر جانے والے تھے کہ وہ میرے سامنے تھا۔ میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لیکن یہ جانتا تھا کہ وہ کون ہے۔ میں اس کے ہاتھ سے کتاب لے کر اس پر لکھا۔ ''میخائل کے لئے بہترین تمناؤں کے ساتھ۔''

میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ ایک لمحہ کے لئے مجھے خیال آیا کہ یہی وہ شخص ہے جو مجھے میری محبوب (ظاہر) کو ملا سکتا ہے یا دور رکھ سکتا ہے۔

''میں آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ خیریت سے ہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ کی کتاب بھی پڑھی ہو۔''

ناشر، کتب فروش اور دوسرے لوگوں نے مجھے گھیر لیا۔ بغلگیر ہونے لگے۔ خوش ہوئے اور کہا کہ چلیں کہیں چل کر کچھ مزے کریں۔ کھائیں، پیئیں، میں نے کہا۔

''میں اس نوجوان کو اپنی دعوت میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ قطار میں کھڑا آخری شخص ہے۔ اسے تمام قارئین کا نمائندہ سمجھ لیا جائے۔''

''نہیں، نہیں، میں شامل نہیں ہو سکتا ہوں۔ میری دوسری مصروفیت ہے۔'' اس نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے گھبراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''میں صرف آپ کو پیغام دینے آیا تھا۔''

''کیسا پیغام؟'' ایک کتب فروش نے دریافت کیا۔

''یہ تو کبھی کسی کو دعوت نہیں دیتے ہیں۔'' میرے پبلشر نے بتایا۔ ''آؤ بھی یار چل کر کچھ کھائیں پئیں۔''

''آپ کی بڑی مہربانی۔ مجھے ہر جمعرات کو ایک میٹنگ میں جانا ہوتا ہے۔''

''میٹنگ کس وقت شروع ہوگی؟''

''دو گھنٹے میں۔''

''یہ کہاں ہوتی ہے؟''

''ایک آرمینی ریستوران میں۔''

میرا ڈرائیور نے جو آرمینی ہے پوچھا کہ کون سا ریستوران اور کہا کہ ہم جہاں جا رہے ہیں وہاں سے پندرہ منٹ کی دوری پر واقع ہے۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' میری نے پوچھا۔

''میخائل۔''

''اچھا میخائل آپ گھنٹہ ایک کے لئے کیوں۔ ہمارے ساتھ نہیں چل رہے۔ بعد میں ڈرائیور جہاں آپ جانا چاہیں گے آپ کو چھوڑ دے گا۔ ایسا لگا کہ میری سب کچھ سمجھ گئی تھی۔

میں مسلسل اسے دیکھتا رہا۔ وہ نہ خوبصورت تھا نہ بدصورت اس کا قد لمبا تھا نہ پستا۔ وہ صاف ستھرا کالے لباس میں ملبوس تھا۔ میری اسے ساتھ لے کر باہر کی طرف آگے بڑھی۔ میرے پاؤں کانپ رہے تھے اور میرا دل دھڑک رہا تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو سنبھال رکھا تھا۔ لوگ تقریب کی کامیابی پر خوش ہو رہے تھے۔

میں نے اسے کیوں مدعو کیا؟ پبلیشنگ ہاؤس کے ارکان مجھ سے باتیں کئے جا رہے تھے۔ اور میں جواب دئے جا رہا تھا۔ لیکن میری سوچ کہیں اور تھی۔ میں یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں نے ایسے کسی شخص کو کیوں دعوت دی جس سے مجھے نفرت کرنے کا حق پہنچتا تھا؟ کیا میں ایستھر کا پتہ جاننا چاہتا تھا؟ کیا میں ایک ایسے آدمی سے انتقام لینا چاہتا تھا جو کھویا کھویا سا عام نوجوان ہے اور جس نے میری بیوی، محبوبہ کو اپنے دام میں پھانس لیا ہے؟ کیا میں اپنے آپ کو اس سے بہتر ثابت کرنا چاہتا ہوں؟ کیا میں اسے رشوت دینا چاہتا ہوں؟ کیا میں چاہتا ہوں کہ وہ میری بیوی کو واپس آنے

پر راضی کرے؟

میں ان میں سے کسی سوال کا جواب نہ دے سکا۔ میں صرف دعوت کے الفاظ ہی کہہ سکا۔ ان خیالوں سے باہر آیا تو میں نے اپنی توجہ میری کی جانب موڑ دی جو مجھ سے چند قدم پر میخائل سے بانہیں ملائے اس طرح چل رہی تھی جیسے وہ اس کی گرل فرینڈ ہو۔ مجھے حیرت ہو رہی تھی وہ کیوں میری مدد کر رہی ہے جب کہ اسے معلوم ہے کہ یہ شخص مجھے میری بیوی کا پتہ دے سکتا ہے۔ جب ہم اپنی منزل کو پہنچے تو میخائل مجھ سے دور ہی بیٹھا غالباً اس لئے کہ مجھ سے بات چیت کرنے سے کترا رہا تھا۔ لوگ کھانے پینے اور خوش گپیوں میں مشغول ہو گئے۔ گرچہ ظاہر میں بھی حصہ لے رہا تھا۔ خوشی کا اظہار کر رہا تھا لیکن میرا دل اندر سے گھبرا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ میخائل کو بھول گئے وہ بھی پرسکون تھا۔ مجھے ایسا لگا کہ ایستھر پیرس ہی میں ہوگی۔ مجھے میخائل سے دوستی کا ناٹک کرنا ہوگا۔ اس کا اعتماد حاصل کرنا ہوگا۔ میری گھبراہٹ اور بے چینی دور ہو گئی تھی۔ اس طرح مزید ایک گھنٹہ گزر گیا۔ میخائل نے اپنی کلائی کی گھڑی دیکھی۔ وہ اٹھنے ہی والا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ اب مجھے کچھ کرنا ہی ہوگا۔

''آپ کیا کرتے ہیں؟'' میں نے باتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور جواب دیا۔ ''میں آرمینی ریستوران میں ایک میٹنگ کا اہتمام کرتا ہوں۔''

''اس میں ہوتا کیا ہے؟''

''میں اسٹیج پر کھڑا ہوتا ہوں اور کہانیاں سناتا ہوں اور سامعین میں سے لوگوں کو کہانی سنانے کی دعوت دیتا ہوں۔''

''میں بھی اپنی کتابوں میں یہی کرتا ہوں۔''

''جی، مجھے معلوم ہے۔ اسی ذریعے سے میں پہلے۔۔۔''

وہ غالباً اپنے بارے میں بتانے جا رہا تھا۔

''آپ کی پیدائش کہاں کی ہے؟'' میری نے بیچ میں پوچھا اور اسے جملہ پورا کرنے نہیں دیا۔ (''آپ کی بیوی سے ملا۔'')

''میں قزاقستان کے لق و دق میدانی علاقہ میں پیدا ہوا۔''

''قزاقستان۔ کون اتنا دلیر ہوگا جو پوچھے گا کہ قزاقستان کہاں ہے؟

''قزاقستان کہاں ہے؟'' کتب فروش کے ایک نمائندے نے ہمت کی۔
ان پر خدا کی رحمت ہو جو یہ تسلیم کرتے ہوئے نہیں گھبراتے ہیں کہ انہیں معلوم نہیں ہے۔

''میں منتظر ہی تھا کہ کوئی مجھ سے یہ پوچھے۔'' میخائل کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ ''جب بھی میں اپنی جائے پیدائش بتاتا ہوں تقریباً دس منٹ کے بعد لوگ کہتے ہیں کہ آپ پاکستان یا افغانستان کے رہنے والے ہیں۔ میرا ملک وسطی ایشیا میں ہے۔ اس کی آبادی مشکل سے ایک کروڑ 40 لاکھ ہے اور رقبہ فرانس سے بڑا ہے جس کی آبادی چھ کروڑ ہے۔''

''گویا وہاں جگہ زمین کا جھگڑا نہیں۔'' میرے پبلشر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یہ وہ ملک ہے جہاں گذشتہ صدی کے دوران کسی کو کسی قسم کی شکایت کا کوئی حق نہیں تھا۔''

خاموشی چھا گئی۔ تقریب کا ماحول کچھ افسردگی میں بدل گیا۔ ایک صاحب نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔ لیکن میں چاہتا تھا کہ میرا ''قاری'' اپنے ملک کے بارے میں مزید کچھ بتائے۔ میں نے پوچھا۔ ''یہ میدانی علاقہ کس طرح کا ہے؟''

''بس لق و دق وسیع میدان ہے کوئی زرعی پیداوار نہیں ہے۔''

مجھے یاد آیا کچھ دن ہوئے قزاقستان کے رائٹر نے مجھے ایک مسودہ بھیجا تھا جس میں وہاں کے ایٹمی تجربات کا بیان تھا۔ میرے ناشر نے ٹوکا۔

''ہمارے ملک کی زمین اور روح دونوں خون آلود ہیں۔ ان تجربات نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا۔ ہماری بہت سی آنے والی نسلیں اس کی قیمت چکاتی رہیں گی۔ ہم نے پورے سمندر کا وجود ہی غائب کر دیا۔''

''پورا سمندر تو کوئی غائب نہیں کر سکتا۔'' اب میری کے بولنے کی باری تھی۔

''میری عمر 25 سال کی ہے۔ ایک سال کے دوران وہاں جو پانی صدیوں سے بہہ رہا تھا وہ دھول اور گرد میں تبدیل ہو گیا۔ سابقہ حکومت کی زرعی پالیسی نے دریاؤں کا رخ موڑ دیا۔ کپاس کی پیداوار میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پالیسی کی اسی ناکامی نے سمندر کو خشک کر دیا۔ اور زرعی زمین بھی ریگستان بن گئی۔ اس کا اثر آب و ہوا پر بھی

پڑا۔ ڈھول اور نمک کے جھگڑے چلتے ہیں۔ تقریباً 5 کروڑ آبادی سرکاری افسران کی غلط پالیسی سے بری طرح متاثر ہوئی۔ جو تھوڑا سا پانی رہ گیا وہ اتنا آلودہ ہوگیا کہ طرح طرح کی بیماریوں کا سبب بن گیا۔''

میں اس کی باتوں کو اپنے ذہن میں نوٹ کرتا گیا تا کہ اپنے لیکچروں میں انہیں استعمال کرسکوں۔ اس کی آواز دھیرے دھیرے بھرائی جارہی تھی۔

''میرے دادا کہتے ہیں کہ پہلے سمندر کو نیلے پانی کی وجہ سے نیلا سمندر کہا جاتا تھا۔ اس کا اب وہاں کوئی وجود نہیں۔ پھر لوگ اپنے گھر بار چھوڑنے کو تیار نہیں۔ اب خواب دیکھتے ہیں کہ پانیوں کی لہریں ہوں گی۔ مچھلیاں ہوں گیں۔ اب بھی ان کے پاس مچھلی پکڑنے والے سامان موجود ہیں۔''

''ایٹمی تجربات کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا ہے کیا وہ سب سچ ہے؟'' پبلشر نے دریافت کیا۔

''میرے خیال سے میرے ملک میں پیدا ہونے والا ہر شخص وہی محسوس کرتا ہے جو زمین محسوس کرتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قزاقستان کے ہر باشندے کے خون میں اس کی زمین رچی بسی ہے۔ 40 سال تک ہماری سرزمین تجربات سے لرزتی رہی۔ 1989ء میں 456 تجربات ہوئے۔''

''میخائل نے اپنی گھڑی دیکھی، اگر آپ برا نہ مانیں۔ مجھے اب چلنا چاہئے۔''

میخائل نے سر کے اشارے سے سبھوں کو الوادع کہا اور مجھ سے بغلگیر ہوگیا۔ صرف یہ کہنے کے لئے کہ۔

''جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ وہ خیریت سے ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔''

میں نے عہد کیا کہ اب میں ایستھر کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ دو سال تک میں غیر شعوری طور پر یہ یقین کرتا رہا کہ اسے کسی نے اغوا کرلیا ہے یا پھر کسی دہشت گرد گروہ نے بلیک میل کیا ہے۔ اب جب یہ معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے اور بخیریت ہے۔ پھر میں اس سے ملنے کی کوشش کیوں کروں؟ میری سابقہ بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خوش رہے اور مجھے اس کے اس فیصلے کا احترام کرنا چاہئے۔

چار گھنٹے سے زیادہ یہ خیال میرے ذہن میں چکر کاٹتا رہا۔ سہ پہر کو میں کلیسا گیا۔ موم بتی جلائی اور یہ وعدہ کیا۔ مقدس اور متبرک وعدہ کہ اس سے ملنے کی کوشش کروں گا۔ میری نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ اب میں عمر کے اس حصے میں ہوں کہ اپنے آپ کو مزید دھوکہ نہیں دے سکتا کہ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ اس کے چھوڑ جانے کے فیصلہ کا احترام کرتا ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ جس نے مجھے اپنی زندگی کی تعمیر میں مدد کی ہے وہی مجھے تباہی کے اور قریب بھی لے آئی ہے۔ وہ ہمیشہ سے حوصلہ مند رہی ہے اس بار کیوں اس نے بزدلی کا ثبوت دیا ہے۔ چوروں کی طرح رات کو غائب ہوگئی۔ مجھ سے وہ کہہ سکتی تھی، میری بیوی (سابقہ بیوی) کی یہ حرکت اس کے کردار کے خلاف ہے مجھے اس کا سبب جاننا چاہئے۔

ایک ہفتہ گزر گیا میں نے انٹرویو دئے۔ مضامین لکھے۔ یوگا کیا۔ مراقبے میں گیا۔ روسی آرٹسٹ کے متعلق کتاب پڑھی۔ نیپال میں کئے گئے جرم کی کہانی پڑھی۔ دو کتابوں کے دیباچے لکھے اور چار کے لئے سفارشیں بھی کیں جو میں عموماً نہیں کرتا۔ میرے پاس فرصت ہی فرصت تھی۔ میں نے ''سہارا بنک'' کا قرضے چکانے کا فیصلہ کیا۔ دعوتیں قبول کیں۔ بچوں کے اسکولوں میں لیکچر دیا۔ گالف کلب میں وقت کاٹا۔ معمولی تقریب میں کتابوں پر دستخط کئے۔ میری سیکرٹری نے ریمارکس پاس کیا کہ میں ان دنوں بہت خوش ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ کتابوں کی اچھی بکری نے میری حوصلہ افزائی کی ہے۔

اس ہفتے میں نے دو کام نہیں کئے۔ ایک تو ٹائپ شدہ موصولہ مسودے میں نے نہیں پڑھے اور اپنے وکیل کے مشورے کے مطابق انہیں جلد از جلد واپس ارسال کردئے تاکہ کہانی نقل کرنے کا الزام نہ لگے۔ دوسرے یہ کہ میں نے نقشہ سے قزاقستان کے محل وقوع کا پتہ نہیں لگایا حالانکہ مجھے میخائل کے اعتماد حاصل کرنے اور اس کے قریب ہونے کے لئے اس کی رہائشی علاقہ کی تفصیلات جاننا چاہئے تھیں۔

لوگ بے چینی کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔ کہ کب دروازہ کھلے اور وہ ریستوران کے عقبی کمرے میں داخل ہوں۔ یہاں کوئی خاص دلکشی نہیں تھی۔ یہاں

تھیٹر جیسی کوئی بات نہیں تھی۔ اور نہ ہی کوئی آرٹ سنٹر جیسی حاضری تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ یہاں اتنے سارے لوگ کیوں نظر آرہے تھے۔ تفریحی مقامات کے اشتہارات میں بھی میں نے اس کا کوئی ذکر نہیں پایا تھا۔ میں نے ریستوران کے مالک سے گفتگو شروع کی اس نے کہا۔

''لوگوں کی تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے۔ میں اسے تھیٹر میں تبدیل کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہوں ایک صحافی نے مجھے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے میگزین میں ریستوران کے متعلق جائزہ بھی شائع کرائے گا۔ پھر جمعرات کے دنوں میں یہ کمرہ ریستوران کے استعمال میں بھی نہیں رہتا ہے۔ میں ان دنوں زیادہ پیسے بھی چارج کرتا ہوں۔ صرف مجھے تشویش ایک ہی بات کی ہے کہ ایکٹروں کا تعلق کسی خاص فرقے سے نہ ہو۔ آپ تو جانتے ہیں کہ پیرس میں قوانین کتنے سخت ہیں۔''

''جی ہاں، مجھے معلوم ہے۔ بعض آدمیوں نے تو میری کتابوں کو بھی ایسے خطرناک فلسفیانہ رجحانات اور مذہبی تعلیمات سے منسلک کردیا ہے جو یہاں کے عام اقدار سے میل نہیں رکھتے ہیں۔ اس معاملے میں فرانس اپنی آزاد خیالی کے باوجود ذرا سی کج ادائی کا شکار ہے۔ حال ہی میں برین واشنگ کے متعلق ایک طویل رپورٹ بھی شائع ہوئی ہے۔

''حالانکہ اسکول، یونیورسٹی، ٹوتھ پیسٹ، کار، فلم، شوہر، بیوی وغیرہ کے بارے میں لوگوں کی الگ الگ پسند ہوتی ہے۔ لیکن جب مذہب کی بات آتی ہے تو بہکاوے میں آجاتے ہیں۔''

''ان تقریبات کا اشتہار کیسے دیتے ہیں؟'' میں نے دریافت کیا۔

''مجھے معلوم نہیں۔''

چونکہ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ میں کون ہوں، میرے شبہات دور کرنے کے لئے اس نے مزید کہا۔ ''بہرحال یہ کوئی فرقہ نہیں ہے یہ لوگ محض ایکٹر ہیں۔''

کمرے کا دروازہ کھلا اور لوگ پانچ پانچ یورو دے کر اندر جانا شروع ہو گئے۔ اندر فوری طور پر بنائے گئے اسٹیج پر دو نوجوان لڑکے اور دو نوجوان لڑکیاں بے حس و حرکت کھڑے ہوئے تھے۔ سبھوں نے کلف لگے ہوئے سفید اسکرٹ پہنے ہوئے

تھے۔ ان کے علاوہ ایک بڑی عمر کا آدمی کونگا ڈھول اور ایک عورت کانسی کا مجیرہ لئے کھڑی تھی۔ جب وہ مجیرہ کی حرکت دیتی ایک عجیب سی دھاتی آواز پیدا ہوتی تھی۔ ان نوجوان لڑکوں میں ایک میخائل بھی تھا جو بلکل مختلف لگ رہا تھا۔ اور اس کی آنکھیں کسی خاص نکتے پر جمی ہوئی تھیں جن میں مخصوص چمک تھی۔

حاضرین بکھری ہوئی کرسیوں پر بیٹھنا شروع ہو گئے۔ مرد اور عورت ایسے لباس میں نظر آئے کہ اگر سڑکوں پر ہوتے تو یہ سمجھا جاتا کہ وہ نشے میں ہیں۔ ان میں سول افسران اور ان کی بیگمات والدین کے ساتھ آئے ہوئے بچے اور ایسے لوگ بھی تھے جو بڑی مشکلوں سے خاصہ فاصلہ طے کر کے یہاں تک پہنچے تھے۔

وہ لوگ سگریٹ اور شراب پینے اور خوش گپیوں میں اس طرح مصروف ہو گئے۔ جیسے اسٹیج پہ کوئی موجود ہی نہیں ہے۔ گپیں اور ہنسی کی آوازیں بڑھتی رہیں۔ واقعی کسی پارٹی کا سماں تھا۔ کیا یہ کسی فرقہ کا اجتماع تھا؟ یا محض تمباکو نوشوں کا ایک مجمع؟ میں بے چینی کے ساتھ ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کہیں عورتوں میں میری بیوی (آخر میں سابقہ بیوی لکھنے کا عادی کیوں نہ ہوا) تو نہیں۔ میں نے ایک خوش لباس خاتون سے دریافت کیا کہ اس کا مقصد کیا ہے۔ اس کے پاس جواب دینے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے مجھے اس طرح دیکھا کہ جیسے میں یہاں نیا نیا شامل ہوا ہوں اور مجھے اس پراسرار زندگی کی تعلیمات کی ضرورت ہے۔

''محبت کی کہانیاں'' اس نے کہا۔ ''کہانیاں اور طاقت۔''

کہانیاں اور طاقت۔ خاتون خاصی نارمل لگ رہی تھی۔ چھوڑو ان باتوں کو میں خود مقصد پالوں گا۔ میرے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے ایک شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں نے آپ کی کتابیں پڑھی ہیں اور اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔''

''میں بھونچکا رہ گیا۔ کیا وہ میری بیوی اور میخائل کے تعلقات کے بارے میں جانتا ہے؟ (میں نے پھر سابقہ بیوی کی جگہ صرف بیوی لکھ دیا)۔

''آپ جیسا مصنف تو ''ٹنگری'' کے متعلق تو ضرور جانتا ہوگا۔ ان لوگوں کا بڑا قریبی تعلق ان لوگوں سے ہے جنہیں ''روشنی کے سپاہی'' کہا جاتا ہے۔''

کبھی ٹنگری کا نام بھی نہیں سنا تھا۔

''جی ہاں، میں نے سکھ کا سانس لیا۔ میں نے
بیس منٹ کے بعد جب کہ پورا کمرہ سگریٹوں کے دھوئیں سے بھر گیا تھا مجیرے کی آواز آئی اور معجزاتی طور پر سناٹا چھا گیا۔ ایک مذہبی سکوت طاری ہوگیا۔ صرف باز و کے ریستوران سے کچھ کچھ آوازیں آرہی تھیں۔

میخائل پر ایک بے خودی سی طاری تھی اور وہ جیسے کسی نکتے کو گھورے جارہا تھا۔

اس نے کہنا شروع کیا۔

''منگولیائی تخلیق کائنات کی کہانی کے مطابق ایک جنگلی کتا آیا۔ جو نیلا اور بھور اتھا۔ جس کے لئے قدرت نے جوڑی چھوٹی ہرنی کو بنادیا تھا۔ اس کی آواز بدل گئی زیادہ نسوانی اور زیادہ پراعتماد ہوگئی تھی۔ اس طرح محبت کی ایک نئی کہانی شروع ہوئی۔ جنگلی کتے میں ہمت اور طاقت تھی، ہرنی میں نزاکت، نرم مزاجی اور الہام۔ اس طرح شکاری اور شکار مل گئے اور ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔ فطرت کے قانون کے مطابق ایک کو دوسرے کو مار ڈالنا چاہئے تھا۔ لیکن محبت میں نہ کوئی اچھا ہوتا ہے اور نہ برا۔ اس میں نہ کوئی تعمیر ہے نہ تخریب۔ بس ایک تحریک ہے۔ محبت فطرت کو بھی بدل دیتی ہے۔''

اس نے اپنے ہاتھوں سے اشارہ کیا اور اسٹیج پر چاروں اشخاص اپنی جگہ پر آگئے۔

''اس لق ودق میدان میں جہاں سے میں آیا ہوں وہ جنگلی کتا ایک نسوانی مخلوق نظر آیا۔ جذباتی، بزدل اور اپنی جبلت قائم رکھنے کے لئے شکاری بھی۔ وہ ظالمانہ طاقت استعمال نہیں کرتا ہے۔ بلکہ حکمت عملی سے کام لیتا ہے۔ حوصلہ مند، محتاط اور تیز، اپنے شکار پر جھپٹنے کے لئے لمحوں میں اپنے سکوت کو حرکت میں بدل سکتا ہے۔''

چونکہ میں کہانی کار ہوں، میں نے سوچا کہ ہرنی کا کیا ہوا؟ میخائل بھی کہانیاں سنانے کا عادی تھا اسی لئے اس نے میرے اس سوال کے جواب میں کہا۔

''ہرنی کے اندر تیز رفتاری اور سمجھداری کی مردانہ خصوصیات نظر آئیں۔ وہ دونوں اپنی علامتی دنیاؤں میں ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ دونوں ناممکنات نے ایک دوسرے کو پالیا۔ دونوں نے اپنی فطرت اور رکاوٹوں پر قابو پالیا اس طرح اپنی دنیا کو بھی ممکن کر دکھایا۔ یہی ہے منگولیائی تصور تخلیق کائنات۔ دو مختلف طبیعتوں کے اندر ایک محبت پیدا

ہوتی ہے۔ تضادات میں محبت کو تقویت ملتی ہے۔ مزاحمت اور تبدیلی میں محبت قائم رہتی ہے۔

''ہم اپنی زندگی پر نظر ڈالیں۔ ایک بڑے عرصے کے بعد ہی آج یہاں تک پہنچے ہیں۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ کمی محسوس کرتے ہیں۔ اور اسی لئے ہم آج رات یہاں جمع ہیں۔ تاکہ صبح یہ سمجھنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں کہ ہماری ہستی کیا معنی رکھتی ہے۔ یہ بے مطلب کی کہانیاں کہنا۔ ایسی حقیقتوں کا کھوج لگانا جو ہمارے عام خیالات سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ شاید ایک دونسلوں کے بعد ہم کوئی اور طرز زندگی دریافت کرلیں۔

''جیسا کہ دانتے نے ''The Divine Comedy'' میں لکھا، اس دن جب انسان نے سچی محبت کو ظاہر ہونے دیا وہ ساری اچھی بنائی ہوئی چیزیں درہم برہم ہوجائیں گی اور ہر وہ چیز الٹ پلٹ ہوجائیگی جسے ہم یقین کے ساتھ صحیح اور سچ سمجھتے ہیں۔ دنیا اس وقت ایک حقیقت بنے گی جب انسان کو محبت کرنا آجائے گی۔ اس سے پہلے تک ہم اسی یقین کے ساتھ جیتے رہیں گے کہ ہمیں محبت کے معنی معلوم ہیں اور ہمیشہ اس امر کا سامنا کرنے سے گھبراتے رہیں گے کہ درحقیقت محبت کیا ہے؟

''محبت ایک بے سدھائی قوت ہے۔ جب ہم اسے کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ ہمیں تباہ کردیتی ہے۔ جب ہم اسے قید کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ہمیں اپنا غلام بنالیتی ہے۔ جب ہم اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ہمیں الجھنوں میں ڈال دیتی ہے۔

''یہ ایک ایسی قوت ہے جو زمین پر ہمیں خوشی بخشتی ہے۔ یہ ہمیں خدا اور اپنے پڑوسی کے نزدیک کرتی ہے پھر بھی ہم جس انداز سے محبت کرتے ہیں اس کے نتیجے میں سکون کے ایک منٹ کے لئے ہمیں ایک گھنٹے کی پریشانیوں سے گذرنا پڑتا ہے۔''

میخائل خاموش ہوگیا۔ مجیرے کی عجیب وغریب آواز پھر سنائی دی۔

''مثال کے طور پر ہر جمعرات کو ہم محبت کی کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ دراصل ہم محبت کی کمی کا ذکر کرتے ہیں۔ ہمیں باطن کو سمجھنے کے لئے سطحی طور پر نظر آنے والے رسم ورواج اور اقدار کا جائزہ لینا ہوگا۔ جب ہم تہہ تک پہنچ جائیں گے تو ہمیں اپنا آپ

ملے گا۔ کون سنائے گا کہانی؟''

متعدد لوگوں نے ہاتھ اٹھا دئے۔ میخائل نے ایک عرب جیسی نوجوان خاتون کی جانب اشارہ کیا۔ اس نے جنسی تعلقات کے متعلق ایک مرد سے سوال کیا۔ جس پر سب ہنس پڑے۔ مرد نے براہ راست کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اس کے اپنے مرد کے نقص کے بارے میں پوچھ لیا۔ اس پر بھی سب ہنس پڑے۔

جب میخائل بول رہا تھا میں نے محسوس کیا تھا کہ یہ کوئی فرقہ ہے۔ اب مجھے پھر شبہ ہوا کہ واقعی کوئی نیا فرقہ ہے جن کے جلسوں میں کثرت سے سگریٹ اور شراب پینے کے علاوہ جنسی تعلقات سے متعلق بھی پریشان کن سوالات کئے جاتے ہیں۔

اس لڑکی نے اپنی بات جاری رکھی۔ اس قسم کی کمزوری کے احساس سے تقریباً ہر مرد کو کبھی نہ کبھی گذرنا پڑتا ہے اور یہ نارمل ہے۔۔۔

مجھے ایک ماہر نفسیات نے بھی بتایا تھا کہ یہ معمول کی بات ہے۔

''لیکن جو کہانی مجھے بتائی جاتی ہے وہ گمراہ کن ہوتی ہے۔ مرد کو ایسی صورت حال میں گھبرانا نہیں چاہئے۔ اپنی محبت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ جھوٹ سے گریز کرنا چاہئے اپنی محبوبہ کی محبت پر یقین کرنا چاہئے۔ اور بار بار کوشش کرنا چاہئے تاکہ صحت مند تعلقات استوار ہو جائیں۔ اس طرح اسے خفت اٹھانے کی بجائے کامیابی حاصل ہوگی۔

زبردست تالیاں بجیں۔ سگریٹ سلگائے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بہت سی عورتوں اور مردوں نے اطمینان کا سانس لیا ہو۔

میخائل نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا جو کسی بڑی بین القوامی کمپنی کا افسر لگتا تھا۔

''میں ایک وکیل ہوں اور طلاق کے مقدمے کا ماہر ہوں۔''

''کیا مطلب۔'' حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا۔

''جب کوئی ایک فریق علیحدگی کے لئے تیار نہ ہو تو مقدمہ چلتا ہے۔'' وکیل نے جھلا کر کہا۔

''آپ اپنی بات جاری رکھیں۔'' میخائل نے ایک ناقابل یقین اعتماد کے ساتھ

کہا۔

''مجھے آج لندن کے ایک فرم سے یہ رپورٹ موصول ہوئی ہے کہ۔ (الف) کمپنی کے دو تہائی ملازمین کسی نہ کسی طرح کے پیار والے تعلقات کے حامل ہوتے ہیں۔ (ب) دس فیصد اسی وجہ سے ملازمت چھوڑ دیتے ہیں۔ 40 فیصد کے یہ تعلقات تین ماہ سے زیادہ چلتے ہیں۔ اور لمبے دورے پر جانے والے ملازمین میں سے 80 فی صد معاشقہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

نوجوان کا ایک گروپ ایسا بھی تھا جو اپنے لباسوں سے خطرناک ڈاکوؤں کا گروہ لگتا تھا۔ ایک نے آواز لگائی ''ان شماریات کے آگے سر تسلیم خم ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میری ماں نے میرے باپ سے بے وفائی کی ہوگی۔ یہ میری ماں کا قصور نہیں ہے یہ علم شماریات کا قصور ہے۔''

پھر لوگ ہنس پڑے۔ پھر سگریٹ سلگ گئے۔ پھر سکھ کا سانس لیا گیا۔ ایسا لگا کہ حاضرین جو بات سننے سے ڈرتے ہیں ان باتوں کے سننے نے انہیں پریشانیوں سے بچالیا ہے۔

میں نے ایستھر اور مخائل کے متعلق سوچا۔ ایسے پیشے کا خیال آیا جس میں لوگ ایک دوسرے سے زیادہ عرصہ دور رہتے ہیں۔ 80 فی صد لوگ ---۔ مجھے اپنا خیال آیا بہت زیادہ مرتبہ یہ صورت حال ہمارے ساتھ رہی۔ بہر حال یہ شماریات ہی تو ہیں۔ ہم اکیلے تو نہیں ہیں۔

دوسری کہانیوں میں حسد، ترک تعلقات، ڈپریشن وغیرہ کا ذکر رہا۔ میں اپنے خیالوں میں کھو گیا۔ میری محبوبہ (ظاہر) اپنی پوری اہمیت کے ساتھ واپس آ چکی تھی۔ یہ احساس بس لمحاتی رہا۔ میں کمرے میں اس آدمی کے ساتھ موجود تھا جس نے میری بیوی کو چرا لیا تھا۔ ٹھیک اس وقت میرے ایک پڑوسی نے مجھے مخاطب کرلیا۔ خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اور مجیرے کی زور دار آواز نے توجہ اسٹیج کی جانب کردی۔ جہاں کو نگا ڈھول والا شخص بول رہا تھا۔

''باتوں کا وقت گزر گیا۔ ہمیں رقص کی جانب دھیان دینا ہے جو جذبات کو ابھارتا ہے اور ہر چیز کو بدل دیتا ہے۔ جو لوگ یہاں پہلی دفعہ آئے ہیں انہیں معلوم ہونا

چاہیئے کہ یہ رقص ہی ہمارے اندر محبت کو تسلیم کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ محبت میں ایک ایسی شے ہے جو ہمارے ذہن اور تخلیقی قوت کو محرک، پر خلوص اور آزاد کرتی ہے۔

سارے سگریٹ بجھ گئے، گلاسوں کے ٹکراؤ کی آواز بند ہوگئی۔ کمرے میں ایک پراسراری خاموشی چھا گئی۔ دو لڑکیوں میں سے ایک نے دعائیہ جملہ ادا کیا۔ ''اے خاتون محترم تیرے اظہار عقیدت کے لئے ہم رقص پیش کریں گے۔ ہمارا رقص ہمیں جنت میں لے جائے۔''

دوسری لڑکی نے چار مخصوص موم بتیاں جلائیں۔ دوسری ساری روشنیاں گل کر دی گئیں۔ کلف لگے چار سفید اسکرٹ میں ملبوس لڑکیاں اسٹیج سے اتر کر حاضرین میں مل گئیں۔ دوسرے نوجوان شخص نے پرشور آواز میں بار بار ایک نغمہ کو دہرانا شروع کر دیا۔ حیرت انگیز طور پر میں اپنی محبوبہ (ظاہر) کو بھول گیا اور ایک طرح کی نیند میں کھو گیا۔ یہاں تک کہ ایک بچہ جو ادھر ادھر دوڑ رہا تھا ساکت ہو گیا اور اس کی آنکھیں اسٹیج کی جانب جم گئیں۔ کچھ لوگوں نے آنکھیں موند لیں، کچھ نے فرش پر نگاہیں گاڑ دیں اور بعض نے خلا میں اس طرح گھورنا شروع کر دیا جس طرح میں نے میخائل کو گھورتا دیکھا تھا۔

جب نغمہ رک گیا تو مجیرے اور ڈھول سے ایک ایسی دھن گونجی جو میں نے افریقہ کے ایک مذہبی تقریب میں سنی تھی۔

سفید اسکرٹ والی لڑکیوں نے چکر لگانا شروع کر دیا۔ حاضرین سرک سرک کر جگہ دیتے گئے۔ مجیرے اور ڈھول کی آوازیں زور دار ہوتی گئیں۔ چکر بھی تیز ہوتے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب کچھ فرشتے یا مقدس خاتون سے ہم کلامی میں ہو رہا ہے۔ میرے پاس بیٹھا ہوا شخص بھی ناچنے لگا۔ عجیب و غریب آوازوں کے ساتھ آٹھ دس لوگوں نے بھی اس کا ساتھ دیا اور باقی لوگ حیرت اور احترام کے ساتھ نظارہ کرنے لگے۔

مجھے نہیں معلوم کہ یہ رقص کب تک چلتا رہا۔ میرا دل آوازوں کے ساتھ دھڑکتا رہا۔ اور مچلتا رہا کہ میں بھی رقص میں شامل ہو جاؤں۔ اسی اثناء میں میری محبوبہ (ظاہر)

میرے سامنے آگئی جو مسکراتی ہوئی مجھ سے کہہ رہی تھی کہ'' میں مقدس خاتون کی ثنا کروں'' میں اپنے طور پر اس کوشش میں مصروف رہا کہ میں اس رسم کا حصہ نہ بنوں اور چاہتا تھا کہ جلد از جلد یہ ختم ہو اور میں اپنے مقصد یعنی میخائل سے گفتگو کروں اور اسے اپنی محبوبہ (ظاہر) کے پاس لے جانے کو کہوں۔ جیسے ہی میں اپنی کرسی سے اٹھا اور احتیاط کے ساتھ قدم بڑھانا شروع کیا تھا کہ اچانک موسیقی خاموش ہوگئی۔ کمرے میں صرف موم بتیوں کی روشنی تھی۔ میں نے صرف رقص کرنے والوں کے ہانپنے کی آواز محسوس کی۔ بتیاں جل گئیں۔ ماحول نارمل ہوگیا۔ گلاس بجنے لگے۔ بچوں کے دوڑنے اور بولنے کی آوازیں آنی لگیں۔ اور پھر لوگ آپس میں بات چیت کرنے لگے۔ موم بتیاں جلانے والی لڑکی کی آواز آئی۔'' اب میٹنگ ختم ہونے کو آئی ہے۔ الما آخری کہانی سنائیں گی۔''

الما وہ تھی جو مجیرے بجا رہی تھی۔ اس نے مشرقی لہجے میں کہنا شروع کیا۔

'' بھینس کے ایک مالک نے بھینس کے پھیلے ہوئے سینگوں کو دیکھتے ہوئے سوچا کہ اگر وہ ان کے درمیان بیٹھ جائے تو ایسا لگے گا کہ میں تخت پر بیٹھا ہوں۔ ایک دن وہ جانور بہک رہا تھا۔ مالک سینگوں کے درمیان چڑھ گیا۔ بھینس نے فوراً ہی جھٹکا دے کر اسے گرا دیا۔ جب اس کی بیوی نے یہ دیکھا تو وہ رونے لگی۔

''نہیں، نہیں، رونا مت۔'' مالک نے بیوی سے کہا۔'' گرچہ میں نے چوٹ کھائی ہے مگر اپنا خواب تو پورا ہوگیا ہے۔''

حاضرین جانے لگے۔ میں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا۔'' آپ نے کیا محسوس کیا؟''

'' آپ بتائے۔ آپ نے اپنی کتابوں میں اس کے بارے میں لکھا ہے۔''

مجھے خود نہیں معلوم مگر میں نے ظاہر کیا کہ جیسے مجھے پتا ہے۔

''میں اپنے احساس کے متعلق پُر یقین ہونا چاہتا ہوں، اس لئے آپ سے پوچھا۔''

اس نے عجیب نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ جیسے اسے میری باتوں کا یقین نہیں آیا۔ اور شاید یہ شبہ بھی رہا ہو کہ میں واقعی وہ مصنف ہوں جو وہ سمجھ رہا ہے۔

''میں قوت کائنات سے رابطہ میں ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''خدا میری روح سے گذرتا ہے۔'' اور وہ چلا گیا یہ بتائے بغیر کہ جو اس نے کہا۔ اس کا مطلب کیا ہے۔

خالی کمرے میں چار ایکٹر، دو موسیقار اور میں رہ گئے تھے۔ لڑکیاں کپڑے تبدیل کرنے ٹائلیٹ چلی گئیں۔ لڑکوں نے کمرے میں کپڑے بدل لئے۔ اور ساماں اٹھا کر ایک بڑے کیس میں ڈال دئے۔ ڈھول بجانے والے پیسے گنے اور چھ حصے بنائے اور عین اس وقت میخائل نے مجھے دیکھا۔

''میرا خیال تھا کہ آپ سے میری ملاقات یہاں ہوگی۔''

''میرا خیال ہے کہ آپ اس کا سبب بھی جانتے ہوں گے۔''

''میں نے جب اپنے جسم سے الوہی قوت کو گزر جانے دیا اسی وقت سے مجھے ہر بات کا سبب معلوم ہوگیا۔ میں محبت اور جنگ کا سبب جانتا ہوں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ آدمی کیوں اس عورت کی تلاش کرتا ہے جسے وہ چاہتا ہے۔''

مجھے پھر ایسا محسوس ہوا کہ میں تلوار کی دھار پر چل رہا ہوں۔ اگر اسے یہ معلوم ہے کہ میں یہاں اپنی محبوبہ (ظاہر) کی وجہ سے ہوں تو اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ یہ بات ایستھر کے ساتھ اس کے تعلقات کے لئے ایک خطرہ ہے۔

''کیا ہم دو ایسے شریف اور باوقار آدمیوں کی طرح بات چیت کر سکتے ہیں جو کسی کارآمد شے کے لئے جھگڑ رہے ہوں؟''

میخائل کچھ گومگو کے عالم میں تھا۔ میں نے مزید کہا۔

''مجھے معلوم ہے کہ بھینس کے مالک کی طرح میں بھی زخمی ہو جاؤں گا۔ مگر یہ میرا استحقاق ہے میں نے کافی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ اگر میں ایستھر کی محبت کی قدر کرتا تو کبھی بھی مجھے چھوڑ کر نہیں جاتی۔''

''آپ کچھ بھی نہیں سمجھتے۔'' میخائل نے کہا۔

ان الفاظ سے میں جھنجھلا گیا۔ محض ایک 25 برس کا نوجوان ایک ایسے تجربہ کار آدمی کو ناسمجھی کا طعنہ دے رہا ہے جو زندگی میں بہت سے تجربات اور آزمائشوں سے گزرا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ ''میں پاگلوں جیسی کیفیت کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتا تھا۔''

''ہوسکتا ہے کہ میں نہیں سمجھتا ہوں۔ سمجھنے ہی کے لئے میں یہاں ہوں۔ سمجھ جاؤں تو پریشانیوں سے بچ جاؤں۔''

''آپ ساری بات اچھی طرح سمجھتے ہیں اور پھر ناسمجھ ہو جاتے ہیں۔ یہی کچھ ایستھر نے مجھے بتایا تھا۔ سارے شوہروں کے ساتھ یہ ہوتا ہے۔ تعلقات میں ایک ایسا مقام آتا ہے کہ جب آپ اپنی بیوی کے ساتھ بے جان اشیاء جیسا سلوک کرتے ہیں۔''

جواب دینے کو میرا جی چاہا۔ اس نے یہ بات خود مجھ سے کیوں نہیں کہی؟ اس نے مجھے یہ موقع کیوں نہیں دیا کہ میں اپنی غلطی کا ازالہ کروں اور ایک 25 سالہ نوجوان کے بدلے مجھے چھوڑ گئی جو آخر کار اس کے ساتھ میرا جیسا سلوک روا رکھے گا۔

''میرے خیال سے یہ صحیح نہیں ہے۔'' میں نے خود کو سنبھالا۔ ''آپ نے میری کتاب پڑھی ہو گی آپ کتابوں پر دستخط کی تقریب میں اسی لئے شریک ہوئے کہ آپ کو میرے احساسات کا علم تھا۔ میرا دل ابھی بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ آپ نے الظاہر (دیوانگی) لفظ سنا ہے۔''

''میں نے اسلامی مذہب کے سایہ میں پرورش پائی ہے۔ میں اس آئیڈیا سے واقف ہوں۔''

''ایستھر میری زندگی کے ہر کونے میں موجود ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ احساسات کو قلمبند کر کے میں اپنے آپ کو اس کی موجودگی سے آزاد کرلوں گا۔ لیکن ہوا یہ کہ میں خاموشی سے اس کی محبت میں اور زیادہ گرفتار ہو گیا۔ اس کے سوا میں کچھ اور سوچ ہی نہیں سکتا ہوں۔ براہ کرم میں منت کرتا ہوں، جو آپ چاہیں گے میں دوں گا۔ بس آپ مجھے یہ سمجھا دیں کہ وہ اس طرح مجھے چھوڑ کر کیوں چلی گئی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے۔''

یہ بات سخت گراں گزر رہی تھی کہ میں اپنی بیوی کے چاہنے والے کی منت سماجت کر رہا تھا اگر میخائل سے ملاقات نہ ہوتی تو اعتراف محبت میں لکھی گئی میری کتاب ہی میرے دلاسے کے لئے کافی تھی۔ لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ملنے کے امکان نے سارا معاملہ تلپٹ کر دیا۔

''چلیں ساتھ لنچ کریں۔'' میخائل نے کہا۔ ''آپ واقعی کچھ نہیں سمجھتے ہیں لیکن وہ الوہی قوت جو آج میرے جسم سے گزری ہے وہ آپ پر مہربان ہے۔''

دوسرے دن ملاقات طے ہوئی۔ راستے میں مجھے ایستھر کے ساتھ وہ گفتگو یاد آئی جو اس کے جانے سے تین ماہ پہلے ہوئی تھی۔ موضوع یہی تھا ''جسم سے الوہی قوت کا گزرنا۔''

''ان کی آنکھیں واقعی مختلف ہوتی ہیں۔ یہ تو صحیح ہے کہ ان میں موت کا خوف ہوتا ہے۔ لیکن اس سے پرے قربانی کا ایک ارادہ بھی۔ ان کی زندگیوں کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ وہ ایک کاز کے لئے اپنی زندگی پیش کردیتے ہیں۔''

''تم غالباً سپاہیوں کے بارے میں بول رہی ہو ہے نا؟''

''ہاں، میں کچھ ایسے معاملے کے بارے میں بول رہی ہوں جسے ماننا بڑا دشوار ہوتا ہے لیکن میں یہ بہانہ بھی نہیں کرسکتی کہ میں نہیں جانتی۔ جنگ ایک رسم ہوتی ہے۔ ایک خونی رسم، محبت بھی ایک رسم ہی تو ہے۔''

''تم پاگل تو نہیں ہو؟''

''ہوسکتا ہے میں پاگل ہوں۔ لیکن میری ملاقات جنگ کے دوسرے نامہ نگاروں سے بھی رہی ہے۔ وہ ملک ملک جاتے آتے رہتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ موت ایک معمول کی طرح ان کی زندگی کا حصہ ہے۔ انہیں کسی بات کا خوف نہیں ہوتا۔ وہ ایک سپاہی کی طرح ہر خطرے کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ وہ صرف ایک خبری رپورٹ کے لئے کرتے ہیں؟ میرے خیال سے ایسا نہیں ہے۔ ان کے لئے خطرے کے بغیر زندگی کوئی زندگی نہیں۔ ان کے خون میں ایسا کیمیائی مادہ ہے جو انہیں مہم جوئی کے لئے اکساتا ہے۔ ان میں سے ایک شادی شدہ صحافی ہے جس کے تین بچے ہیں اور جو اپنے اہل وعیال سے بہت محبت کرتا ہے ہر وقت ان کا ذکر کرتا رہتا ہے اس کا کہنا ہے کہ میں جنگی علاقہ میں رہتے ہوئے بڑی راحت محسوس کرتا ہوں۔''

''میری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں۔ بہرحال ایستھر، میں تمہاری زندگی میں دخل دینا نہیں چاہتا۔ لیکن میرے خیال سے یہ تجربات تمہارے لئے واقعی نقصان دہ

ثابت ہوں گے۔''

''بے مقصد کی زندگی مجھے اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچائیگی۔ جنگ میں ہر شخص کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہم تجربات سے گزر رہا ہے۔''

''تمہارا مطلب تاریخی لمحات سے تو نہیں؟''

''نہیں، زندگی کو خطرے میں ڈالنے کے لئے کوئی معقول وجہ نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ وہ انسان کی حقیقی روح کے تجربے سے گزرتا ہے۔''

''جنگ میں؟''

''نہیں، محبت میں۔''

''تم بھی ان جیسی ہو رہی ہو؟''

''میرا خیال ہے کہ میں ویسی ہوں۔''

''تم اپنی خبر رساں ایجنسی کو بتا دو کہ اب بہت ہو چکا۔''

''میں یہ نہیں کرسکتی۔ یہ نشہ آور دوا کی طرح ہے۔ جب تک میں جنگی علاقہ میں ہوتی ہوں۔ میری زندگی کو معنی ملتے ہیں۔ میں دنوں غسل نہیں کرتی۔ سپاہیوں جیسا کھانا کھاتی ہوں۔ رات کو صرف تین گھنٹہ سوتی ہوں۔ توپوں کی گھن گرج سے جاگ جاتی ہوں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کسی گھڑی بھی کوئی گرینڈ ہماری بیٹھک پر آگرے گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہی مجھے جینے کا حوصلہ دیتا ہے۔ ہر لمحے سے ہر منٹ سے محبت ہوتی ہے۔ شک وشبہ، غم واندوہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔ بس زندگی سے ایک عظیم محبت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ سن رہے ہو!''

''بالکل۔''

''ایسا لگتا ہے کہ ہر خطرناک صورت حال اور ہر جنگ میں ایک الہیاتی روشنی ہے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے اور اس کے بعد خوف طاری رہتا ہے۔ اسلحہ کے استعمال اور ان کی آوازوں کے ساتھ تو انسان اپنی ساری حدوں کو پار کر جاتا ہے۔ وہ بڑا جانباز اور وحشی ہو جاتا ہے۔ گولیوں کی بوچھاڑ میں اپنے ساتھی کو بچانے کے لئے بھاگتا ہے۔ اور رینج میں آنے والی ہر حرکت و آواز کو خواہ وہ کوئی عورت ہو یا کوئی بچہ اپنی گولیوں کا نشانہ بناتا ہے۔ چھوٹے شہروں اور قصبوں کے لوگ جو آرام اور آسائش کے

ثابت ہوں گے۔''

''بے مقصد کی زندگی مجھے اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچا ئیگی۔ جنگ میں ہر شخص کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہم تجربات سے گزر رہا ہے۔''

''تمہارا مطلب تاریخی لمحات سے تو نہیں؟''

''نہیں، زندگی کو خطرے میں ڈالنے کے لئے کوئی معقول وجہ نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ وہ انسان کی حقیقی روح کے تجربے سے گزرتا ہے۔''

''جنگ میں؟''

''نہیں، محبت میں۔''

''تم بھی ان جیسی ہو رہی ہو؟''

''میرا خیال ہے کہ میں ویسی ہوں۔''

''تم اپنی خبر رساں ایجنسی کو بتادو کہ اب بہت ہو چکا۔''

''میں یہ نہیں کرسکتی۔ یہ نشہ آور دوا کی طرح ہے۔ جب تک میں جنگی علاقہ میں ہوتی ہوں۔ میری زندگی کو معنی ملتے ہیں۔ میں دنوں غسل نہیں کرتی۔ سپاہیوں جیسا کھانا کھاتی ہوں۔ رات کو صرف تین گھنٹہ سوتی ہوں۔ توپوں کی گھن گرج سے جاگ جاتی ہوں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کسی گھڑی بھی کوئی گرینڈ ہماری بیٹھک پر آ گرے گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہی مجھے جینے کا حوصلہ دیتا ہے۔ ہر لمحے سے ہر منٹ سے محبت ہوتی ہے۔ شک وشبہ، غم واندوہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔ بس زندگی سے ایک عظیم محبت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ سن رہے ہو!''

''بالکل۔''

''ایسا لگتا ہے کہ ہر خطرناک صورت حال اور ہر جنگ میں ایک الہیاتی روشنی ہے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے اور اس کے بعد خوف طاری رہتا ہے۔ اسلحہ کے استعمال اور ان کی آوازوں کے ساتھ تو انسان اپنی ساری حدوں کو پار کرجاتا ہے۔ وہ بڑا جانباز اور وحشی ہوجاتا ہے۔ گولیوں کی بوچھاڑ میں اپنے ساتھی کو بچانے کے لئے بھاگتا ہے۔ اور رینج میں آنے والی ہر حرکت وآواز کو خواہ وہ کوئی عورت ہو یا کوئی بچہ اپنی گولیوں کا نشانہ بناتا ہے۔ چھوٹے شہروں اور قصبوں کے لوگ جو آرام اور آسائش کے

ساتھ رہتے ہیں اور جہاں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوتا وہاں عجائب گھروں پر دھاوا بول دیتے ہیں۔ صدیوں قدیم آرٹ کے نمونوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ وہ اشیاء چرا لیتے ہیں جن کی انہیں کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس ظلم و بربریت کی تصویریں اتارتے ہیں۔ جو وہ خود ڈھاتے ہیں اور فخر محسوس کرتے ہیں۔ جب اس صورت حال میں دوست و دشمن سب ایک ہو جاتے ہیں۔ گویا دنیا پاگل ہو جاتی ہے ہر طرف بدنظمی کا دور دورہ ہوتا ہے۔"

"تمہیں یاد ہے تم نے ایک کہانی سنائی تھی۔ ٹوکیو کے ایک بار میں ھینس نے فریٹز سے ایک سوال کیا تھا۔ کیا یہ حالات تمہیں اس سوال کا جواب مہیا کرنے میں مدد کرتے ہیں؟"

"ہاں، جواب پادری ٹلہارڈ دی چارڈن کی تحریر میں موجود ہے۔ پادری نے کہا تھا "ہماری دنیا محبت کی تہہ میں لپٹی ہوئی ہے۔ ہم سورج، سمندر اور ہواؤں کی قوت کو اپنے قابو کر سکتے ہیں لیکن جس دن ہم نے محبت کی قوت کو قابو کر لیا وہ دن اس دن کی طرح اہم ہوگا جس دن آگ دریافت کر لی گئی تھی۔"

"تمہیں یہ بات صرف جنگ زدن میں جا کر ہی معلوم ہو سکتی ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔۔۔ یہ بات متضاد لگتی ہے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ جنگ کرتے ہوئے لوگ خوش ہوتے ہیں۔ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ کسی کاز کے لئے خود کو قربان کرنا انسانی زندگی کو معنی بخشتا ہے۔ لوگ بے پناہ محبت کے اظہار کے قابل ہو جاتے ہیں۔ ان کے پاس کھونے کو کچھ نہیں ہوتا۔ بری طرح زخمی سپاہی اپنے طبی مددگار سے کبھی یہ نہیں کہتا ہے کہ براہ کرم مجھے بچا لو۔ اس کے آخری الفاظ یہ ہوتے ہیں۔ میری بیوی اور بچے کو کہنا کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ زندگی کے آخری پل میں وہ صرف محبت کا ذکر کرتے ہیں۔"

"گویا۔ انسان اپنی زندگی کو اسی وقت بامقصد سمجھتا ہے جب وہ حالت جنگ میں ہو۔"

"ہم تو ہر وقت حالت جنگ میں ہیں۔ ہم موت سے لڑ رہے ہوتے ہیں حالانکہ ہمیں معلوم ہے جیت اس کی ہوگی۔ مسلح لڑائی میں بھی یہی بات عیاں ہے۔ روز مرہ

زندگی میں بھی یہ جنگ جاری ہے۔ ہم اپنے آپ کو ہر وقت ناخوش رکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتے۔''

''تم مجھ سے آخر کیا چاہتی ہو؟''

''میں تم سے مدد چاہتی ہوں۔ یہ مدد نہیں کہ جاؤ اور ایجنسی کو نوٹس دے دو۔ اس سے تو میں اور بھی الجھ جاؤں گی۔ ہمیں ایک ایسے حالات کی ضرورت ہے جو ہمارے جسموں اور ماحول کو پرخلوص اور بے غرض محبت کی قوتوں سے پر کردے۔ اب تک جس شخص نے مجھے یہ بات سمجھنے میں مدد کی ہے وہ کسی اور دنیا کا ترجمان ہے جو کہتا ہے کہ اس قوت کا انکشاف اس کو ہوا ہے۔''

''تمہارا مطلب خدا کی محبت سے ہے؟''

''جو بھی شخص اپنی شریک حیات سے غیر مشروط اور عدم پابند محبت کرتا ہے وہ گویا خدا سے محبت کرتا ہے۔ اگر خدا کی محبت کا اظہار ہوتا ہے تو پھر وہ اپنے پڑوسی کو چاہے گا۔ اگر وہ اپنے پڑوسی کو چاہتا ہے تو اپنے آپ سے محبت کرے گا۔ اگر وہ اپنے آپ سے محبت کرتا ہے تو پھر ساری چیزیں اپنے اصل مقام پر واپس آجاتی ہیں۔ تاریخ بدل جاتی ہے۔''

''سیاسیات، فتوحات، نظریات اور جنگوں سے تاریخ نہیں بدلے گی۔ یہ تو محض واقعات کی تکرار ہے جو ازل سے جاری ہے۔ تاریخ صرف اس وقت بدلے گی جب ہم محبت کی قوت کو اسی طرح استعمال کرنے کے قابل ہو جائیں گے جس طرح آج ہم ہوا، سمندر اور ایٹم کی طاقت کو اپنے استعمال میں لا رہے ہیں۔''

''تمہارا خیال ہے کہ ہم دونوں مل کر دنیا کو بچا سکتے ہیں؟''

''میرا خیال ہے کہ بہت سے لوگ ہیں جو ہماری طرح سوچتے ہیں۔ کیا تم میری مدد کرو گے؟''

''ہاں۔ لیکن تمہیں بتانا ہوگا مجھے کیا کرنا پڑے گا؟''

''یہی تو مجھے ٹھیک نہیں معلوم!''

پیرس میں اپنی پہلی آمد سے ہی میں یہاں کی اس دلکش پیزا ہٹ کا اس قدر

باقاعدہ خریدار رہا ہوں کہ یہ میری تاریخ زندگی کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ ابھی حال ہی میں آرٹ اور لٹریچر کے انعام پانے کے موقع پر میں نے یہیں ایک ڈنر کا اہتمام کیا تھا۔ حالانکہ لوگوں کا کہنا تھا کہ ایسی اہم تقریب کسی بڑے ہوٹل میں منعقد کرنی چاہیے تھی۔ اس کا مالک روبرٹو میرے لئے خوش قسمتی کی ایک علامت بن گیا تھا۔ جب بھی میں اس کے ریسٹوران میں گیا ہوں کوئی نہ کوئی اچھی بات سامنے آئی ہے۔

میں اپنی کتاب ''اے ٹائم ٹورنٹ اینڈ ۔۔۔'' کے بارے میں کچھ کہوں یا پھر یہ بتاؤں کہ کل رات آپ کا تماشہ دیکھ کر میرے اندر کیا تردیدی جذبات پیدا ہوئے۔

''یہ تماشہ نہیں تھا۔ یہ تو ایک میٹنگ تھی۔'' اس نے جواب دیا۔ ''ہم لوگوں نے کہانیاں بیان کیں اور رقص کیا تاکہ محبت کی قوت کا احساس کیا جاسکے۔''

''بہرحال یوں تو آپ کو خوش کرنے کے لئے کوئی اور بات بھی کی جاسکتی ہے۔ لیکن ہم دونوں کو معلوم ہے کہ ہم یہاں کیوں ملے ہیں۔''

''ہم یہاں آپ کی بیوی کی خاطر ملے ہیں۔'' میخائل نے کہا۔ ''وہ یہاں ملاقات والا شرمیلا سا نوجوان یا پھر میٹنگ والا روحانی لیڈر نہیں لگ رہا تھا۔

''آپ کی مراد میری سابقہ بیوی سے ہے۔ ٹھیک۔ میں آپ سے یہ مراعات چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اس کے پاس لے چلیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ میری آنکھوں میں آنکھ ڈال کر یہ بتائے کہ وہ مجھے چھوڑ کر کیوں چلی گئی۔ جب ہی میں اس کے جنون (ظاہر) سے آزاد ہو پاؤں گا۔ ورنہ میں دن رات اس کے متعلق سوچتا رہوں گا۔ وہ بار بار میرے سامنے آتی رہے گی۔ اور مجھے اس خیال سے نجات نہیں مل پائے گی کہ میری کیا غلطی تھی۔ میں کہاں غلط تھا۔''

''خوب اس طرح کی سوچ ہی دنیا میں تبدیلی لاتی ہے۔''

''یہ فلسفیانہ گفتگو الگ رکھیں۔ سارے نوجوان لوگ اسی طرح سوچتے ہیں کہ ان کے پاس ایسا فارمولا ہے جس کے ذریعہ وہ دنیا بدل دیں گے۔ پھر سارے نوجوان لوگوں کی طرح آپ کو بھی میری عمر کو پہنچنا ہوگا۔ اور یہ محسوس کرنا پڑے گا کہ دنیا کو بدلنا آسان نہیں ہے۔ ان لوگوں کو چھوڑئے۔ یہ بتائیے کہ آپ میری مدد کریں گے؟''

''مجھے سب سے پہلے یہ بتائیے۔ ایستھر نے آپ سے الوادع کہا؟''

''نہیں۔''

''یہ بتایا کہ وہ جا رہی ہے؟''

''نہیں۔ یہ بات تو آپ کو بھی معلوم ہے۔''

''کیا آپ یہ سوچ سکتے ہیں کہ ایستھر جیسی خاتون، ایک ایسے آدمی کو چھوڑ سکتی ہے جس کے ساتھ اس نے دس برس سے زیادہ عرصہ بلاچوں چرا اور تو تو میں میں کے گذارا ہے؟''

''یہی باتیں تو مجھے زیادہ پریشان کرتی ہیں۔ بہرحال آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟''

باتیں ہو رہی تھیں کہ روبرٹو بیچ میں آ ٹپکا۔ اس نے آرڈر پوچھا۔ میخائل نے اپنے لئے کھانے کا آرڈر دیا۔ مجھے بھوک نہیں تھی۔ پینے کے لئے کچھ کہا۔ روبرٹو نے بھانپ لیا کہ مجھے اس کا اس طرح ٹپک پڑنا اچھا نہیں لگا۔ وہ چپ چاپ چلا گیا۔ اور پینے کے لئے مشروب بھجوا دیا۔

''وہ کر کیا رہی ہے؟''

''کیا آپ واقعی جاننا چاہتے ہیں؟''

''ہاں ہاں جاننا چاہتا ہوں۔'' میں بھنا گیا۔

''وہ قالین بنا رہی ہے اور فرانسیسی زبان سکھا رہی ہے۔''

قالین! میری بیوی (سابقہ بیوی) جس کے پاس ضرورتوں سے زیادہ پیسے ہیں۔ جو صحافت میں ڈگری رکھتی ہے۔ جسے چار زبانیں آتی ہیں وہ اب قالین بافی کر رہی ہے اور غیر ملکیوں کو فرانس کی زبان سکھا رہی ہے۔ مجھے اپنے آپ پر قابو رکھنا چاہئے۔ میں اگرچہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ میخائل کیسا بے شرم نوجوان ہے کہ وہ ایستھر کو کچھ نہیں دے سکا جس کی وہ مستحق تھی۔ میں نے ضبط سے کام لیا۔

''پلیز آپ یہ محسوس کریں کہ میں سال دو سال سے کن پریشانیوں سے گذر رہا ہوں میں آپ کے اور ایستھر کے تعلقات کے لئے خطرہ نہیں بنوں گا۔ میں محض گھنٹہ دو ایک کے لئے اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ اور بس۔''

ایسا لگا کہ میخائل میری باتوں کا مزہ لے رہا ہے۔

''آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔''

آپ کے خیال سے ایستھر جیسی خاتون اپنی زندگی کے ساتھی کو بغیر کچھ بتائے اور بغیر الوادع کہے اس طرح چھوڑ کر جا سکتی ہے؟''

''نہیں۔''

''پھر یہ کس بات کا واویلا کہ وہ مجھے چھوڑ گئی ہے۔ یہ کیوں کہتے ہیں کہ آپ دونوں کے تعلقات کے لئے میں خطرہ نہیں ہوں؟''

میں کچھ گھبرا سا گیا۔ امید کی ایک کرن پیدا ہونے لگی۔

''آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ۔۔۔''

''جی ہاں میں کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ مجھے۔ وہ بس ہماری نظروں سے کچھ وقت کے لئے یا پھر ہمیشہ کے لئے اوجھل ہوگئی ہیں۔ ہم دونوں کو ان کا احترام کرنا چاہئے۔''

ایسا معلوم ہوا کہ پیزا ریسٹوران میں ہر طرف زرد زرد روشنی سی پھیل گئی ہے۔ یہاں مجھے ہمیشہ اچھی خبر ملتی ہے۔ مجھے میخائل کی ہر بات کا یقین آ رہا تھا۔ میری جنونی کیفیت (ظاہر) میرے چاروں طرف ناچتی نظر آ رہی تھی۔

''آپ کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے؟''

''ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔ میں بھی آپ کی طرح ان کی کمی محسوس کرتا ہوں لیکن میں ان کی خاموشی کا احترام کرتا ہوں۔ یہ صورت حال میری سمجھ سے بھی باہر ہے۔ ایستھر شاید ایسی محبت کی متلاشی ہیں جو پوری طرح انہیں سمو لے۔ ممکن ہے ہم میں سے کسی ایک کے انتظار میں ہوں ہوسکتا ہے انہیں کوئی نیا شخص مل گیا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے دنیا ہی کو تیاگ دیا ہو۔ جو بھی سچائی ہو اگر آپ جانا اور تلاش کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو نہیں روکوں گا۔ لیکن یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رکھیں کہ آپ صرف ان کے جسم کو ہی نہیں ان کی روح کو بھی تلاش کریں۔''

میرا ہنسنے کو جی چاہا۔ اسے گلے لگا لینے کو بھی چاہا۔ اسے مار ڈالنے کا بھی خیال آیا۔ میرے اندر جذبات کا تلاطم برپا تھا۔

''کیا آپ اور وہ۔۔۔''

''کیا ہم دونوں ایک ساتھ سوئے! اس سے آپ کا کوئی سروکار نہیں۔ ایستھر کی

صورت میں مجھے ایک ایسے ساتھی ملی جس کی میں تلاش میں تھا اور جس نے مجھے اپنے عشق کی طرف گامزن ہونے میں مدد کی۔ وہ ایک فرشتہ ہے جس نے ہم سب کے لئے دروازے راستے اور شاہراہیں وا کر دئے جن پر چل کر اگر (مقدس) خاتون نے چاہا تو دنیا میں محبت کی قوت کو بحال کر دیں گے۔ ہم ایک ہی مشن کے ساتھی ہیں۔ آپ کی تسلی کے لئے میں یہ بتادوں کہ میری گرل فرینڈ وہ خوبصورت لڑکی ہے جسے آپ نے کل رات اسٹیج میں دیکھا تھا اس کا نام لکریسیا ہے۔ وہ اٹلی کی رہنے والی ہے۔"

"کیا آپ مجھ سے سچ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ الوہی قوت کی قسم۔"

اس نے اپنی جیب سے ایک سیاہ کپڑے کا ٹکڑا نکالا۔ "اسے دیکھو، یہ دراصل سبز ہے۔ یہ سیاہ اس لئے ہے کہ اس میں خون جذب ہوگیا ہے۔ کسی بھی جگہ ایک جنگی سپاہی نے مرنے سے پہلے ایستھر سے کہا تھا کہ میری قمیض اتارو، اس کے ٹکڑے کرو اور ان ٹکڑوں کو ان لوگوں میں بانٹ دو جو میری موت کے پیغام کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ تمہارے پاس ہے ایسا کوئی ٹکڑا؟"

"نہیں ایستھر نے تو کبھی اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔"

"جب بھی وہ کسی ایسے شخص سے ملتی ہیں جسے وہ اس قابل سمجھتی ہیں کہ وہ یہ پیغام وصول کرے اسے سپاہی کا تھوڑا سا خون اس کے حوالے کر دیتی ہیں۔"

"آخر وہ پیغام کیا ہے؟"

"اگر اس نے آپ کو قمیض کا وہ ٹکڑا نہیں دیا۔ تو مجھے آپ سے اس پیغام کا ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ مجھے راز رکھنے کی قسم دی ہوئی ہے۔"

"آپ اور بھی ایسے کسی شخص کو جانتے ہیں جس کے پاس یہ ٹکڑا ہے؟"

"جو سارے لوگ ریسٹوران میں میرے ساتھ موجود تھے ان سبھوں کے پاس ہے۔ سب وہاں اس لئے جمع تھے کہ ہمیں ایستھر نے اکٹھا کیا تھا۔"

مجھے کافی احتیاط سے کام لینے کی ضرورت تھی۔ اس کے ساتھ بنا کے رکھنا تھا۔ اسے خوفزدہ نہیں کرنا تھا۔ عجلت سے بھی کام نہیں لینا تھا۔ مجھے اس کے اور اس کے کام کے اور اس کے ملک کے بارے میں تفصیل سے جاننا تھا۔ وہ سب صحیح بتا رہا تھا۔ بدنیتی

سے تو کام نہیں لے رہا تھا۔ ایستھر سے اب بھی اس کا رابطہ ہے یا نہیں۔ اس کا تعلق دور دراز علاقہ سے ہے۔ قدریں مختلف ہوں گی۔ بہرحال سہارا بنک تو سرحدوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس کا سکہ تو ہر جگہ چلتا ہے۔

ایک طرف تو اس کی ہر بات کا یقین ہو رہا تھا اور دوسری جانب میرا دل رو رہا تھا۔ کاش ایستھر چپکے سے کمرے میں آ جاتی اور میرے پاس ہی بے بولے بستر پر لیٹ جاتی۔ میں اس سے کچھ بھی نہیں پوچھتا اور صبح کے وقت ہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سیر کو نکل جاتے ایسے کہ جیسے ڈراؤنا خواب ختم ہو گیا ہے۔

روبرٹو پیزا لے کر آ گیا۔ میں نے میخائل کی طرف دیکھا۔ خاموشی سے پورا گلاس پی گیا۔ اس نے بھی وہی کیا۔ وہ کچھ گھبرایا ہوا تھا۔

"مجھے آپ کی باتوں کا پورا یقین ہے۔" میں نے خاموشی توڑی۔ "بات چیت کرنے کے لئے ابھی ہمارے پاس بہت وقت ہے۔"

"آپ مجھے اس کے پاس لیجانے کے لئے کہنا چاہتے ہیں؟"

اس نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔ مجھے پھر سے شروع کرنا ہوگا۔

"ہاں۔ یہ بات تو ہے۔ میں آپ کو اس کے لئے رضامند کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے ابھی تو پورا پیزا سامنے پڑا ہے۔ مجھے آپ کے بارے میں اور زیادہ معلومات چاہئیں۔"

میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کانپتے ہاتھ کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں ایک ایسا شخص ہوں جس کے سامنے ایک مشن ہے۔ میں ابھی تک اسے پورا نہیں کر سکا ہوں لیکن ابھی میرے پاس وقت ہے۔"

"شاید میں آپ کی مدد کر سکوں۔"

"ہاں آپ کر سکتے ہیں۔ کوئی بھی کر سکتا ہے۔ آپ کو بس محبت کی قوت کو سارے کرۂ ارض پہ پھیلانا ہے۔"

"میں اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہوں۔"

میں اس سے زیادہ آگے بڑھنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ایسا نہ لگے کہ میں اس کی خیر خواہی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ہوشیاری، کافی ہوشیاری کی ضرورت تھی، ممکن ہے وہ سچ

بول رہا ہو لیکن میری پریشانیوں کو دیکھ کر جھوٹ سے بھی کام لے سکتا ہے۔

''میں محبت کی قوت کی صرف ایک قسم سے واقف ہوں۔'' میں نے گفتگو جاری رکھی۔ ''اور وہ میرا احساس ہے جو اس عورت کے لئے میرے دل میں موجود ہے جو مجھے چھوڑ گئی ہے نہیں جو چلی گئی ہے اور میرا انتظار کر رہی ہے۔ اگر میں اس سے مل سکا تو میں بہت ہی مسرور انسان ہوں گا اور یہ دنیا بھی ایک بہتر جگہ ہو جائے گی اس لئے کہ ایک روح مطمئن ہو جائے گی۔''

اس نے چھت کی جانب دیکھا اور پھر واپس میز کی طرف۔ میں نے خاموشی طاری رہنے دی۔

''مجھے ایک آواز سنائی دے رہی ہے۔'' میری طرف بے دیکھے اس نے خاموشی توڑی۔

''روحانیت کے متعلق لکھنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ میری ایسے افراد سے ملاقات ہوتی ہے جن کے اندر یہ صلاحیت ہوتی ہے۔ بعض میں واقعی ایسی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور بعض فریبی ہوتے ہیں۔ ان میں بعض مجھے استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بعض محض آزماتے ہیں۔ میں نے ایسی ایسی حیرت انگیز چیزیں دیکھی ہیں کہ معجزہ پر یقین کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہاں ہر چیز ممکن ہے۔ لوگوں نے پھر سے روحانی علم حاصل کرنا شروع کر دیا جو مدتوں پہلے بھول چکے تھے۔

''بہر کیف ابھی ان باتوں کے ذکر کا وقت نہیں ہے۔ میں تو صرف اپنی محبوبہ (ظاہر) میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ ضرورت یہ ہے کہ میرا جنون (ظاہر) ایستھر کی صورت میں میرے لئے ہو۔''

''میخائل۔۔۔''

''میرا اصلی نام میخائل نہیں ہے۔ اصلی نام اولیگ ہے۔''

''اچھا تو اولیگ۔۔۔''

''میں نے اپنا نام میخائل اس وقت رکھا جب میں نے دوسری زندگی اختیار کی۔ جنگجو فرشتے کی مانند، جس کی آتشیں تلوار جدھر رخ کرتی ادھر راستے بن جاتے۔ روشنی کے سپاہی، ایک دوسرے کو تلاش کر لیتے ہیں۔ یہی میرا مشن ہے۔''

''یہی میرا مشن ہے۔''

''اچھا اب ایستھر کے بارے میں باتیں کرنی پسند کریں گے؟''

کیا وہ موضوع بدل رہا ہے۔ میری دلچسپی کی طرف آنا چاہتا ہے؟

''میں اچھا محسوس نہیں کر رہا ہوں۔'' وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ جیسے میں وہاں موجود نہیں ہوں۔ ''میں اس بارے میں بات نہیں کرنی چاہتا وہ آواز۔۔۔''

حیرت انگیز، بہت حیرت انگیز صورت حال سامنے آئی۔ مجھے متاثر کرنے کے لئے وہ کہانی تک بنانے کو تیار تھا۔ کیا وہ بھی دوسروں کی طرح آخر مجھے اپنی زندگی اور صلاحیت کے متعلق کتاب لکھنے کو کہے گا۔

جب بھی میرے سامنے کوئی عیاں مقصد ہوتا ہے میں اس کے حصول کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ اب میرے سامنے ایک مقصد ہے۔ میں اپنی محبوبہ کے چہرے پر ایک بار پھر اپنی آنکھیں جما سکتا ہوں۔ میخائل نے بہت ساری معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ وہ ایستھر کا چاہنے والا نہیں ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں گئی ہے۔ میں اسے اپنے پاس لا سکتا ہوں۔ ریسٹوران کی یہ مٹنگ محض ایک تماشہ بھی ہوسکتا ہے۔ لوگوں کے استحصال کرنے اپنی روزی روٹی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ۔

میں نے دوسرا گلاس خالی کر دیا۔ میخائل نے بھی وہی کیا۔

''ہاں میخائل، میں ایستھر کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں لیکن میں آپ کے بارے میں بھی اور زیادہ جاننا چاہتا ہوں۔''

''یہ سچ نہیں ہے آپ مجھے ورغلا رہے ہیں اور ایسی باتوں کے لئے اکسا رہے ہیں جو میں خود ہی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کا دکھ آپ کو پریشان کر رہا ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور آپ کی بے سکونی کا فائدہ اٹھا رہا ہوں۔''

ممکن ہے کہ میخائل میری سوچ کو ٹھیک ہی بھانپ رہا ہو لیکن اس کی آواز کچھ اتنی تیز ہو گئی تھی جو آداب کے خلاف تھی۔ سارے لوگوں کی توجہ اس کی طرف ہو گئی تھی۔

''آپ مجھے متاثر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو یہ پتہ نہیں ہے کہ میں آپ کی کتابوں سے کس قدر متاثر ہوں اور کتنا کچھ سیکھا ہے۔ آپ کے دکھ نے آپ کو اندھا کر دیا

ہے۔ آپ کے دل و دماغ پر جنونی کیفیت (ظاہر) سوار ہے۔ ایستھر سے آپ کی محبت کی بنا پر میں نے آپ کی لنچ کی دعوت قبول نہیں کی۔ درحقیقت مجھے آپ کی محبت کا یقین نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے یہ آپ کے انا کی پسپائی ہو۔'

''میرے یہاں ہونے کا سبب۔۔۔''

اس کی آواز تیز ہوتی جارہی تھی۔ وہ اس طرح بے معنی انداز میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے وہ اپنے آپ پر قابو کھوتا جارہا ہے۔

''روشنی ہی روشنی۔۔۔''

''خیریت۔ آپ کیوں ایسا کررہے ہیں؟''

''میرے یہاں ہونے کا سبب آپ کے لئے اس کی محبت ہے۔''

''آپ ٹھیک تو ہیں؟''

روبرٹو یہ اس خصوصی حال کی جانب مبذول ہوئی وہ میز تک آیا اور مسکراتے ہوئے میخائل کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔'' پیزا کچھ زیادہ ہی تیز ہوگیا تھا۔ قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جب چاہیں جاسکتے ہیں۔''

وہاں سے باآسانی نکلنے کا یہ اچھا موقع تھا۔ بس اٹھیں اور باہر چلے جائیں۔ اور ایک مصنوعی روحانی کیفیت کے ڈرامائی مظاہرے دیکھنے سے بچ جائیں۔

''کیا آپ بہتر محسوس کررہے ہیں؟''

مجھے اس وقت احساس ہوا کہ وہ اداکاری نہیں کررہا ہے۔ اپنے آپ کو سنبھالنے کی پوری کوشش سے کام لے رہا ہے۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ خوفزدہ لگ رہا تھا۔

''روشنیاں۔ روشنیاں نظر آنے لگی ہیں۔ مجھے جلد از جلد یہاں سے لے چلیں۔''

اس کا سارا جسم کانپنے لگا۔ دوسری میزوں سے لوگ الگ اٹھ کر ہماری طرف آنے لگے۔

''قزقہ۔۔۔''

جملہ پورا نہ کرسکا اور میز کو اس طرح دھکا دیا کہ پیزا، گلاس، چمچے وغیرہ سب اڑ کر دوسری میز پر جاگرے۔ آہستہ آہستہ بے ہوش ہوکر گرنے لگا۔ اتنے میں ایک صاحب دوڑے آئے اور روبرٹو نے اسے پکڑ کر گرنے سے بچالیا۔ ایک دوسرے آدمی نے

جلدی سے ایک چمچہ اٹھایا اور میخائل کے منہ کے اندر ڈال دیا۔

چند لمحوں کا یہ واقعہ مجھے برسوں کا لگا۔ میں ساکت سا ہو گیا۔ میرے ذہن میں سستی شہرت کے لئے اس طرح کے کئی اسکینڈل چکرانے لگے۔ لوگ کیا سوچیں گے۔ یہاں میرے کتنے اچھے واقف ہوں گے جو اس معاملے میں خاموش رہیں گے اور دوسروں سے نہیں کہیں گے۔

میخائل کا جسم پرسکون ہو گیا تھا۔ روبرٹو نے اسے تھام رکھا تھا۔ ایک اور شخص نے اس کی نبض دیکھی، آنکھوں کا معائنہ کیا اور مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''یہ یقینی طور پر پہلی مرتبہ نہیں ہوا ہے۔ آپ انہیں کب سے جانتے ہیں؟''

''یہ لوگ ہمارے پرانے کسٹمر ہیں۔'' روبرٹو نے مجھے خاموش دیکھ کر جواب دیا۔ ''ان کے ساتھ یہاں پہلی بار آئے ہیں جب کہ ریسٹوران میں تو متعدد بار یہ دیکھنے میں آیا ہے۔''

''ٹھیک۔ اسی لئے آپ کو گھبراتے نہیں دیکھا۔'' اس آدمی نے کہا۔

یہ ریمارکس عیاں طور پر میرے خلاف تھا اس لئے کہ مجھے گھبرا جانا چاہئے تھا۔ وہ اپنی میز پر چلا گیا اور روبرٹو نے مجھے دلاسہ دینے کی غرض سے بتایا۔ ''وہ ایک بہت ہی مشہور ایکٹرس کا ذاتی معالج ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے مہمان سے زیادہ آپ کو علاج کی ضرورت ہے۔''

میخائل یا اولیگ جو بھی اس کا اصلی نام ہے اپنے ہوش میں آ گیا تھا۔ نارمل انداز میں مسکراتے اور شرماتے ہوئے کہا۔ ''مجھے بہت افسوس ہے۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بہت کوشش کی۔''

میں خاموش رہا۔ روبرٹو نے پھر میری مدد کی۔ ''آپ پریشان نہ ہوں۔ ہمارے قلمکار کے پاس اتنے پیسے ہیں کہ وہ نقصان کا ازالہ کر دیں گے۔'' پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوئے۔ ''یہ مرگی کا حملہ تھا اور کچھ نہیں۔''

میں میخائل کے ساتھ ریسٹوران سے باہر آیا۔ اس نے فوراً ایک ٹیکسی لی۔

''ابھی تو ہماری باتیں پوری نہیں ہوئیں۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

''میں ابھی بات کرنے کی حالت میں نہیں ہوں۔ آپ کو پتہ ہے میں کہاں مل

سکتا ہوں۔"

دنیا دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک خیال اور دوسری حقیقی۔ میری خیالی دنیا میں میخائل نے سچ ہی کہا تھا۔ میں ایک مشکل راستے پر چل پڑا ہوں۔ جہاں تعلقات میں غلط فہمیاں ہیں ایستھر کہیں اور بیٹھی بے چینی سے میرا انتظار کر رہی ہے کہ میں اسے ڈھونڈ نکالوں اور یہ دریافت کرلوں کہ ہماری شادی کے بندھن میں کیا گرہ پڑ گئی ہے اور پھر اس سے معافی مانگ کر از سر نو اپنی زندگی بحال کروں۔

اس خیالی دنیا میں میخائل اور میں نے بڑے اطمینان سے گفتگو کی۔ ریسٹوران سے باہر آئے ٹیکسی لی اور گھر کی گھنٹی بجائی۔ جہاں میری سابقہ بیوی (ظاہر) صبح کو قالین بافی کرتی ہے شام کو فرنچ زبان پڑھاتی ہے اور رات کو اکیلی سو جاتی ہے۔ اور بری طرح اس بات کا انتظار کرتی ہے کہ گھنٹی بجے گی۔ اس کا شوہر پھولوں کا ایک گلدستہ لئے کمرے میں داخل ہوگا اور اسے پاس کے ایک ہوٹل میں گرم چاکلیٹ پلانے لے جائے گا۔

حقیقی دنیا میں میخائل کے ساتھ جو بھی ملاقات ہوتی ہے اس میں ایک تناؤ سا ہوتا ہے کہیں مرگی والا واقعہ نہ پیش ہو جائے۔ اس کی ساری باتیں خیالی لگتی ہیں۔ اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ ایستھر کہاں ہے۔ حقیقی دنیا سے ابھی پونے بارہ بجے دن کو میں ٹرین کے ایک اسٹیشن پر موجود ہوں۔ اسڑاس برگر پہنچ کر میں ایک ایکٹر اور ڈائریکٹر سے ملوں گا جو میری کتابوں کی بنیاد پر فلم بنانا چاہتا ہے۔

میں اپنی کتابوں پر فلم بنانے کا قائل نہیں۔ میں نے اب تک ایسے کسی پراجیکٹ میں دلچسپی نہیں لی۔ فلم دیکھنے کے بعد ہر قاری کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ناول فلم سے کہیں بہتر ہے۔ اس بار میری ایجنٹ نے زیادہ اصرار سے کام لیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یہ ڈائریکٹر اور پروڈیوسر ہمارے حمایتی ہے اور اس کی فلم ہمارے خیال کے مطابق ہی بنے گی۔ یہ میٹنگ دو ماہ پہلے طے ہوئی تھی۔ ہم رات کو ڈنر کے موقع پر تفصیلات کے لئے بات چیت کریں گے اور دیکھیں گے کہ ہماری سوچ ہم آہنگ ہے یا نہیں۔

گذشتہ دو ہفتے سے میرا معمول بالکل بدل گیا تھا۔ جمعرات کو آرمینی ریسٹوران

سکتا ہوں۔"

دنیا دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک خیال اور دوسری حقیقی۔ میری خیالی دنیا میں میخائل نے سچ ہی کہا تھا۔ میں ایک مشکل راستے پر چل پڑا ہوں۔ جہاں تعلقات میں غلط فہمیاں ہیں ایستھر کہیں اور بیٹھی بے چینی سے میرا انتظار کررہی ہے کہ میں اسے ڈھونڈ نکالوں اور یہ دریافت کرلوں کہ ہماری شادی کے بندھن میں کیا گرہ پڑ گئی ہے اور پھر اس سے معافی مانگ کر از سرنو اپنی زندگی بحال کروں۔

اس خیالی دنیا میں میخائل اور میں نے بڑے اطمینان سے گفتگو کی۔ ریسٹوران سے باہر آئے ٹیکسی لی اور گھر کی گھنٹی بجائی۔ جہاں میری سابقہ بیوی (ظاہر) صبح کو قالین بافی کرتی ہے شام کو فرنچ زبان پڑھاتی ہے اور رات کو اکیلی سو جاتی ہے۔ اور بری طرح اس بات کا انتظار کرتی ہے کہ گھنٹی بجے گی۔ اس کا شوہر پھولوں کا ایک گلدستہ لئے کمرے میں داخل ہوگا اور اسے پاس کے ایک ہوٹل میں گرم چاکلیٹ پلانے لے جائے گا۔

حقیقی دنیا میں میخائل کے ساتھ جو بھی ملاقات ہوتی ہے اس میں ایک تناؤ سا ہوتا ہے کہیں مرگی والا واقعہ نہ پیش ہوجائے۔ اس کی ساری باتیں خیالی لگتی ہیں۔ اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ ایستھر کہاں ہے۔ حقیقی دنیا سے ابھی پونے بارہ بجے دن کو میں ٹرین کے ایک اسٹیشن پر موجود ہوں۔ اسڑاس برگر پہنچ کر میں ایک ایکٹر اور ڈائریکٹر سے ملوں گا جو میری کتابوں کی بنیاد پر فلم بنانا چاہتا ہے۔

میں اپنی کتابوں پر فلم بنانے کا قائل نہیں۔ میں نے اب تک ایسے کسی پراجیکٹ میں دلچسپی نہیں لی۔ فلم دیکھنے کے بعد ہر قاری کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ناول فلم سے کہیں بہتر ہے۔ اس بار میری ایجنٹ نے زیادہ اصرار سے کام لیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ یہ ڈائریکٹر اور پروڈیوسر ہمارے حمایتی ہے اور اس کی فلم ہمارے خیال کے مطابق ہی بنے گی۔ یہ میٹنگ دو ماہ پہلے طے ہوئی تھی۔ ہم رات کو ڈنر کے موقع پر تفصیلات کے لئے بات چیت کریں گے اور دیکھیں گے کہ ہماری سوچ ہم آہنگ ہے یا نہیں۔

گذشتہ دو ہفتے سے میرا معمول بالکل بدل گیا تھا۔ جمعرات کو آرمینی ریسٹوران

جانا میری ضرورت تھی، تا کہ مرگی کے اس مریض سے رابطہ میں رہنا ضروری تھا جو قسم کھاتا تھا کہ اسے آوازیں سنائی دیتی ہیں اور جو واحد ایسا شخص تھا جسے معلوم تھا کہ میری محبوبہ (ظاہر) کہاں مل سکتی ہے۔ میں اس وجہ سے ڈائریکٹر کے ساتھ اپنی ملاقات منسوخ کرنا چاہتا تھا لیکن وہ ملنے کے لئے بضد تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ پیرس جیسے شہر میں ایک رات باآسانی گذار سکتا ہے۔ ڈنر نہیں تو دوسرے دن لنچ پر ملاقات کی جائے۔ مجھے راضی ہونا پڑا۔

خیالی دنیا میں ایستھر اب بھی میری ساتھی تھی۔ اس کی محبت کی توانائی مجھے آگے بڑھنے اور نئی سرحدیں پار کرنے کی جانب آگے لے جارہی تھی۔ حقیقی دنیا میں وہ میرے لئے بس ایک جنون تھی جو میری قوتوں کو سلب کررہی تھی۔ راہیں تنگ کررہی تھی، زندہ رہنے کے لئے بے حد مشقتوں کے لئے مجبور کررہی تھی۔ جن میں کام کاج، فلم پروڈیوسروں سے ملاقات اور دیگر انٹرویوز شامل تھیں۔

سوچتا ہوں کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ دو سال کے بعد بھی میں اسے بھولنے میں کامیاب نہیں ہوا؟ میں نے بہیترے جتن کئے۔ سارے ممکنات آزمائے۔ فیصلہ کیا کہ حقیقت مان لی جائے۔ کتاب لکھی جائے۔ یوگا کیا جائے۔ فلاحی کام میں لگا جائے، دوستوں سے ملا جائے۔ عورتوں کو مائل کیا جائے، سینما، تھیٹر، بیلے اور فٹ بال وغیرہ دیکھا جائے۔ لیکن جنونی کیفیت (ظاہر) نے مجھے چھوڑا نہیں۔ ہر دم یہی آرزو رہی کہ کاش وہ یہاں میرے پاس ہوتی۔

میں نے اسٹیشن کی گھڑی کی جانب دیکھا۔ پندرہ منٹ باقی تھے۔ خیالی دنیا میں میخائل میرا ساتھی تھا۔ حقیقی دنیا میں میرے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا۔ ہوسکتا ہے بھیس بدلا ہوا میرا دشمن ہو۔ میں پھر اپنے پرانے سوال کی طرف آگیا۔ اس نے آخر مجھ سے کوئی بات کیوں نہیں کی؟ کیا اس نے ھینس کے سوال کو میرے سامنے یونہی دہرایا تھا؟ کیا ایستھر واقعی دنیا کو بچانا چاہتی تھی جس کا ذکر محبت اور جنگ سے متعلق اس نے میرے ساتھ گفتگو میں کیا تھا؟ اور کیا وہ مجھے بھی اپنے اس مشن میں شامل کرنے کے لئے تیار کررہی تھی؟

میری نظریں ریل کی پٹریوں پر جم گئیں۔ میں اور ایستھر، ساتھ ساتھ چل رہے

ہیں لیکن مل نہیں رہے ہیں، منزلیں جدا ہیں۔۔۔

''ریل کی پٹریاں۔ایک دوسرے سے کتنے فاصلے پر ہیں؟''

میں نے اپنی اس کیفیت (ظاہر) کو بھولنے کے لئے ریلوے اسٹاف سے پوچھا۔

''دونوں پٹریوں کے درمیان کا فاصلہ 143.5 سنٹی میٹر یا 4 فٹ 1/2 8 انچ کا ہے۔''

وہ شخص کافی مطمئن نظر آرہا تھا۔اپنی ملازمت سے خوش تھا۔مجھ جیسا پریشان خاطر نہیں تھا۔مگر اس کا جواب مجھے بے معنی لگا۔یہ کیا 143.5 سنٹی میٹر یا 4 فٹ 8 1/2 انچ؟

بے معنی۔منطقی لحاظ سے اسے 150 سنٹی میٹر یا 5 فٹ پورا پورا ہونا چاہئے تھا۔تاکہ ریلوے ملازمین اور ڈبے سازوں کے لئے یاد رکھنا آسان ہوتا۔میں نے اس آدمی سے پوچھ ہی لیا۔''آخر ایسا کیوں؟''

''اس کا سبب یہ ہے کہ ڈبوں کے پہیوں کے درمیان کی چوڑائی اتنی ہی ہے۔''

''پہیوں کے درمیان چوڑائی کے فاصلہ کا سبب تو پٹریوں کے مابین فاصلہ ہے نا۔''

''دیکھئے۔میرے ریلوے اسٹیشن سے کام کرنے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اس کے بارے میں سارا کچھ ہی جانتا ہوں۔بس جو ہے وہ میں نے بتا دیا۔''

اب اس کا موڈ خوشگوار نہیں تھا۔میں نے معذرت چاہی اور پھر پٹریوں کو غور سے دیکھتا رہا۔جیسے وہ کچھ کہہ رہی ہوں۔میری شادی اور دوسری شادیوں کے بارے میں۔ہے نا حیرت انگیز بات!

وہ ایکٹر، ڈائریکٹر پہنچ گیا۔میری توقع سے زیادہ اچھا آدمی تھا۔حالانکہ مشہور آدمی تھا۔پھر بھی خوش اخلاقی سے ملا۔میں اپنے پسندیدہ ہوٹل میں لے گیا اور پھر وہاں چھوڑ کر اپنے گھر آ گیا۔تعجب ہوا کہ مے ری میرا انتظار کر رہی تھی۔اس نے بتایا کہ خرابی موسم کی وجہ سے ایک ہفتہ کے لئے فلمبندی منسوخ کر دی گئی ہے۔

''آج جمعرات ہے۔تم تو ریسٹوران جاؤ گے۔'' میری نے خیال ظاہر کیا۔

''کیا تم بھی چلنا چاہو گی؟''

''ہاں میں بھی جانا چاہتی ہوں۔کیا تم اکیلے جانا چاہتے ہو؟''

''ہاں۔''

بہر حال، میں بھی چلوں گی۔ ابھی ایسا کوئی پیدا نہیں ہوا ہے جو مجھے روکے یا اجازت دے۔''

''اچھا تمہیں معلوم ہے کہ ریل کی دو پٹریاں 143.5 سنٹی میٹر کی دوری پر کیوں ہوتی ہیں؟''

میں انٹرنیٹ کے ذریعہ معلوم کرسکتی ہوں۔کیا یہ ضروری ہے؟''

''بہت ضروری۔''

''سردست چھوڑو ان پٹریوں کو۔ میں ایک دن اپنے چند دوستوں سے باتیں کررہی تھی جو تمہاری کتابوں کو پسند کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ جو آدمی ''اے ٹائم ٹو رینڈ اینڈ اے ٹائم ٹو سو' یا چرواہے یا سنٹیا گو کی یاترا جیسی کتابیں لکھ سکتا ہے وہ ایک سائیں سنت ہوگا جو سب کچھ جانتا ہے۔''

''تم تو جانتی ہو، یہ بالکل سچ نہیں ہے۔''

''تو پھر سچ کیا ہے؟ تم اپنے قاری تک وہ باتیں کیسے پہنچا سکتے ہو جو خود تمہارے علم میں نہیں ہیں۔''

''ایسی بات نہیں ہے کہ وہ باتیں میرے علم میں نہیں ہیں۔میری کتابوں میں جو باتیں بھی لکھی گئی ہیں وہ میری روح کا حصہ ہیں۔ وہ میری زندگی کے سیکھے گئے اسباق کے اجزا ہیں۔اور جو اپنی زندگی میں برتنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں اپنی کتابوں کا خود قاری ہوں یہ کتابیں مجھے وہ کچھ دکھاتی ہیں جو میں لاشعوری طور پر ہی سہی جانتا ہوں۔''

قاری کے بارے میں کیا کہو گے؟''

''ایک قاری کے لئے بھی بس یہی کہوں گا۔ایک کتاب یا پھر ایک فلم، موسیقی، گارڈن، کوئی پہاڑی منظر لے لو، سب ہی کچھ نہ کچھ انکشاف کرتے ہیں۔ یہاں انکشاف سے کسی شے سے پردہ اٹھانا اور پردہ چڑھانا دونوں مراد ہے۔ میں دوسروں کو

بہتر زندگی گزارنے کا گر بتاتا ہوں جو کسی موجود شے سے پردہ اٹھانے سے مختلف ہے۔''

''تم تو جانتی ہو۔ محبت نے مجھے ان دنوں کتنی سخت پریشانیوں میں ڈال رکھا ہے۔ اسے جہنم میں جانے یا پھر اسے ایک انکشاف کے مترادف بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ مجھے اپنی تازہ ترین کتاب لکھتے وقت ہی اپنے اندر محبت کی صلاحیت کا پتہ چلا۔ جیسے جیسے میں الفاظ اور جملے ٹائپ کر رہا تھا میری معلومات بڑھتی جارہی تھی۔ آرمینی ریسٹوران میں میرے ساتھ تمہارا جانا اب اچھا لگ رہا ہے۔ اس لئے کہ وہاں تمہیں تین اہم باتوں کی واقفیت حاصل ہوگی۔ پہلی بات۔ جیسے ہی کوئی مسئلہ سامنے آتا ہے لوگوں کو یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے اندر حل کرنے کی وہ صلاحیت موجود نہیں ہے جو وہ پہلے سمجھتے تھے۔ دوسری بات۔ ساری صلاحیت اور سارا علم اس نامعلوم ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے جسے عام طور پر خدا کہا جاتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی کی راہ جب سے متعین کی ہے اس وقت سے میری یہی کوشش رہی ہے کہ اس قوت کا احترام کروں، اس کی نشانیوں کی پیروی کروں اور سیکھنے کے لئے عمل کی سوچ سے نہیں بلکہ خود عمل سے سیکھوں۔ تیسری بات۔ دنیا میں کوئی بھی دکھ اور پریشانی سے مبرا نہیں۔ اور یہی حقیقت ہمیں چیلنجوں سے مقابلے کرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔''

''کیا اس میں محبت کا دکھ بھی شامل ہے؟''

''اس میں سب ہی شامل ہیں۔ اگر دکھ ہے تو اسے مان لینا چاہئے۔ تمہیں ماننے کے حیلے سے یہ دور نہیں ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر خوشی سامنے ہے تو اسے بھی تسلیم کرلینا چاہئے کچھ لوگوں کے لئے زندگی صرف قربانیوں اور تیاگ دینے کا نام ہے۔ کچھ لوگ لطف و مسرت کو زندگی گردانتے ہیں۔ آخر اس قسم کی باتیں کیوں ہیں؟''

''کیوں کہ میں محبت میں مبتلا ہوں اور محبت کی اذیتوں سے گھبراتی ہوں۔''

''گھبراؤ نہیں۔ دکھوں سے بچنے کے لئے محبت سے انکار کرو۔''

''میں ایستھر کی موجودگی محسوس کرسکتی ہوں۔ اس نوجوان کی مرگی کے دورے کے علاوہ تم نے کوئی اور بات نہیں بتائی۔ میرے لئے یہ بری نشانی ہے ہوسکتا ہے یہ تمہارے لئے اچھی نشانی ہو۔''

''یہ میرے لئے بھی بری نشانی ہوسکتی ہے۔''

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کیا جاننا چاہتی ہوں؟ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیا تم بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتے ہو جتنی میں تم سے کرتی ہوں۔ مگر یہ پوچھنے کی مجھے ہمت نہیں ہوئی۔ میں نے یہ مایوس کن تعلقات کیوں قائم رکھے ہوئے ہیں؟ تم ایک عجیب و غریب، ذہین، جذباتی اور منفرد آدمی ہو۔ تمہارا سلوک مجھے اپنا سب کچھ تمہارے حوالے کرنے پر مجبور کردیتا ہے۔ پھر بھی تمہاری اپنی زندگی دکھی ہے۔''

''تم یہ جاننا چاہتی ہو کہ میں ایک ایسی عورت سے اب بھی محبت کا دم بھرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں جو ایک لفظ کہے بغیر مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔''

''میں نے تمہاری کتاب پڑھی ہے۔ تم اب بھی اس کی محبت میں گرفتار ہو۔''

''تم یہ جاننا چاہتی ہو کہ ایستھر کی محبت کے باوجود میں تم سے محبت کرسکتا ہوں؟''

''میں یہ سوال کرنے کا حوصلہ نہیں کرسکتی۔ اس کا جواب میری زندگی تباہ کردے گا۔''

''تم یہ جاننا چاہتی ہو کہ عورت یا مرد کے دل میں اتنی گنجائش ہوسکتی ہے کہ وہ ایک سے زیادہ شخص سے محبت کرسکے؟''

''چونکہ یہ سوال براہ راست نہیں ہے اس لئے اس کا جواب چاہ سکتی ہوں۔''

''میرے خیال سے یہ بالکل ممکن ہے جب تک ان میں ایک۔۔۔''

''جنونی کیفیت (ظاہر) نہ بن جائے۔ میں بہرحال تمہاری طرفداری کروں گی اس لئے کہ تم اس کے مستحق ہو۔ جس طرح تم نے ایک عورت کو ٹوٹ کر چاہا اس سے ایستھر کی عزت میری نگاہ میں بہت بڑھ گئی ہے۔ میں اس کی خاطر کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔ میں تمہیں ہر حال میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔ اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ میری زندگی کے لئے تم کتنی اہمیت کے حامل ہو میں تمہاری ہر جا اور بے جا بات ماننے کو تیار ہوں۔ اور یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش کروں گی کہ ریل کی پٹریاں 4 فٹ 8 1/2 انچ کے فرق پر کیوں ہوتی ہیں۔''

آرمینی ریسٹوران کے مالک نے وہی کیا جو اس نے اپنے منصوبے کے متعلق پہلے کہا تھا۔ اب پچھلے کمرے کی بجائے پورا ریسٹوران ہی ایسے لوگوں سے بھرا ہوا تھا جو اس مخصوص میٹنگ کے لئے آئے تھے۔ مے ری نے دلچسپی کے ساتھ حاضرین کو دیکھا اور تبصرہ بھی کیا۔

''بچوں کو اپنے ساتھ یہاں کیوں لاتے ہیں؟ بے معنی بات ہے۔''

''ہوسکتا ہے بچوں کو کوئی اور دیکھنے والا نہیں ہو۔''

ٹھیک نو بجے کاروائی شروع ہوگئی۔ چھ اداکار۔ مشرقی لباس میں دو موسیقار سفید شرٹ اور اسکرٹ میں چار جوان لڑکیاں اسٹیج پر آ گئے۔ میزوں پر بھی سروس بند ہوگئی اور خاموشی چھا گئی۔

''منگولیائی داستانِ ازل میں ہرنی اور جنگلی کتا ایک ساتھ آئے۔ میخائل کی آواز بدلی ہوئی تھی۔ فطری طور پر دونوں مختلف تھے۔ جنگلی کتا عام طور پر ہرنی کو مار دیتا ہے۔ لیکن اس داستان میں دونوں کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ اس مخالف دنیا میں زندہ رہنے کے لئے ایک دوسرے کی عادتیں اپنانے کی ضرورت ہے لہٰذا انہیں ایک دوسرے کی طاقتوں کو اکٹھا رکھنا چاہئے۔ اس کے لئے انہیں محبت کرنی سیکھنی ہوگی۔ اور پھر اس کے لئے اپنے آپ کو بدلنا ہوگا ورنہ وہ کبھی ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ جنگلی کتے کی وحشی خصوصیت بدلتی گئی اور دنیا کے تعمیری پہلو کے مدنظر تعاون کا خواص بڑھتا گیا۔''

وہ تھوڑی دیر خاموش ہوگیا۔

''جب ہم رقص کرتے ہیں۔ ہم دراصل اس قوت کے گرد چکر لگاتے ہیں جو ہمیں اس مقدس خاتون کی طرف لے جاتی ہے جن سے ہمیں طاقت حاصل ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے دریا کا پانی بھاپ بن جاتا ہے۔ پھر وہ بادل کی شکل اختیار کرتا ہے اور پھر بارش کی صورت میں واپس آجاتا ہے۔ میری کہانی آج محبت کے دائرے سے متعلق ہے۔

صبح سویرے ایک کسان نے ایک خانقاہ کے دروازے پر زور دار دستک دی۔ بردار پورٹر نے دروازہ کھولا۔ کسان نے اسے انگوروں کا خوبصورت گچھا پیش کیا اور کہا۔

''بردار، میرے باغ کے یہ بہترین انگور ہیں۔ آپ کے لئے تحفہ ہے اسے قبول کریں۔''

'' کیوں تکلیف کی۔ شکریہ ۔ میں انہیں سیدھے اپنے راہب کے پاس لے جاؤں گا وہ اس تحفے سے بہت خوش ہوں گے۔''

''نہیں۔ نہیں۔ میں یہ آپ کے لئے لایا ہوں۔''

''میرے لئے؟ مگر میں اپنے آپ کو فطرت کے اس خوبصورت تحفے کے لائق نہیں سمجھتا۔''

''جب بھی میں نے آپ کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے آپ دروازے پر ملے ہیں۔ جب خشک سالی سے فصل خراب ہوئی ہے۔ آپ نے ہر روز روٹی پانی کا بندوبست کردیا ہے۔ میری خواہش ہے اور دعا ہے کہ انگوروں کا یہ گچھا آپ کے لئے سورج کی ہلکی سی محبت، بارش کی دلکشی اور خدا کی معجزاتی رحمت کا باعث بنے۔''

بردار پورٹر نے انگوروں کو ایسی جگہ رکھ دیا۔ جہاں دن بھر دیکھ کر لطف لیا جاسکے۔ وہ واقعی بہت اچھے لگ رہے تھے۔ آخر کار بردار نے انہیں راہب کو تحفہ میں دینے کا فیصلہ کرلیا جس کے دانشمندانہ الفاظ نے ہمیشہ برادر کی رہنمائی کی تھی ۔ راہب بہت خوش ہوا۔ لیکن اسے ایک دوسرے راہب کا خیال آیا جو بیمار تھا۔ ''میں کیوں نہ یہ انگور اسے دے دوں کہ اس کی زندگی میں خوشی کی ایک ہلکی سی لہر دوڑ جائے۔''

مگر یہ انگور اس بیمار راہب کے کمرے میں زیادہ دن نہیں رہے کیونکہ اس نے سوچا کہ۔ '' بردار کوک نے میرا کتنا خیال رکھا ہے، ہمیشہ اچھا کھانا کھلایا ہے۔ ان انگوروں سے وہ بہت خوش ہوگا۔'' جب برادر کوک لنچ لے کر آیا تو بیمار راہب نے انگور کا گچھا اسے دے دیا اور کہا۔ '' یہ انگور آپ کے لئے ہیں۔ آپ فطرت کے دئے گئے تحفے سے قریب رہتے ہیں۔ آپ ہی کو معلوم ہے کہ خدا کی اس نعمت کا کیا کرنا چاہئے۔''

'' برادر کوک انگور کی خوبصورتی دیکھ کر حیرت میں پڑ گیا۔ اور اپنے معاون کی توجہ ان کی دلکشی کی جانب دلائی۔ ان کی بے پناہ خوبصورتی کو بردار سکرستان سے زیادہ شاید ہی کوئی محسوس کرسکتا تھا۔ بردار سکرستان نے اپنے نوجوان شاگردوں میں ایک سب

ے کم عمر شاگرد کے حوالہ کر دیا تا کہ وہ چھوٹی چھوٹی تفصیلات کے ساتھ خدا کی تخلیق کا جائزہ لے سکے۔ اس شاگرد کا دل شان خداوندی سے مامور ہوگیا۔ اس نے کبھی انگوروں کا اتنا خوبصورت گچھا نہیں دیکھا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کا ذہن خانقاہ کے اس شخص کی جانب گیا جس نے سب سے پہلی بار اس کے لئے خانقاہ کا دروازہ کھولا تھا۔ جس کی وجہ سے آج وہ ان لوگوں کی صف میں کھڑا ہے جو معجزہ کی قدر سے واقف ہیں۔ شام ہونے سے ذرا پہلے وہ اس گچھے کو لے کر بردار پورٹر کے پاس پہنچ گیا۔

''کھائیں اور مزے لیں۔ آپ یہاں زیادہ تر تنہا رہتے ہیں۔ انگور آپ کی صحت کے لئے مفید ہیں۔''

بردار پورٹر نے سوچا۔ یہ تحفہ واقعتاً اسی کے لئے ہے۔ مزے لے لے کر ایک انگور کھایا اور خوش خوش سونے چلا گیا۔ اس طرح وہ دائرہ مکمل ہوا۔ خوشیوں کا دائرہ جو ہمیشہ ان لوگوں کو اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے جو محبت کی قوت سے رابطہ میں رہتے ہیں۔

الما نے مجیرہ بجایا۔

''جیسا کہ ہم ہر جمعرات کو کرتے ہیں۔ ہم محبت کی کہانی سناتے ہیں اور محبت میں کمی کی کہانی سنتے ہیں۔ آیئے، ہم دیکھیں کہ بظاہر کیا ہے پھر آہستہ آہستہ ہمیں اپنی عادتوں اور قدروں کی گہرائی نظر آئے گی۔ ہم اور تہوں میں جائیں گے تو ہم اپنے آپ کو تلاش کرنے کے قابل ہوں گے۔ اب کون شروع کرے گا؟

متعدد ہاتھ اٹھے۔ مے ری کو تعجب ہوا ان میں میرا ہاتھ بھی تھا۔ میخائل نے ایک لمبی خوبصورت عورت کی طرف اشارہ کیا جس کی آنکھیں نیلی تھیں۔

''گذشتہ ہفتہ میں اپنے دوست کے پاس گئی جو اسپین کی سرحدوں کے قریب ایک پہاڑی پر تنہا رہتا ہے۔ اسے زندگی کی ہر اچھی چیز بھاتی ہے۔ اور وہ اکثر کہتا ہے کہ جو بھی عقل میرے پاس ہے وہ اس لئے ہے کہ میں زندگی کا ہر لمحہ خوش گزارتا ہوں۔ میرا شوہر شروع ہی میرے اس دوست سے ملنے کے خلاف ہے۔ اسے معلوم ہے کہ وہ کس طرح کا آدمی ہے وہ پرندوں کا شکار کرتا ہے اور عورتوں کو ورغلاتا ہے۔ مگر میں اپنے اس دوست سے ملنا چاہتی ہوں۔ میرے ساتھ کچھ پریشانیاں ہیں اور وہ میری مدد کر سکتا ہے۔ میرا شوہر کہتا ہے کہ میں کسی نفسیاتی ڈاکٹر کے پاس جاؤں یا پھر آب و ہوا

تبدیل کر آؤں ۔ ہمارے درمیان جھگڑا بھی ہوا۔ گھریلو دباؤ کے باوجود میں ملنے روانہ ہوگئی۔ میرے دوست نے ہوائی اڈے پر میرا استقبال کیا۔ سارا دن ہم لوگ باتیں کرتے رہے۔ رات کو کھانا کھایا۔ تھوڑا پینا بھی ہوا۔ مزید باتیں ہوتی رہیں۔ پھر میں سونے چلی گئی۔ جب دوسری صبح میں جاگی ۔ ہم لوگ قریب ہی سیر کو نکل گئے اور پھر اس نے مجھے ہوائی اڈے پر چھوڑ دیا۔

جیسے ہی میں گھر آئی۔ سوالات شروع ہو گئے۔

''کیا وہ اکیلا تھا؟''

''ہاں۔''

''مطلب یہ کہ اس کے ساتھ کوئی گرل فرینڈ نہیں تھی؟''

''نہیں۔ کوئی گرل فرینڈ نہیں تھی۔''

''کیا تم نے کچھ پیا تھا؟''

''ہاں۔ پیا تھا۔''

''تم باتیں کیوں نہیں کرنا چاہتی ہو؟''

''میں باتیں بتا رہی ہوں۔''

''پہاڑی والے مکان میں صرف تم دونوں تھے نا؟''

''ہاں۔ پھر؟''

''تم لوگوں نے صرف باتیں کیں۔ تمہارے کہنے کے مطابق؟''

''ہاں، ہم نے باتیں کیں۔''

''تمہیں توقع ہے کہ میں تمہاری باتوں کا یقین کروں گا؟''

''کیوں یقین نہیں کرو گے؟''

''اس لئے کہ یہ بات انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت ایک ساتھ ہوتے ہیں۔ ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ ذاتی باتیں کرتے ہیں تو آخر میں ایک ساتھ سو بھی جاتے ہیں۔''

میں اپنے شوہر سے اتفاق کرتی ہوں۔ جو کچھ ہم نے زندگی میں جانا اور سیکھا ہے وہ کبھی بھی میری بات کا یقین نہیں کرے گا لیکن یہ بات بالکل سچ ہے۔ اس کے بعد

ہماری زندگی تھوڑی جہنم بن گئی۔ یہ وقت بھی گزر جائے گا۔لیکن تکلیفیں صرف اس لئے اٹھانی پڑیں گی کہ یہی کچھ ہمیں سکھایا گیا ہے۔

تالیاں، سگریٹ جل گئے اور گلاس کھنکنے لگے۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔'' مے ری نے آہستگی سے پوچھا۔'' کیا جوڑوں کے لئے گروپ علاج ہے؟''

''یہ میٹنگ کا حصہ ہے۔کوئی یہ نہیں کہتا کہ وہ صحیح ہے یا غلط۔سب کہانیاں بیان کرتے ہیں۔''

''لیکن یہ سب پبلک میں کیوں کرتے ہیں۔اور اس طرح بے معنی انداز میں سگریٹ اور شراب پیتے ہوئے؟''

''شاید اس لئے کہ ہلکے پھلکے ذہن کے ساتھ آسانی سے ایسا کر سکیں۔اگر اس طرح آسانی ہاتھ آجاتی ہے تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟''

''یہ کوئی آسان بات ہے؟ اتنے سارے اجنبی لوگوں کے سامنے اس طرح کی کہانی بیان کرنا؟ کل یہی لوگ یہ کہانیاں اپنے شوہروں کے سامنے دہرائیں گی؟''

اس وقت کوئی اور بولنے لگا۔لہٰذا مے ری سے یہ نہ کہہ سکا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ہر شخص یہاں یہ بتانے کے لئے موجود ہے کہ محبت کے پردے میں محبت کی کمی کیسے ہوتی ہے۔

''میں اس عورت کا شوہر ہوں جس نے ابھی کہانی سنائی ہے۔'' ایک آدمی نے کہا۔'' یہ اس حسین عورت سے کم از کم بیس سال بڑا تھا۔جو کہانی اس نے سنائی ہے وہ سچ ہے لیکن اسے ایک ایسی بات کا پتہ نہیں ہے جو میں اسے بتا نہ سکا۔وہ اب بتانے جا رہا ہوں۔''

''جس دن وہ پہاڑی والے مکان پر گئی میں ساری رات سو نہ سکا۔میں پوری تفصیل کے ساتھ سوچنے لگا کہ وہاں کیا ہو رہا ہوگا۔جب وہ وہاں پہنچی آتشدان میں آگ جل رہی تھی۔اس نے اپنے کوٹ اور سوئٹر اتارا، پتلی ٹی شرٹ سے جسم کے اندرونی حصہ جھلک رہا تھا۔بے پروائی کے ساتھ وہ کچن میں شیمپین کی بوتل اٹھا لائی۔چست جین سے کرب نمایاں نظر آئے۔دونوں ساتھ بیٹھ گئے اور اپنی اپنی ذاتی باتیں

میں کیسے اٹھا اور سامعین کی جانب دیکھا۔ مجھے احساس نہیں ہوا۔ سب ہی لوگ اس آدمی کی بات پر ششدر تھے۔ کوئی سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ ایسے میں اپنی بات شروع کرنے میں آسانی ہوئی۔

"میں معافی چاہتا ہوں کہ میں پہلے دو خطاب کرنے والوں کی طرح براہ راست نہیں بولوں گا۔ لیکن میرے پاس بھی ایک کہانی ضرور ہے۔ مین آج ایک ریلوے اسٹیشن پر گیا وہاں معلوم ہوا کہ دو پٹریوں کے درمیان مسلسل فاصلہ 143.5 سنٹی میٹر یا 4 فٹ 1/2 8 انچ کا ہے۔ آخر یہ نامعقول ناپ کیوں ہے؟ میں نے اپنی دوست سے معلوم کرنے کو کہا۔ معلوم یہ ہوا کہ جب پہلے ریلوے ڈبہ بنایا گیا تو وہی اوزار استعمال ہوئے جو گھوڑوں سے کھینچے والے ڈبوں کے لئے استعمال کئے گئے تھے۔ ٹھیک پھر ڈبوں کے پہیوں کے درمیان چوڑائی کی وجہ؟ اس کا سبب پرانے راستوں کی چوڑائی جن پر ڈبوں کو چلنا تھا۔ راستوں کی چوڑائی کا فیصلہ کس نے کیا؟ ہمیں قدیم تاریخ میں جانے کی ضرورت پیش ہوئی۔ یہ رومی تھے۔ پہلے پہل راستہ بنانے والے۔ جنہوں نے اس چوڑائی کا راستہ تعمیر کیا۔ کیوں ایسا کیا؟ اس لئے کہ ان کے جنگی رتھوں کو دو گھوڑے کھینچتے تھے۔ جب دونوں گھوڑے ساتھ ہوتے تھے تو چوڑائی 143.5 سنٹی میٹر ہوتی تھی۔ لہٰذا جو ریلوے پٹریاں آج تیز رفتار ٹرینوں کے لئے ہمارے سامنے ہیں ان کے فاصلے رومیوں نے متعین کئے ہیں۔ جب لوگ امریکہ گئے اور وہاں ریلوے کی تعمیرات ہوئیں تب بھی کوئی تبدیلی کا خیال نہیں آیا۔ یہاں تک آج خلائی شٹل بھی اسی فیصلہ سے متاثر ہے۔ امریکی انجینیروں نے فیول ٹینک کو زیادہ چوڑا کرنا چاہا لیکن ٹرین کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر سکے۔ لہٰذا اس ناپ کو برقرار رکھنا پڑا۔ جو رومیوں نے طے کیا تھا۔ لیکن ان تمام باتوں کا شادی سے کیا تعلق ہے؟

میں رک گیا۔ ریلوے کی پٹریوں سے بعض لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ آپس میں گپ شپ کرنے لگے۔ بعض ایسے بھی تھے جو غور سے سن رہے تھے۔ ان میں مے ری اور میخائل تھے۔

"شادی اور پہلے بیان کی گئی دونوں کہانیوں سے اس کا تعلق ہے۔ تاریخ کے کسی مقام پر کسی صاحب نے کہا ہوگا کہ "جب دو شخص شادی کرتے ہیں انہیں زندگی بھر ایک

دوسرے میں ضم رہنا ہوگا۔ دو پٹریوں کی طرح متوازی انداز میں ساتھ ساتھ چلنا ہوگا۔ اگر دونوں میں کوئی ایک زیادہ قریب یا زیادہ دور ہونا چاہے گا تو ضابطہ کے خلاف ہوگا۔ ضابطہ کہتا ہے۔ عقل سے کام لو، آئندہ کا سوچو، بچوں کا خیال کرو۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔ پٹریوں کی طرح دونوں کو ایک مخصوص فاصلہ رکھتے ہوئے ساتھ ساتھ چلتے رہنا ہوگا۔ سفر کے آغاز سے لے کر آخری منزل تک۔ ضابطہ محبت کی تبدیلی کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ شروع میں زیادہ محبت اور بعد میں کم محبت یہ بہت خطرناک رجحان ہے۔ لہٰذا شروع کے چند سالوں کے جوش و ولولہ کے بعد ایک مخصوص نفادت، ایک مخصوص استواری اور مخصوص عملی طبیعت کے ساتھ اس تعلق کو برقرار رکھنا ہوگا۔ شادی کا مقصد یہ ہے کہ شادی کا تسلسل قائم رہے۔ اولادیں اس وقت خوش رہیں گی جب میاں بیوی صرف 143.5 سنٹی میٹر کے فرق پر رہیں گے۔ اگر اس توازن میں کوئی گڑبڑی پیدا ہو تو صرف اپنے بچوں کے متعلق سوچیں جنہیں آپ دنیا میں لائے ہیں۔"

"اپنے پڑوسیوں کے بارے میں سوچیں، خوش رہیں۔ اچھا کھائیں، اچھا پہنیں، ٹیلی وژن دیکھیں، لوگوں سے ملیں، ادھر، ادھر نہ دیکھیں، دوسروں کی باتوں میں نہ آئیں۔ ورنہ طلاق ہوگی اور دکھوں سے گذرنا ہوگا۔ تصویریں دیکھیں، مسکرائیں، کمرے میں تصویریں سجائیں، خوش رہیں۔ خوشیاں بانٹیں، ضابطے کی پابندی کریں۔ زمانہ قدیم میں ضابطہ کس نے بنایا ہے اس کا خیال نہ کریں۔ اس لئے کہ اس سے مفر نہیں ہے۔"

میں بیٹھ گیا۔ ردعمل ملا جلا تھا۔ میں کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔ مے ری مجھے حیرت اور پسندیدگی کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔ مے ری کو بیٹھے رہنے کو کہا میں باہر سگریٹ پینے چلا گیا۔ دیکھنا ابھی رقص ہوگا مجھے بھی گھومنے کو کہا جائے گا۔ مگر مجھے تنہائی چاہئے تھی۔

مجھے تازہ ہوا کی ضرورت تھی۔ میں باہر آگیا۔ میں نے یہ کہانی یوں بنائی کہ میری اور ایستھر کا ساتھ تو پٹریوں جیسا نہیں تھا۔ دو متوازی لائن تو نہیں تھا۔ دو سال پہلے تک اونچ نیچ کے باوجود زندگی استوار تھی۔ جب اس کے اندر ناخوشی کا احساس پیدا ہوا ساری گڑبڑی شروع ہوگئی۔ اس احساس کے اندر ایسے جراثیم ہوتے ہیں جو انسان کو تباہ

دوسرے میں ضم رہنا ہوگا۔ دو پٹریوں کی طرح متوازی انداز میں ساتھ ساتھ چلنا ہوگا۔ اگر دونوں میں کوئی ایک زیادہ قریب یا زیادہ دور ہونا چاہے گا تو ضابطہ کے خلاف ہوگا۔ ضابطہ کہتا ہے۔ عقل سے کام لو، آئندہ کا سوچو، بچوں کا خیال کرو۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔ پٹریوں کی طرح دونوں کو ایک مخصوص فاصلہ رکھتے ہوئے ساتھ ساتھ چلتے رہنا ہوگا۔ سفر کے آغاز سے لے کر آخری منزل تک۔ ضابطہ محبت کی تبدیلی کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ شروع میں زیادہ محبت اور بعد میں کم محبت یہ بہت خطرناک رجحان ہے۔ لہٰذا شروع کے چند سالوں کے جوش و ولولہ کے بعد ایک مخصوص نفاست، ایک مخصوص استواری اور مخصوص عملی طبیعت کے ساتھ اس تعلق کو برقرار رکھنا ہوگا۔ شادی کا مقصد یہ ہے کہ شادی کا تسلسل قائم رہے۔ اولادیں اس وقت خوش رہیں گی جب میاں بیوی صرف 143.5 سنٹی میٹر کے فرق پر رہیں گے۔ اگر اس توازن میں کوئی گڑبڑی پیدا ہوتو صرف اپنے بچوں کے متعلق سوچیں جنہیں آپ دنیا میں لائے ہیں۔"

"اپنے پڑوسیوں کے بارے میں سوچیں، خوش رہیں۔ اچھا کھائیں، اچھا پہنیں، ٹیلی وژن دیکھیں، لوگوں سے ملیں، ادھر، ادھر نہ دیکھیں، دوسروں کی باتوں میں نہ آئیں۔ ورنہ طلاق ہوگی اور دکھوں سے گذرنا ہوگا۔ تصویریں دیکھیں، مسکرائیں، کمرے میں تصویریں سجائیں، خوش رہیں۔ خوشیاں بانٹیں، ضابطے کی پابندی کریں۔ زمانہ قدیم میں ضابطہ کس نے بنایا ہے اس کا خیال نہ کریں۔ اس لئے کہ اس سے مفر نہیں ہے۔"

میں بیٹھ گیا۔ ردعمل ملا جلا تھا۔ میں کچھ زیادہ ہی بول گیا تھا۔ مے ری مجھے حیرت اور پسندیدگی کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔ مے ری کو بیٹھے رہنے کو کہا میں باہر سگریٹ پینے چلا گیا۔ دیکھنا ابھی رقص ہوگا مجھے بھی گھومنے کو کہا جائے گا۔ مگر مجھے تنہائی چاہئے تھی۔ مجھے تازہ ہوا کی ضرورت تھی۔ میں باہر آ گیا۔ میں نے یہ کہانی یوں بنائی کہ میری اور استھر کا ساتھ تو پٹریوں جیسا نہیں تھا۔ دو متوازی لائن تو نہیں تھا۔ دو سال پہلے تک اونچ نیچ کے باوجود زندگی استوار تھی۔ جب اس کے اندر ناخوشی کا احساس پیدا ہوا ساری گڑبڑی شروع ہوگئی۔ اس احساس کے اندر ایسے جراثیم ہوتے ہیں جو انسان کو تباہ

کر دیتے ہیں۔

سر دست میری زندگی میں کیا کمی ہے۔ میرے پاس خوبصورت گرل فرینڈ ہے۔ میرا کام ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔ مجھے اپنے حال میں خوش رہنا چاہئے۔ مجھے ایستھر کی طرح نہیں سوچنا چاہئے بلکہ مے ری کے کہنے کے مطابق اس کے ساتھ ایک نئی زندگی کی تعمیر کرنی چاہئے۔

نہیں ایسا نہیں سوچنا چاہئے۔ یہ سوچ تو دوسرے کی غلامی کی جانب لے جارہی ہے۔اس سے بچنے کے لئے پوری طرح خود کو سنبھالنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ میرا سارا کچھ کھو جائے گا۔ ایستھر کھو جائے گی۔ مے ری کھو جائے گی، میرا کام کھو جائے گا، میرا مستقبل کھو جائے گا۔ یہاں تک کہ میں اپنی نظر میں اپنا احترام بھی کھو دوں گا۔ جو کچھ اب تک کہا اور لکھا ہے سب جاتا رہے گا۔

جب میں ریسٹوران کے اندر واپس آیا۔ دیکھا کہ لوگوں نے جانا شروع کر دیا ہے۔ میخائل بھی بدلے ہوئے لباس میں نظر آیا۔ اس نے بات شروع کرنی چاہی۔ ''ریسٹوران میں کیا ہوا۔۔۔''

''چھوڑئے، چلیں ہم لوگ دریائے سین کے کنارے ذرا ٹہل لگائیں۔''

مے ری جانے لگی۔ میں نے اسے ٹیکسی میں ہم دونوں کو ایفل ٹاور کے مقابل میں چھوڑ دینے کے لئے کہا۔ راستے میں مے ری نے میٹنگ کے متعلق سوال کیا۔ اس نے جواب میں یہی کہا کہ ''محبت کو پانے کا یہ ایک طریقہ ہے۔'' اس نے یہ بھی بتایا کہ اسے میری کہانی پسند آئی۔ اس طرح محبت کھو جاتی ہے۔اس نے مزید کہا۔ جب ہم محبت میں کوئی پابندی عائد کرتے ہیں تو محبت کھو جاتی ہے۔''

''ایسا کب ہوتا ہے۔'' مے ری نے بات کاٹی۔

''معلوم نہیں۔لیکن مجھے معلوم ہے کہ محبت کی قوت دوبارہ حاصل کی جاسکتی ہے۔ جب میں رقص کرتا ہوں یا جب میں آواز سنتا ہوں۔محبت بولتی ہے۔''

مے ری کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔لیکن ٹیکسی پل کے پاس پہنچ چکی تھی۔ ہم دونوں اتر گئے۔اور پیرس کی سرد رات میں سڑک پر چلنے لگے۔اس نے باتوں کا سلسلہ شروع

کیا۔

"آپ نے جو دیکھا تھا اس سے آپ ڈر گئے ہوں گے۔ اس میں سب سے خطرناک بات یہ ہوتی ہے کہ زبان حلق کی جانب لڑکھڑانے لگتی ہے جس سے سانس رکنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ریسٹوران کے مالک کو معلوم ہے کہ ایسے حالات میں کیا کرنا ہوتا ہے۔ وہ پہلے بھی اس صورت حال کو دیکھ چکا ہے۔ لیکن آپ کی تشخیص غلط ہے۔ مجھے مرگی کا مرض نہیں ہے۔ جب بھی اس قوت سے میرا سامنا ہوتا ہے۔ میری یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔"

بلاشبہ وہ مرگی کے مرض میں مبتلا ہے۔ لیکن میں نے اس کی بات نہیں کاٹی۔ میں ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ میں صورت حال کو کنٹرول میں رکھنا چاہتا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی جب وہ دوسری بار مذکورہ میٹنگ میں ملنے پر رضامند ہو گیا تھا۔

"مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ ضرورت ہے کہ آپ محبت کی اہمیت پر کچھ لکھیں۔" میخائل بولا۔

"ہر شخص جانتا ہے کہ محبت کتنی اہم ہوتی ہے۔ زیادہ تر کتابیں اسی موضوع پر ہیں۔"

"یہ تو ٹھیک ہے میں اپنی درخواست دوسرے الفاظ میں یوں پیش کرتا ہوں۔ کہ آپ ایک نئی نشاۃ ثانیہ کے بارے میں لکھیں۔"

"یہ نئی نشاۃ ثانیہ کیا ہے؟"

"یہ پندرہوں اور سولہویں صدی کی اطالوی نشاۃ ثانیہ کی مانند ہے جب ایرا سمس لیونارڈونسی اور مائیکل انجلو جیسے دانشوروں نے اپنی دور کی ظالمانہ روایات کو رد کر دیا تھا اور ماضی کی جانب مائل ہوئے تھے۔ ہم یہ لکھ رہے ہیں کہ الکیمیا اور ماتری دیوی کی کرشماتی زبان سے لوگ آشنا ہوتے جا رہے ہیں۔ لوگ کلیسا یا سرکار کی باتوں پر یقین کرنے کی بجائے اس بات کی آزادی چاہ رہے ہیں کہ وہ کام کریں جن پر خود ان کو یقین ہے۔ مذکورہ صدیوں کے فلورنس سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ماضی کے پاس ہی ہمارے مستقبل کے سوالوں کا جواب ہے۔ ریل کی پٹری والی آپ کی کہانی کی مثال لے لیجیے۔ زندگانی کے کتنے شعبوں میں ہم ایسے ضابطوں اور اصولوں کی پابندی کرتے

ہیں جنہیں ہم نہیں سمجھتے ہیں؟ آپ جو بھی لکھتے ہیں لوگ پڑھتے ہیں۔ کیا آپ کسی اور شعبے میں یہ موضوع نہیں لا سکتے ہیں؟''

''میں اپنی کسی تحریر کو کسی ڈیل سے منسلک نہیں کرتا۔'' میں نے احتیاط کے ساتھ جواب دیا۔'' اگر یہ واقعی دلچسپ موضوع ہے اور میرا ذہن قبول کرتا ہے اور وہ کشتی جسے الفاظ کہتے ہیں اس مخصوص جزیرے کی طرف لے جاتی ہے تو لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس کا کوئی تعلق ایستھر کی تلاش سے نہیں بنتا ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔ یہ میری جانب سے کوئی شرط نہیں ہے۔ یہ محض ایک تجویز ہے۔ جو میری نظر میں اہم لگتی ہے۔''

''ایستھر نے آپ کو'' سہارا بنک'' کے بارے میں بتایا تھا؟''

''ہاں۔ بتایا تھا۔ لیکن اس کا تعلق'' سہارا بنک'' سے نہیں ہے۔ یہ تو ایک مشن ہے جسے میں خود پورا نہیں کرسکتا ہوں۔''

''آپ آرمینی ریسٹوران میں جو کرتے ہیں وہی آپ کا مشن ہے؟''

''وہ تو ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ ہم ہر جمعہ کو بھکاریوں کے ساتھ اور ہر بدھ کو نئے خانہ بدوشوں کے ساتھ یہی کرتے ہیں۔''

میں نے ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا۔ میخائل اب نارمل آدمی لگ رہا تھا۔ جس کے ساتھ رات گئے تک دنیا کے مختلف معاملات پر بات کی جا سکتی تھی۔ میں نے کہا۔'' میں صرف انہی موضوعات پر لکھ سکتا ہوں جو میرے دل کو چھوتے ہیں۔''

''کیا آپ ہمارے ساتھ چل کر بھکاریوں سے بات کرنا پسند کریں گے؟''

مجھے بھکاریوں کے متعلق ایستھر کی بات یاد آ گئی۔'' مجھے پہلے سوچنے کا موقع دیجئے۔''

ہم لوگ دریائے لوور کے قریب پہنچ رہے تھے۔ اس نے ایک پشتے کا سہارا لیا۔ ہم وہاں تھوڑی دیر رک گئے اور گزرتی ہوئی کشتیوں کا نظارہ کرنے لگے جن کی تیز روشنیاں آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔ میں نے اسے بوریت سے بچانے کے لئے کہا۔'' یہ دیکھو، لوگ صرف وہی چیزیں دیکھ پاتے ہیں جو وہ تیز روشنی دکھاتی ہے۔ لیکن جب یہ واپس گھر جائیں گے تو یہ بتائیں گے کہ سارا پیرس دیکھ لیا۔ کل جب مونا لیزا کو

دیکھیں گے تو کہیں گے کہ دریائے لوور کی سیر کرلو۔ انہیں یہ پتہ نہیں ہے کہ پیرس اور لوور میں بہت فاصلہ ہے۔ انہوں نے بس ایک کشتی کی سواری کی اور ایک میٹنگ دیکھی۔ نہ پورا شہر دیکھا، نہ وہاں کے حالات سے واقف ہوئے۔ نہ کوئی بار میں گئے نہ ہی وہاں کی سڑکوں پر چلے اور نہ ہی پیرس کی رنگینوں میں اپنے آپ کو کھویا ہوا پایا۔ یہ فرق ہوتا ہے ایک فحش فلم دیکھنے اور بذات خود پیار اور محبت کرنے میں۔''

''میں آپ کی خود ضبطی کا قائل ہوگیا۔ آپ یہ ساری باتیں کر رہے تھے اور ایک ایسے مناسب موقع کی تلاش میں تھے کہ جب آپ وہ سوال کریں جس کے لیے آپ میرے پاس آئے ہیں۔ گھبرائیں نہیں آپ کھل کر باتیں کریں۔''

اس کی آواز میں خفگی کی کوئی جھلک نہیں تھی۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ کھل کر پوچھوں۔

''ایستھر کہاں ہے؟''

''جسمانی طور پر تو وہ بہت دور وسط ایشیا میں ہیں۔ لیکن روحانی لحاظ سے وہ یہیں قریب ہیں۔ اپنی مسکراہٹوں اور حوصلہ افزا الفاظ کے ساتھ دن اور رات میرے ساتھ ہیں۔ یہ وہی خاتون ہیں جو مجھے یہاں لائی ہیں۔ ایک غریب 21 سالہ نوجوان کو جس کا کوئی مستقبل نہیں۔ جو اپنے گاؤں کے لوگوں میں پاگل، شیطان اور بیکار اور شہر میں مزدوری کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہوا ایک دہقان سمجھا جاتا تھا۔ میں کسی اور دن اپنی کہانی سناؤں گا۔ ابھی صرف اتنا جان لیں کہ مجھے انگریزی زبان آتی ہے اسی وجہ سے میں ایستھر کا ترجمان بن گیا۔ ہم ایک ایسے ملک کی سرحد کے نزدیک تھے جہاں امریکی افغانستان میں جنگ کے لئے اپنے فوجی اڈے بنا رہے تھے۔ وہاں کے لئے ویزا کا حصول ممکن نہیں تھا۔ میں نے غیر قانونی طور پر پہاڑی سلسلہ پار کرنے میں مدد کی تھی۔ اس طرح ایک ہفتہ کے دوران مجھے محسوس ہوا کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ ایستھر میرے ساتھ ہیں اور وہ مجھے سمجھتی ہیں۔

وہ بولتا گیا۔ میں نے گھر سے اتنی دور رہنے کا سبب پانا چاہا۔ وہ ٹالتی گئیں آخر ایک دن بتایا جو وہ آپ کو بھی بتا چکی ہوں گی کہ وہ ایک ایسے مقام کی تلاش میں ہیں جہاں محبت نے خود کو چھپا رکھا ہے۔ میں نے محبت کی قوت کو ایک بار پھر ساری دنیا میں

آزاد پھیلانے کی مشق کا تذکرہ کیا۔ بنیادی طور پر ہم دونوں کی منزل ایک ہی تھی۔ ایستھر نے فرانسیسی سفارتخانے سے قزاقی زبان کے ترجمان کے طور پر میرے لئے ویزا حاصل کیا۔ میں یہاں رہنے لگا۔ جب وہ بیرونی ملکوں کے دورے سے واپس آتیں۔ ہماری ملاقات ہوتی۔ دوبارہ میں بھی مشن میں ساتھ رہا۔ قزاقستان میں ٹنگری کلچر سے وہ بہت متاثر ہوئیں۔ ایک خانہ بدوش بھی بہت بھایا جس کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ اس کے پاس سارے معاملے کی کنجی ہے۔

ٹنگری کے متعلق پوچھنے کو جی چاہا۔ مگر میں نے انتظار کرنے کا فیصلہ کیا۔ میخائل کی آنکھوں میں بھی میں نے ایستھر کے لئے وہی چاہت دیکھی جو میں خود محسوس کرتا تھا۔

وہ بولتا رہا۔

ہم نے یہاں پیرس میں کام شروع کیا۔ ہر ہفتے یہاں لوگوں کو اکٹھا کرنے والا آئیڈیا انہیں کا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ انسانی تعلقات کا سب سے اہم پہلو ان کا آپس میں بات چیت کرنا ہے۔ لوگوں نے بولنا چھوڑ دیا ہے۔ آپس میں بیٹھ کر اب وہ نہ بولتے ہیں اور نہ سنتے ہیں۔ تھیٹر اور سینما جاتے ہیں۔ ٹیلی وژن دیکھتے ہیں، ریڈیو سنتے ہیں، کتابیں پڑھتے ہیں، کوئی تبادلہ خیال پسند نہیں کرتے۔ اگر ہمیں دنیا بدلنی ہے تو پھر ہمیں اس دور میں جانا ہوگا جب فوجی آگ کے سامنے بیٹھے اپنی اپنی کہانی بیان کرتے تھے۔

مجھے یاد آیا کہ ایستھر کہا کرتی تھی کہ ہماری زندگی کے اہم ترین معاملات اس وقت سامنے آتے ہیں جب ہمارے درمیان بار میں میز پر بیٹھے، لمبی سیر کرتے یا پارک میں گھومتے ہوئے طویل گفتگو ہوتی ہے۔

ہر جمعرات کو میٹنگ والا آئیڈیا میرا تھا۔ یہ میری اپنی روایات کے مطابق تھا۔ لیکن ان کا یہ خیال بھی تھا کہ رات کے وقت کبھی کبھی پیرس کی سڑکوں کا چکر بھی لگانا چاہئے اس لئے کہ بھکاری ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو خوش ہونے کا لبادہ نہیں اوڑھتے ہیں بلکہ دکھی ہونے کی نقل کرتے ہیں۔

انہوں نے پڑھنے کے لئے آپ کی کتاب دی تھی۔ میرا خیال ہے کہ آپ بھی ممکن ہے غیر ارادی طور پر ہماری ہی طرح سوچتے ہیں۔ میں اکیلا نہیں ہوں اور بھی

لوگ آوازیں سننے لگیں گے۔ میٹنگوں کے ذریعہ میں اپنا مشن پورا کرلوں گا اور محبت کی قوت کو واپس لاؤ گا خواہ اس کے لئے ماضی ہی میں جانا کیوں نہ پڑے جب یہ قوت پردے چلی گئی تھی۔

''ایستھر نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟'' کیا میری اصل دلچسپی یہی تھی؟ میخائل ذرا جھلا گیا۔

''محبت کی وجہ سے۔ آپ نے آج ریل کی پٹریوں کی مثال دی تھی۔ وہ ایک دوسری پٹری نہیں ہے جو آپ کے ساتھ چل رہی ہے۔ وہ ضابطے کو نہیں مانتیں، میرا خیال ہے آپ بھی نہیں مانتے۔ آپ جانتے ہیں، میں بھی ان کی کمی محسوس کرتا ہوں۔''

''پھر۔۔۔''

''پھر یہ کہ اگر آپ پانا چاہتے ہیں تو میں بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں۔ میں خود بھی یہی چاہتا ہوں مگر آواز کہتی ہے کہ ابھی نہیں، اس کی زندگی میں کوئی رکاوٹ یا مداخلت نہیں ہونی چاہئے۔ وہ محبت کی قوت کا سامنا کررہی ہیں۔ میں آواز کا احترام کرتا ہوں۔ یہی آواز ہے جو میری، آپ کی اور ایستھر کی حفاظت کرتی ہے۔''

''آخر وہ وقت کب آئے گا؟''

''ہوسکتا ہے، کل، یا پھر ایک سال کے بعد یا پھر کبھی نہیں۔ ہمیں بہرحال فیصلہ ماننا ہوگا۔ آواز ہی قوت ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ لوگوں کو اکٹھا کرتی ہے کہ وہ وقت آجائے۔ جو بھی آواز کی بات نہیں مانتا ہے اسے اس کی من چاہی چیز کبھی نہیں ملتی ہے۔''

''میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے میٹنگ سے باہر کردے تاکہ میں اس کی محبت کی طلسم (ظاہر) سے آزاد ہوجاؤں اور وہ میرے لئے محض ایک ایسی عورت بن جائے جس کی زندگی اور خیالات مجھ سے مختلف ہوں۔''

''ٹھیک ہے وہ ''ظاہر'' جیسی نہیں رہے گی لیکن یہ بہت بڑا نقصان ہوگا۔ جب آپ مرد اور ایک عورت محبت کی اس قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اس طرح وہ دنیا کے سارے مرد اور ساری عورت کی مدد کرتے ہیں۔''

''آپ تو مجھے ڈرا رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں میں اس سے محبت کرتا ہوں اور

آپ کے کہنے کے مطابق وہ بھی اب تک مجھے چاہتی ہے۔ میرے پلے آپ کی بات نہیں پڑتی۔ میں دوسروں بلکہ ایستھر کی توقعات کے مطابق زندگی نہیں گزار سکتا۔''

''میں نے ایستھر کی باتوں سے اندازہ لگایا ہے کہ آپ کبھی کبھی کھو سے جاتے ہیں۔ دنیا خصوصی طور پر آپ کے گرد گھومنے لگتی ہے۔''

''یہ صحیح نہیں ہے۔ وہ اپنی زندگی کی راہ چننے میں آزاد تھی۔ اس نے جنگی نامہ نگار بننا چاہا۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی نہیں روکا۔ وہ یہ جاننے کی دھن میں لگی رہی کہ لوگ دکھی کیوں ہوتے ہیں۔ میں نے اسے ناممکن سمجھتے ہوئے بھی منع نہیں کیا۔ کیا وہ چاہتی ہے کہ ریل کی دوسری پٹری کی طرح الگ الگ اس کا ساتھ صرف اس لئے چاہتا رہوں کہ رومیوں نے دو پٹریوں کے درمیان احمقانہ دوری کا فیصلہ کیا تھا؟''

''آپ کو یقین ہے کہ میں آواز سنتا ہوں؟''

''سچ پوچھئے تو یہ مجھے معلوم نہیں۔'' ساتھ چلتے ہوئے میں نے جواب دیا۔'' یہاں میں آپ کو ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں۔''

سنی ان سنی کرتے ہوئے اس نے کہا۔'' سب یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے مرگی کے دورے پڑتے ہیں۔ مجھے کوئی پریشانی نہیں۔ سمجھنے دیجئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں یہ آواز اپنے بچپن سے سنتا آیا ہوں۔ اس وقت سے جب میں نے خاتون کو دیکھا تھا۔''

''کون سی خاتون؟''

''میں بعد میں بتاؤں گا۔''

''جب بھی میں پوچھتا ہوں آپ کہتے ہیں میں بعد بتاؤں گا۔''

'' آواز مجھے کچھ کہہ رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ بہت پریشان ہیں۔ ریسٹوران میں جب مجھے روشنیاں نظر آئی تھیں۔ وہ الوہی قوت کی نشانی تھی۔ یہ ہم دونوں کی مدد کے لئے تھی۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ سب مرگی کے ایک مریض کی بڑ ہے جو آپ جیسے مشہور قلمکار کو اپنے دام میں پھانس رہا ہے تو اس کی تردید کے لئے میں کل آپ کو ایک نقشہ لا کر دوں گا جس سے معلوم ہوگا کہ ایستھر کہاں ہے آپ وہاں جا سکتے ہیں اور مل سکتے ہیں۔ لیکن ابھی آواز کچھ کہہ رہی ہے۔''

''کیا کہہ رہی ہے آپ یہ بتا سکتے ہیں یا پھر بعد میں بتائیں گے؟''

"میں ابھی لمحہ بھر میں بتاتا ہوں۔ میں یہ پیغام پوری طرح سمجھ نہیں پارہا ہوں۔"

"لیکن آپ نے پتہ اور نقشہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

"میں نے محبت کی الوہی قوت کے نام پر وعدہ کیا ہے۔ابھی مجھے وہ بتائیگی آپ کیا چیز دکھانا چاہتے تھے؟"

میں نے ایک نوجوان عورت کے سنہری مجسمے کی طرف اشارہ کیا۔ جسے گھوڑے پر سوار دکھایا گیا تھا۔

"یہ ہاں اسے بھی آواز سنائی دیتی تھی۔ جب تک لوگوں نے اس کی باتوں کا اعتبار کیا سب کچھ ٹھیک تھا۔ جب لوگوں نے شک کرنا شروع کیا یہاں کی ہواؤں نے اپنا رخ بدل دیا۔"

جون آف آرک اور لینس کی دوشیزہ اور صد سالہ جنگ کی ہیروئن، جس نے سترہ سال کی عمر میں فرانسیسی فوج کی کمان سنبھالی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے آوازیں سنی تھیں۔آوازوں کے ذریعہ ہی اسے ان تدابیر کا علم ہوا تھا۔جن کی مدد سے انگریزوں کو شکست دی جاسکتی تھی۔ دو سال کے بعد اسے زندہ جلا دیا گیا۔ الزام تھا کہ وہ جادوگرنی ہے۔ میں نے اس کی تفتیش مورضہ 24 فروری 1431ء کا ایک حصہ اپنی ایک کتاب میں استعمال کیا ہے۔"

"اس تذکرے سے آپ کا مطلب ہے کہ۔۔۔"

"کہ آپ جون آف آرک کے اوقار ہیں۔نہیں، یہ مطلب نہیں۔ جب اسے جلا دیا گیا وہ مشکل سے انیس برس کی تھی۔ اور آپ کی عمر تو ابھی 25 کی ہے۔اس نے تو فرانسیسی فوج کی کمان سنبھالی تھی اور آپ تو بقول خود اپنی زندگی کی کمان بھی نہیں سنبھال سکتے۔"

ہم لوگ دریائے سین کی دیوار پر بیٹھ گئے۔

"میں نشانیوں پر یقین رکھتا ہوں۔" میں نے کہنا شروع کیا۔ "میں قسمت کو مانتا ہوں مجھے اس کا بھی یقین ہے کہ ہر روز لوگوں کو اپنے عمل کے فیصلے کرنے کا موقع ملتا ہے۔ مجھے اپنی ناکامی کا احساس ہے۔کہیں نہ کہیں کوئی غلطی ہوئی ہے۔ میں نے اپنی محبوبہ سے رابطے کا سلسلہ کھو دیا ہے۔اب میں چاہتا ہوں کہ یہ صورت حال ختم ہو۔ یہی

وجہ ہے کہ مجھے وہ نقشہ چاہئے جس کی مدد سے میں اس تک پہنچ سکوں۔''

اس نے میری طرف دیکھا۔ اس پر اپنی اسٹیج والی کیفیت طاری دکھائی دی آدھی رات کو سنسان جگہ پر مرگی کے دورے کے خیال سے پریشان ہو گیا۔

'' میرا خیال ہی مجھے طاقت عطا کرتا ہے، وہ طاقت جیسے کافی حد تک دیکھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ میں اسے برت تو لیتا ہوں لیکن اس پر قابو نہیں پا سکتا۔''

'' کافی دیر ہو گئی، میں تھک گیا ہوں۔ آپ بھی تھک گئے ہوں گے۔ آپ مجھے نقشہ اور پتہ دے دیں۔''

'' آواز آئی۔ جی میں کل سہ پہر کو نقشہ دوں گا۔ آپ کا پتہ کیا ہے؟''

میں نے اپنا پتہ دے دیا اور حیرت میں پڑ گیا کہ اسے یہ نہیں معلوم کہ ایستھر اور میں کہاں قیام پذیر تھے۔

'' آپ کا خیال ہے کہ میں آپ کی بیوی کے ساتھ سویا ہوں؟''

''میں نے یہ سوال کبھی نہیں کیا۔ اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔''

'' آپ نے بہر حال اس وقت پوچھا تھا جب ہم لوگ ریسٹوران میں تھے۔''

مجھے یاد نہیں رہا۔ مجھے سروکار کیسے نہیں ہوتا۔ ابھی مجھے اس کے جواب سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میخائل کی آنکھیں بدلنے لگیں۔ میں نے اس کے منہ میں رکھنے کے لئے اپنی جیب سے کوئی چیز تلاش کرنے لگا۔ لیکن وہ پھر پرسکون ہو گیا۔

''مجھے آواز سنائی دے رہی ہے۔ کل میں آپ کو وہ نقشہ لا کر دوں گا۔ ساری تفصیلات اور ہوائی جہاز کی اڑان کا وقت بھی بتاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بھی آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ دو شخص کی خوشی سے بھی یہ دنیا خوشگوار تر ہو گی۔ اس کے باوجود یہ آواز کیوں کہہ رہی ہے کہ کل میری اور آپ کی ملاقات نہیں ہو گی۔

'' امریکی اداکار کے ساتھ کل میرا لنچ ہے۔ میں اسے ٹال نہیں سکتا ہوں۔ بہر حال میں سہ پہر کو گھر پر ہی ہوں گا۔''

'' آواز مجھے کچھ اور ہی کہہ رہی ہے۔''

'' کیا آواز آپ کو میری مدد کرنے سے منع کر رہی ہے؟''

''نہیں، میرے خیال سے ایسا نہیں ہے، یہ آواز ہی تھی جس نے مجھے کتابوں پر

دستخط کرنے کی تقریب میں بھیجا اور اس وقت سے لے کر اب تک مجھے حالات کا پتہ ہے اس لئے کہ میں نے آپ کی تازہ کتاب پڑھی ہے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔" میں گھبرا گیا کہیں وہ ٹال نہ جائے۔" ہمیں اپنی باتوں پر قائم رہنا ہے۔ میں دو بجے کے بعد سے گھر پر ہی رہوں گا۔"

"لیکن آواز کا کہنا ہے کہ یہ وقت صحیح نہیں ہے۔"

"آپ نے وعدہ کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ وہ کل سہ پہر کو دیر سے میرے گھر آئے گا۔ اس رات کو اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔

"آواز کا کہنا ہے کہ صحیح وقت پر ہی یہ بات ممکن ہو سکے گی۔"

اپارٹمنٹ کی طرف آتے ہوئے میرے کانوں میں جو آواز آرہی تھی وہ ایستھر کی تھی جس میں محبت تھی اور تذکرہ شادی کا تھا۔

"جب میں پندرہ برس کا تھا تو سیکس کے بارے میں معلومات کے لئے پریشان تھا۔ لیکن یہ گناہ تھا۔ اس کی ممانعت تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ گناہ کیوں ہے؟ تم بتا سکتی ہو؟ کیا تم بتا سکتی ہو کہ دنیا کے سارے مذاہب اسے کیوں روکتے ہیں۔"

"ہم لوگ اس موضوع پر کیسے آ گئے؟ بہرحال سوال یہ ہے کہ سیکس ممنوعات میں کیوں ہے؟"

"غذا کی کمی کی وجہ سے۔"

"غذا؟"

"ہزاروں سال سے قبیلے ایک جگہ سے دوسری جگہ مستقل سفر میں رہے۔ مرد جتنی بھی عورتوں سے چاہتا محبت کرتا اور بچے پیدا ہوتے رہے۔ غذا کے لئے قبیلوں کے درمیان لڑائیاں ہوتی رہیں۔ کمزور ہونے کے باعث بچے اور عورتیں ماری جاتی رہیں۔ مرد طاقتور ہونے کی وجہ سے بچتے رہے۔ آخر عورتوں کا بچنا بھی ضروری تھا۔ ان کے بغیر نسلوں کا تسلسل کیسے قائم رہتا۔ کسی سیانے نے پھر ایک کہانی گڑھی کہ دیوتا بلا روک

ٹوک جنسی تعلقات کے خلاف ہیں۔ ایک یا زیادہ سے زیادہ دو عورتوں کے ساتھ یہ تعلقات ہونے چاہئیں۔ اور کسی کو اپنی شریک حیات تبدیل کرنے کی اجازت نہیں۔ سبھوں نے اس کہانی پر یقین اس لئے کیا کہ بیان کرنے والے نے دیوتاؤں کا حوالہ دیا اور وہ خود بھی عام آبادیوں کے مقابلے میں کسی لحاظ سے کچھ مختلف ہوگا۔

تمہیں معلوم ہے کہ شادی میں ایک عورت کے لئے سب سے زیادہ لذت آخر یں کیا چیز ہوتی ہے؟''

''سیکس۔''

''نہیں، کھانا پکانا، اپنے مرد کو کھاتے ہوئے دیکھنا، یہی ایک عورت کے لئے شاندار لمحہ ہوتا ہے۔ بھولی بسری ایک قدیم کہانی کے مطابق بھوک ہی ہے جو خاتمہ کا اندیشہ پیدا کرتی ہے اور جینے کی راہ دکھاتی ہے۔''

''تمہیں بچے نہ ہونے کا کوئی افسوس نہیں؟''

''یہ ہوا نہیں، اور جو چیز نہیں ہوتی ہے اس کا کیا افسوس؟''

''کیا تمہیں یہ خیال نہیں آیا کہ اس سے ہمارے تعلقات میں کوئی تبدیلی آتی؟''

''یہ بات میں کیسے جان سکتا؟ میں اپنے دوستوں کو دیکھتا ہوں جن میں مرد بھی ہیں اور عورت بھی۔ ان کے بچے بھی ہیں اور نہیں بھی۔ جن کے بچے ہیں کیا وہ زیادہ خوش ہیں؟ کچھ ہیں بھی اور کچھ نہیں بھی، اگر اپنے بچوں سے خوش بھی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میاں بیوی کے تعلقات بہتر یا بدتر ہیں۔ میاں بیوی کی تو اپنی روزمرہ کی ناخوشیوں کے باوجود ہمیشہ خوشگوار زندگی گذارنے کے وعدے کو نبھانا ہوتا ہے۔''

''جنگ تمہارے لئے کوئی اچھی بات نہیں، ایستھر۔ وہاں تم ایک بالکل مختلف حقیقت کا سامنا کرتی ہو۔ جو یہاں ہمارے تجربات زندگی سے صریحاً الگ ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ایک دن میں مرجاؤں گا یہی احساس مجھے ہر دن ایک معجزاتی زندگی جینے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ یہ مجھے کسی جنونی کیفیت میں مبتلا نہیں کرتا۔''

''جنگ یہ سب سوچنے کا موقع نہیں دیتی ہے۔ بس میں ہوں۔ جب یہ خیال آتا ہے کہ کوئی اندھی گولی میرا خاتمہ کردے گی تو مجھے خوشی ہوتی ہے کہ مجھے یہ فکر نہیں ہے کہ

میرے بچوں کے ساتھ کیا ہوگا لیکن مجھے یہ خیال بھی آتا ہے کہ کیا یہ میرے لئے شرم کی بات نہیں کہ میں صرف ایک جان گنوانے کے قابل ہوں اور دنیا میں کوئی ایک جان لانے کے قابل نہیں۔''

''تمہارا خیال ہے کہ ہمارے تعلقات میں کوئی نقص ہے؟ میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ مجھے احساس ہوتا ہے کہ تم کچھ کہنا چاہتی ہو۔ پھر اپنے آپ کو روک لیتی ہو۔''

''ہاں، نقص تو ہے۔ ہم مجبوراً ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہتے ہیں۔ تم سوچتے ہو کہ میرے سلسلہ میں تمہارے اوپر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اور میں محسوس کرتی ہوں کہ مجھے تم جیسے مرد کے ساتھ رہنے کی خوش نصیبی حاصل ہے۔''

''میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ میری بیوی ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ مجھے تو اپنے تعلقات میں کوئی کمی دکھائی نہیں دیتی۔''

''یہ اچھا ہے کہ تم ایسا نہیں سوچتے۔ میں بھی ایسا نہیں سوچتی ہوں۔ مجھ مین یا تم میں ایسی کوئی خرابی نہیں۔ نقص دراصل ان دنوں اظہار محبت کے طریقے میں ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو مسائل پیدا ہوں گے۔ ان مشکلوں کے ساتھ بھی ہم خوش رہ سکتے ہیں۔ یہ مستقل ایک کشمکش ہوگی جو ہمارے لئے زندہ، محرک اور خوش رہنے کا سبب بنے گی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس طرح ہم ایک ایسے نکتے کی جانب بڑھتے جائیں گے جہاں زندگی اتنی آسان اور سکھی ہو جائے گی کہ محبت مسائل اور تنازعات کی وجہ بننے کی بجائے محض ایک مصالحت بن کر رہ جائے گی۔''

''تو اس میں خرابی کیا ہے؟''

''یہی کہ میں محبت کی قوت کو محسوس نہ کر پاؤں گی۔ میرے اندر وہ جذبہ اور جوش نہیں ہوگا جو میرے جسم اور روح کو زندہ رکھ سکے۔''

''کچھ تو بہر حال باقی رہتا ہے۔''

''کیا باقی رہتا ہے؟ کیا ہر شادی کا یہی انجام ہوتا ہے جسے لوگ ''تعلقات کی انتہا'' کا نام دیتے ہیں؟ مجھے تمہاری ضرورت ہے، میں تم سے الگ نہیں رہ سکتی۔ کبھی کبھی تو میں سوچتی ہوں کہ تمہیں کیا کھلاؤں، کیا پلاؤں کہ تم خوشی محسوس کرو۔ لیکن تم خاموشی سے کھالیتے ہو تو کوئی خوشی ظاہر نہیں ہوتی۔''

''نہیں ایسی بات نہیں۔ جب بھی تم دور ہوتی ہو۔ میں تمہیں پاس دیکھنے کے لیے بے چین ہو جاتا ہوں۔ میرے ذہن میں وہ گفتگو چکر لگاتی ہے جو ملنے پر ہمارے درمیان ہوگی۔تمہاری خیریت جاننے کے لئے فون کرتا ہوں۔ میں روزانہ تمہاری آواز سننا چاہتا ہوں۔ میرا جذبہ محبت اب بھی جوان ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔''

''تمہارے لئے میرا بھی من وعن یہی حال ہے۔لیکن جب ہم ایک ساتھ ہوتے ہیں تو ہوتا کیا ہے؟ بلاوجہ تکرار کرتے ہیں، جھگڑتے ہیں ایک دوسرے کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر اپنا خیال مسلط کرنا چاہتے ہیں۔تم مجھ سے بے معنی باتوں کا تقاضہ کرتے ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ یہی کرتی ہوں۔کبھی کبھی تو ہم اپنے دل میں خاموشی سے یہ کہتے ہیں کہ'' کتنا اچھا ہوتا اگر ہم آزاد ہوتے اور کوئی عہد و پیمان نہ ہوتا۔''

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ایسے لمحوں میں خود کو میں کھویا ہوا محسوس کرتا ہوں اس لئے کہ میں ایک ایسی عورت کے ساتھ ہوں جس کے ساتھ میں رہنا چاہتا ہوں۔''

''اور میں بھی ایک ایسے مرد کے ساتھ ہوں جس کے پاس میں ہمیشہ ہونا چاہتی ہوں۔''

''کیا خیال ہے یہ صورت حال بدل سکتی ہے؟''

''جیسے جیسے میری عمر بڑھ رہی ہے۔کم ہی لوگ میری جانب دیکھتے ہیں۔ میں سوچتی ہوں، چھوڑ وان باتوں کو جو ہے سو ہے۔اس طرح پوری زندگی اپنے آپ کو خود فریبی میں مبتلا رکھ سکتی ہوں۔لیکن پھر جیسے جنگ کی رپورٹنگ کے لئے جاتی ہوں۔تو دیکھتی ہوں کہ وہاں محبت کی جلوہ سامانیاں آباد ہیں جوان نفرتوں کے جذبے سے بھی زیادہ ہیں جن کے تحت انسان ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے۔اس وقت مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں صورت حال کو بدل سکتی ہوں۔''

''مگر تم ہمیشہ ہی جنگ کی رپورٹنگ تو نہیں کرسکو گی۔''

''اور نہ ہی میں مستقل طور پر اس امن کے ماحول میں رہ پاؤں گی جو تمہارے پاس ہے اس طرح ایک اہم بات، میرے اور تمہارے تعلقات ،ضرور خطرے میں پڑ جاتے ہیں گرچہ تمہارے لئے میری محبت کی شدت میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

''ساری دنیا میں کروڑوں لوگ اس وقت یہی باتیں سوچ رہے ہوں گے۔ وہ پوری طاقت سے ان کی مخالفت کر رہے ہوں گے اور افسردگی کے لمحات کو گزر جانے دیتے ہوں گے اور بحرانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے سکون کی منزل تک پہنچ جائیں گے۔''

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ سچ نہیں ہے۔ ورنہ تم وہ کتابیں نہیں لکھ سکتے جو تم نے لکھی ہیں۔''

مجھے ایک ڈائریکٹر سے اوبرٹو کے ریسٹوران میں لنچ پر ملنا تھا۔ میں نے جانے سے پہلے ملازمہ اور دربان دونوں کو بتا دیا کہ اگر مجھے آنے میں تھوڑی دیر ہو جائے تو خیال رکھنا کہ ایک نوجوان شخص مجھ سے ملنے آئے گا اسے اوپر کمرے میں بیٹھانا، خاطر مدارات کرنا اور رکنے کے لئے کہنا۔ اگر کسی وجہ سے وہ جانا چاہے تو اس کے ہاتھ میں جو پیکٹ ہوگا اسے مانگ لینا۔ پیکٹ لئے بغیر جانے نہ دینا۔

میں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور روانہ ہوا۔ ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ ریسٹوران کے قریب پہنچا تھا کہ ٹیکسی سے اتر کر ایک تنگ راستے پر چل پڑا۔ سامنے سے ایک عورت پشں کارڈ کے ساتھ آتے دکھائی دی۔ راستہ دینے کے لئے میں ذرا مڑا تھا کہ زمین آسمان اور آسمان زمین ہوگئی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ میں حادثہ کا شکار ہو گیا تھا۔ مجھے ٹھیک سے ہوش نہیں تھا۔ کانوں میں ادھر ادھر سے آوازیں آرہی تھیں۔ لوگ باگ مدد کو بھاگ رہے تھے۔ میں ہوش میں رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ امبولنس کی آوازیں آئیں۔ میری زندگی اب ڈاکٹر، نرسوں اور خدا کے ہاتھ میں تھی۔ جب مجھے ہوش آیا تو ایسا لگا کہ میں تابوت کے اندر لیٹا ہوا ہوں میں نے ہاتھ مارنا چاہا لیکن میرے ہاتھ ہلے نہیں۔ میں زور سے چیخا۔ آواز کی گونج میرے کانوں تک آئی۔ ایک روشنی سی نظر آئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں مرا نہیں ہوں۔ روشنی بڑھتی گئی۔ تابوت سے کور ہٹا۔ مجھے نرم ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا۔ ایک فرشتہ صورت شخص نظر آیا۔

''پریشان نہ ہوں۔'' فرشتہ صورت نے کہا۔ اس کے بال سنہری اور لباس سفید تھا۔ ''یہ نہ تو کوئی تابوت ہے اور نہ ہی آپ کو موت آئی ہے۔ آپ ٹھیک ہیں۔ کوئی سخت زخم نہیں آئے ہیں۔ البتہ آپ کو نگہداشت کے لئے ہسپتال میں رہنا ہوگا۔''

''کوئی ہڈی تو نہیں ٹوٹی؟''

''خراشیں اور خروچ ہیں۔ چہرہ سوجھا ہوا ہے۔ چند دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا۔''

میں نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن نرس نے منع کیا۔ مجھے سخت درد محسوس ہو رہا تھا۔

''آپ کو حادثہ پیش آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ درد تو ہوگا۔''

''آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔'' میں نے کسی طرح کہا۔'' میں ایک پکی عمر کا آدمی ہوں بری خبر سے بھی میں پریشان نہیں ہوں گا۔ دماغ کی کچھ رگیں تو نہیں بھٹ رہی ہیں؟''

دو نرسیں آئیں اور مجھے اسٹریچر میں ڈال دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ میری گردن میں کالر لگا ہے۔

''ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ نے حرکت سے منع کیا ہے۔'' فرشتہ صورت نے کہا۔ ''اسی لئے یہ کالر آپ کو گردن کے گرد رکھنا ہوگا۔ تھوڑے وقت کے لئے۔ آپ خوش نصیب ہیں آپ کو صرف زوردار دھچکا لگا ہے۔''

''کتنا وقت لگے گا۔ میں یہاں زیادہ دن نہیں رہ سکتا۔''

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مے ری ریڈیولوجی شعبے کے باہر میرا انتظار کر رہی تھی۔ دیکھتے ہی مسکرائی۔ ڈاکٹروں نے غالباً بتایا ہوگا کہ کوئی خطرناک زخم نہیں آیا ہے۔ اس نے میرے بالوں پر انگلیاں پھریں اور میرا چہرہ دیکھ کر جو صدمہ ہوا ہوگا اسے کمال ہوشیاری سے چھپا گئی۔ مے ری، دو نرسیں اور سفید فرشتے کے ساتھ اسٹریچر آگے بڑھنے لگی۔ میں اپنے سر میں بہت درد محسوس کر رہا تھا۔

''نرس، میرا سر۔۔۔''

''میں نرس نہیں ہوں۔ میں آپ کی ڈاکٹر ہوں۔ جب تک آپ کی اپنی ڈاکٹر آئے گی میں آپ کی دیکھ بھال کر رہی ہوں۔ سر درد کے لئے پریشان نہ ہوں۔ یہ ایک فطری عمل ہے اگر آپ چاہیں تو سونے کے لئے دوا دے سکتی ہوں۔''

میں نے انکار کر دیا۔ میری روح کے اندر وہ الفاظ گونجے جو میں نے ایک دن پہلے سنے تھے۔'' الفاظ یہ تھے کہ کام وقت پر ہی انجام پاتے ہیں۔'' اسے شاید یہ معلوم بھی نہ ہوگا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اسے اس حادثہ کا پتہ ہوگا۔ جو

غالبًا ایک کائناتی سازش کے تحت واقع ہوا۔ یہ فیصلہ تو خداؤں نے پہلے ہی سے کیا ہوتا ہے۔ جنہیں اس نابود ہوتے ہوئے سیارے کو بچانے کی تمام تر مصروفیات کے باوجود اسے حربے استعمال کرنا آتے ہیں جن کے ذریعہ مجھے اپنی محبوبہ (ظاہر) کی تلاش سے روکا جاسکتا ہے۔

''ڈاکٹر، درد بڑھ رہا ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں۔''

اس نے نرس سے کچھ کہا۔ تھوڑی دیر میں بازو پر ایک چبھن سی ہوئی اور میں سوگیا۔

جب میں نیند سے بیدار ہوا تو مجھے حادثہ کی صحیح صورت حال جاننے کا خیال آیا۔ مے ری نے مجھے آرام کرنے کو کہا۔ اتنے میں میرا ڈاکٹر، میرا دوست، ڈاکٹر لوئٹ آگیا۔ اس نے کہا کہ بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ موٹر بائیک نے مجھے ٹکر ماری تھی۔ ایک نوجوان لڑکا چلا رہا تھا۔ وہ بھی اس ہسپتال میں تھا۔ پولیس تفتیش سے یہ معلوم ہوا کہ وہ حادثہ میری غلطی سے پیش آیا تھا۔ لیکن اس لڑکے نے اصرار سے کام نہیں لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ غیر قانونی طور پر یہاں مقیم تھا۔ ہیلمٹ کی وجہ سے اسے زیادہ چوٹ نہیں آئی تھی چوبیس گھنٹہ کے بعد فارغ کر دیا گیا تھا۔

''کیا آپ نے 24 گھنٹہ ہی کہا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے یہاں ایک دن سے زیادہ ہوگیا ہے؟''

''تم یہاں تین دن سے ہو۔ ڈاکٹر نے میرے مشورے سے سلائے رکھا۔''

''پھر اب کیا ہوگا؟''

''دو اور دن ہسپتال میں رہنا ہوگا اور کالر تین ہفتے لگا رہے گا۔ 48 گھنٹے کا خطرناک وقفہ بہرحال گذر گیا ہے۔ لیکن حالات کا کچھ نہیں بتایا جاسکتا۔ اگر کوئی ایمرجنسی ہوئی تو دیکھا جائے گا۔ ہمیں ہر صورت حال کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔''

''گویا میں اب بھی مرسکتا ہوں؟''

''مرسکنے کی بات نہیں۔ ہم سب لوگوں کو ایک دن مرنا ہے۔''

''مطلب یہ کہ میں اب بھی اس حادثے کے سبب مرسکتا ہوں؟''

ڈاکٹر لوئٹ خاموش رہا اور پھر بولا۔ ''ہاں، جمے ہوئے خون کا ٹکڑا کسی وقت بھی شریانوں میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے یا پھر کوئی بھی بہکا ہوا خلیہ سرطان کا آغاز کرسکتا ہے۔''

''آپ کو ایسی باتیں نہیں کرنا چاہیں۔'' مے ری نے ٹوکا۔

''ہم لوگ پانچ برس سے ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اس نے سوال کیا اور میں نے جواب دیا۔ اب اگر برا نہ مانیں تو مجھے جلدی جانا ہے۔ تمام دنیا میں اگر ایک بچے کو پانچ سیب خریدنے کے لئے بھیجا جاتا ہے اور وہ صرف دو کے ساتھ واپس آتا ہے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نے تین کھالئے ہوں گے۔ لیکن ہماری دنیا میں اس کے دوسرے امکانات بھی موجود ہوتے ہیں۔ کسی نے چھین لئے ہوں گے، پانچ کی خریداری کے برابر پیسے نہیں ہوں گے۔ راستے میں گر گئے ہوں گے۔ کسی بھوکے کو کھانے کے لئے دے دیئے ہوں گے۔ ہماری دنیا میں ہر بات ممکن ہے اور ہر بات اضافی ہے۔''

''مرگی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟''

مے ری کو فوراً میخائل سے میری باتیں یاد آئیں۔ خفا سی ہوگئی۔ اور جانا چاہا۔ ڈاکٹر لوئٹ نے اپنے سامان سمیٹے اور جواب دیا وہ دماغ کا ایک مخصوص حصے میں برقی رو کی زیادتی سے جسم میں تشنج پیدا ہوجاتا ہے۔ سبب پوری طرح معلوم نہیں لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ سخت ذھنی دباؤ کی وجہ سے یہ کیفیت ہوسکتی ہے۔ بہرحال آپ پریشان نہ ہوں اس حادثہ سے مرگی کا مرض نہیں ہوگا۔''

''کس وجہ سے یہ ہوتا ہے؟''

''میں اس کا ماہر نہیں ہوں۔ لیکن معلوم کرسکتا ہوں۔''

''ہاں معلوم کریں۔ میرا ایک اور سوال ہے۔ کیا مرگی کے مریض کو آوازیں سنائی دیتی ہیں اور اسے مستقبل کا حال معلوم ہوتا ہے؟''

''کیا کسی نے پہلے ہی اس حادثہ کے بارے میں بتایا تھا؟''

''ایسا بھی نہیں ہے لیکن کچھ ایسا لگتا بھی ہے۔''

''میں اب زیادہ نہیں ٹھہر سکتا ہوں۔ مے ری کو لفٹ بھی دینا ہے۔ دیکھتا ہوں

میں مرگی کے بارے میں کیا معلومات اکٹھی کر سکتا ہوں۔"

مجھے خیال آیا کہ اگر میخائل نے وعدہ پورا کیا ہوگا تو گھر پر ایک لفافہ موجود ہوگا جس میں ایستھر کا پتہ ہوگا۔ اچانک اس خیال نے پریشان کر دیا کہ کہیں میخائل آواز کے بارے میں سچ نہ کہہ رہا ہو؟

میں نے خیال کا رخ موڑا۔ حادثہ کی تفصیل پر غور کرنے لگا۔ میں راستے میں جا رہا تھا کہ ایک کار آتے دکھائی دی۔ پھر اچانک موٹر سائیکل نے اوورٹیک کیا اور ٹکر ہوگئی۔

سنتیا گوئی یاترا کے بعد نشانیوں اور علامتوں پر میرا اعتماد راسخ ہوگیا تھا ہمیں جو جاننے کی ضرورت ہے وہ ہمیشہ ہمارے سامنے ہی ہوتا ہے صرف ہمیں احترام اور توجہ کے ساتھ چاروں طرف یہ دیکھنے کی حاجت کہ خدا ہمیں کس طرف لے جا رہا ہے اور ہمیں اپنا گلا قدم کیا اٹھانا ہے۔ میں نے پراسراریت کا احترام کرنا بھی سیکھا ہے۔ جب کہ آئن اسٹائن کا کہنا ہے کہ خدا کائنات کے ساتھ پانسہ کا کھیل نہیں کھیلتا ہے۔ ہر شے ایک دوسرے سے وابستہ ہے اور بامعنی ہے۔ معانی پوشیدہ رہ سکتے ہیں لیکن زمین پر ہمیں ہمیشہ اپنے سچے مشن سے قریب رہنا ہے جب ہی ہمارا عمل پر جوش قوت کو چھو سکتا ہے۔

اگر ایسا ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے اور اگر ایسا نہیں تو پھر سمت بدلنا بہتر ہے۔

• ہم صحیح راستہ پر چل رہے ہیں، نشانیوں کے مطابق جا رہے ہیں۔ کہیں لڑکھڑاتے بھی ہیں تو قدرت ہماری مدد کرتی ہے۔ وہ غلطی سے روکتی ہے۔ کیا یہ حادثہ ایک اشارہ تھا؟ کیا میخائل نے اس نشانی / اشارے کا ادراک کیا تھا جو مجھ سے منسلک تھا؟

میں نے فیصلہ کیا کہ ان سارے سوالوں کا جواب اثبات میں ہے۔ شاید اس لئے میں اپنی قسمت پر شاکر ہوگیا۔ اور میں اپنے سے بڑی طاقت کے مطابق چلنے کو تیار ہوگیا۔ میں نے محسوس کیا اسی دن میری محبت کی شدت میں کمی ہونے لگی۔ میں نے جانا کہ مجھے لفافہ کھولنا ہے ایستھر کا پتہ معلوم کرنا ہے اور سیدھے اس کے دروازے تک جا کر دستک دینا ہے۔ لیکن ساری نشانیاں بتا رہی ہیں کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے۔ اگر واقعی ایستھر میری زندگی میں اتنی اہم ہے جتنی کہ میں سوچتا ہوں اور اب بھی بقول

میخائل وہ مجھے چاہتی ہے تو پھر میں جبراً ایک ایسی صورت حال کیوں پیدا کرنا چاہتا ہوں جو مجھے غلطیوں کے اعادہ کی طرف لے جاتی ہے۔

اس صورت حال سے کیسے بچا جائے؟

اپنے آپ کو مزید دریافت کر کے اور یہ جان کر کہ ایسی کیا تبدیلی پیدا ہوگئی تھی کہ مسرتوں کے اس راستے میں کھائی آ گئی۔۔۔ کیا یہ کافی ہوگا؟ نہیں۔ مجھے ایستھر کو بھی جاننے کی ضرورت ہے۔ ساتھ رہتے ہوئے خود اس کے اندر کیا تبدیلی آ گئی تھی۔ کیا ان دو سوالوں کا جواب کافی ہوگا؟ ایک تیسرا سوال بھی تو ہے۔ قسمت نے ہم دونوں کو ساتھ کیوں کیا تھا؟

ہسپتال کے کمرے میں سوچنے کے لئے بہت وقت تھا۔ میں نے اپنی زندگی کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ مجھے مہم جوئی اور تحفظ دونوں سے بڑی دلچسپی رہی ہے۔ حالانکہ دونوں میں کوئی میل نہیں۔ ایستھر سے میری محبت تو یقینی تھی لیکن میں دوسری عورتوں کے پیار کا بھی اسیر رہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنسی کھیل دنیا کا سب سے زیادہ دلچسپ کھیل ہے۔

کیا میں نے اپنی بیوی سے اپنی محبت کا اظہار کیا؟ کبھی کبھی تو کیا تھا۔ ہمیشہ نہیں کیا۔ کیوں؟ میں نے اسے ضروری نہیں سمجھا۔ اسے میری محبت کا خود پتہ ہونا چاہئے۔ اسے میرے احساسات پر شبہ نہیں کرنا چاہئے۔

مجھے یاد آیا۔ بہت سال پہلے کسی نے پوچھا تھا کہ میری زندگی میں جتنی بھی دوستی آئیں ہیں ان کے اور میرے درمیان قدر مشترکہ کیا رہی ہے۔ جواب آسان ہے۔ صرف میں۔ مجھے خیال آیا کہ بے شمار لڑکیاں میری زندگی میں آئیں لیکن کوئی ایسی نہیں آئی جو مجھے اپنے اثرات میں رکھ سکے اور جسے میں اپنے اثرات میں رکھ سکوں۔ پھر جب ایستھر ملی تو صورت حال یکسر بدل گئی۔

نرم جذبات کے ساتھ میں اپنی سابقہ بیوی کے بارے میں سوچنے لگا۔ مجھے تلاش کرنے اور جاننے کی وجہ سے جاننے کی بے چینی نہیں تھی۔ میں نے اپنی تازہ کتاب میں شادی کی پوری تفصیل بیان کر دی ہے۔ لیکن یہ تو صرف میری داستان تھی۔ ایستھر کے لئے تو وہ باتیں نہیں لکھی یا کہی تھیں کی وہ مستحق تھی۔

یہ بات بہت اہم ہوتی ہے کہ کوئی چیز کیسے ختم ہوئی۔ خاتمہ کے دائرے، دروازے کا بند ہونا، ناول کے باب اختتام، جو بھی نام دے دیں۔ اصل بات یہ ہے کہ گزرے ہوئے وہ لمحات یاد رہ جاتے ہیں جو خاتمہ سے پہلے ہوتے ہیں۔ سب مجھ پر واضح ہونے لگا ہے کہ میں واپس نہیں جاسکتا اور نہ ہی میں زبردستی کوئی کام کرسکتا ہوں۔ یہ گذرے ہوئے دو سال جو میرے لئے ایک مستقل جہنم بنے ہوئے تھے۔ اب سچائی کی ایک نئی راہ دکھانے لگے ہیں۔

سچائی کی یہ راہ شادی سے بھی ماورا ہے۔ سارے مرد اور ساری عورتیں ایک ایسی قوت کے بندھن میں بندھے ہیں جسے محبت کہا جاتا ہے۔ پہلے وقت کے ساتھ ردوبدل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح چلانا چاہتی ہے وہ چلاتی ہے۔ اگر ہم اپنی مرضی ٹھونسنا چاہیں گے تو پھر ناکامی، ندامت اور مایوسی ہاتھ آئے گی اس لئے کہ یہ قوت آزاد اور خود مختار ہے۔

ہم اپنی زندگی یہ کہتے ہوئے گزارتے ہیں کہ ہمیں فلاں شخص یا فلاں شے سے محبت ہے۔ حقیقتاً ہمیں محبت کی طاقت کا ادراک نہیں ہوتا ہے۔ ہم اپنی دنیا کے تقاضوں کے مطابق اس کی طاقت گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں جیسے جیسے سوچتا جارہا تھا میری جنونی کیفیت (ظاہر) میں کمی آتی جارہی تھی اور میں اپنے آپ میں آرہا تھا۔ میں نے خود کو ذہنی طور پر بہت سے کام کے لئے تیار کرلیا۔ جن کاموں کے لئے مجھے سکونت، تنہائی اور صبر واستقامت کی ضرورت ہوگی۔ اس حادثہ نے مجھے یہ سمجھنے میں مدد کی ہے کہ میں زبردستی کسی کام کو آگے بڑھا نہیں سکتا ہوں۔ جب تک ''بخیہ'' کے لئے مناسب وقت سامنے نہ آجائے۔

مجھے یاد آیا ڈاکٹر لویت نے کہا تھا کہ جسم کو جو صدمہ پہنچا ہے اس سے موت کسی وقت بھی آسکتی ہے۔ کیا پتہ ہے یہ سچ ہو؟ کیا معلوم دس منٹ کے بعد میرا دل دھڑکنا چھوڑ دے؟ کھانے دینے کے لئے ایک مرد نرس اندر آیا۔ میں نے اس سے پوچھا، ''میری میت کی تیاری ہوگئی۔''

''گھبرائیں نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''آپ زندہ رہیں گے، آپ بہت بہتر دکھائی دے رہے ہیں۔''

''میں گھبرا نہیں رہا ہوں، میں زندہ رہوں گا، مجھے ایک آواز نے بتایا ہے۔''

میں نے اسے اکسانے کے لئے جان بوجھ کر ایک آواز کا ذکر کیا۔ اس نے مشتبہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ مجھے معلوم ہے کہ میں بچ جاؤں گا۔ ہوسکتا ہے ایک دن کے لئے، ایک سال کے لئے یا تیس یا چالیس برس کے لئے لیکن ایک دن تو تمام سائنسی ترقیوں کے باوجود مجھے مرنا پڑے گا۔ آپ نے کبھی یہ سوچا ہے؟

''نہیں اور میں سوچنا بھی نہیں چاہتا۔ مجھے بڑا خوف آتا ہے کہ ہر چیز ختم ہوجائے گی۔''

''آپ چاہیں یا نہ چاہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دستگاری کسی کو نہیں۔ کیا خیال ہے؟''

''دوسرے مریض کے پاس جانا ہے۔'' اس نے تیزی سے کھانا میز پر رکھا اور چلا گیا۔

نرس تو چلا گیا لیکن میں سوچ میں پڑ گیا۔ مجھے بچپن میں پڑھی ہوئی نظم کا یہ حصہ یاد آگیا۔

جب ناخواندہ مہمان پہنچا۔۔۔
مجھے ڈر لگا (لیکن)
میں مسکرایا۔ میں بولا
میرا دن اچھا گذرا، رات تو جانے دو
آپ دیکھیں گے کھیت میں ہل چل چکا ہے، گھر صاف ستھرا ہے
میز لگ چکی ہے
اور ہر چیز اپنی جگہ پر ہے

کیا ہی اچھا ہوتا اگر ہر چیز اپنی جگہ پر ہوتی۔ میری قبر کا کتبہ کیا ہوگا؟ میں نے اور ایستھر نے اپنی وصیتوں میں کہا تھا کہ ہمیں جلا کر میری خاک سنتیاگو کی طرف جانے والی سڑک پر ہواؤں میں اڑادی جائے اور ایستھر کی خاک کو سمندر میں بہا دیا جائے۔ اس طرح کتبے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بہر حال اگر مجھے کوئی کتبہ پسند کرنا پڑا تو میں یہ الفاظ لکھوانے چاہوں گا۔ ''وہ مرگیا جب کہ وہ اب بھی زندہ ہے۔'' یہ متضاد الفاظ لگتے

ہیں مگر میں ایسے بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں جو اپنی مصروفیتوں میں الجھے رہتے ہیں۔ زندگی کے بارے میں ذرا بھی نہیں سوچتے کہ دوسرے ہی لمحے موت آ سکتی ہے۔

کھانے کے برتن اٹھانے کے لے دوسرا نرس آیا۔ اس سے بھی کچھ کہنا فضول تھا۔ لیکن اس نے آنے کے ساتھ ہی سوالات کی بوچھاڑ کردی۔ میرا نام کیا ہے۔ امریکہ کا صدر کون ہے وغیرہ۔ وہ اصل میں میری ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ میت کے متعلق میرے ایک سوال نے ایک ہلچل مچادی تھی۔

اس رات میں مسکراتے ہوئے نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ جنونی کیفیت (ظاہر) غائب ہورہی تھی۔ اور ایستھر واپس آرہی تھی۔ اگر میں مرنے جارہا ہوں تو بھی جو کچھ بھی میری زندگی میں ہوا، کامیابی، ناکامی، محبوبہ کا غائب ہوجانا، بے انصافیاں جو میرے ساتھ ہوئیں، بے انصافیاں جو سب نے کیں ان تمام حقائق کے باوجود آخری لمحے تک میں نے زندگی کی اور تمام تر یقین کے ساتھ یہ تصدیق کرتا ہوں۔

''میرا دن اچھا گذرا، رات آجانے دو''

دو دن کے بعد میں گھر آگیا۔ مے ری لنچ کی تیاری میں لگ گئی اور میں ڈاک پر نظر ڈالنے لگا۔ گھنٹی بجی اور چوکیدار اندر آیا۔ اس نے بتایا کہ ایک ہفتہ سے جس لفافہ کا ذکر آیا تھا وہ میری میز پر رکھا ہوا ہے۔ میں نے اس کا شکریہ ادا اور توقع کے خلاف میں نے اسے کھولنے میں عجلت سے کام نہیں لیا۔ ہم دونوں، مے ری اور میں نے لنچ کیا۔ میں نے اس کو فلم بندی کے بارے میں پوچھا اور اس نے میرا آئندہ پروگرام دریافت کیا۔ میں نے بتلایا کہ جب تک گلے میں کالر لگا ہوا ہے میں باہر نہیں جا پاؤں گا۔ ضرورت ہوئی تو وہ بخوشی میرے ساتھ رہنے کو تیار ہے۔ اس نے کہا۔

''کوریا کے ایک ٹی وی پروگرام میں مجھے شامل ہونا ہے لیکن تمہیں رفاقت کی ضرورت ہے تو میں اسے ملتوی ہی نہیں منسوخ بھی کرسکتی ہوں۔''

''بالکل، تم میرے پاس رہو، اس سے بڑھ کر خوشی کیا ہوگی۔''

وہ مسکرائی اور فون اٹھا کر اپنے مینجر سے کہا۔ ''میرا پروگرام ملتوی کردیں اور سبب یہ بتائیں کہ میں بیمار ہوں بلکہ یہ کہہ دیں میں اپنے محبوب کی دیکھ بھال میں مصروف

ہوں۔ جب بھی علالت کا بہانہ کیا ہے کوئی نہ کوئی مصیبت آ کھڑی ہوئی ہے۔''

مجھے بہر حال بہت سے ضروری کام کرنے تھے۔ انٹرویو ملتوی کرنا تھا۔ خطوں کا جواب دینا تھا۔ فون کال کا شکریہ ادا کرنا تھا۔ گلدستوں کی رسید دینی تھی۔ کچھ پڑھنا تھا۔ اور سفارشیں اور دیباچے لکھنا تھے۔ مے ری ان کاموں میں میری مددگار رہی۔ ایک رات کھانے اور چند گلاس پینے کے بعد یہ ریمارکس پاس کیا کہ مجھ میں تبدیلی آئی ہے۔ وہ بولی۔

''ایسا لگتا ہے کہ موت کے قریب جانے سے بدلاؤ آ گیا ہے۔''

''ایسا تو ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے۔''

''بحث و مباحث اور حسد و جلن سے الگ مجھے یہ کہنے میں عذر نہیں کہ جب سے تم گھر آئے ہو ایک بار بھی ایستھر کا نام نہیں لیا۔ بعینہ یہی حال اس وقت بھی تھا جب تم نے گذشتہ کتاب کو مکمل کیا تھا۔ اس کتاب نے گویا علاج کا کام کیا تھا لیکن افسوس اس کا اثر زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہا۔''

''تمہارا یہ مطلب تو نہیں کہ حادثہ نے دماغ کو متاثر کیا ہے؟''

میرا لہجہ تو جارحانہ نہیں تھا پھر بھی اس نے موضوع بدلتے ہوئے منا کو سے کینس جانے کے لئے ہیلی کوپٹر کا سفر کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور ہم محبتوں میں مصروف رہے اگر چہ کالر پریشان کن تھا۔

چار دنوں کے بعد میرے سارے کاغذات نمٹ گئے بس ایک لفافہ رہ گیا تھا جس پر میرا نام اور پتہ درج تھا۔ مے ری نے اسے کھولنا چاہا میں نے اسے ذرا رکنے کو کہا۔ اس نے اس کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ پوچھا۔ میں نے اسے اٹھا کر کتابوں کے شیلف پر ایک طرف رکھ دیا۔ وہ میرے سامنے ہوتا تو میرا جنون (ظاہر) واپس آ جاتا۔

کسی بھی لمحہ ایستھر کی محبت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ ہر وہ دن جو ہسپتال میں گذرا اس کی عجیب و غریب یادیں آتی رہیں۔ اس کی گفتگو نہیں بلکہ اس کی خاموشی یاد آتی رہی۔ جب بھی ہم لوگ خاموش بیٹھے ہوتے اس کی آنکھیں یاد آتیں جو کسی سفر پر جانے سے پہلے جوانی میں سرشار لگتیں یا ایک ایسی بیوی کی آنکھیں لگتیں جو اپنے شوہر کی کامیابی سے فخر محسوس کر رہی ہوں یا پھر ایک ایسی صحافی کی جسے کسی موضوع پر لکھی ہوئی

اپنی تحریر بہت دلکش لگ رہی ہو۔ دکھی چہرہ تو اس وقت نظر آیا جب اس نے بتایا کہ وہ جنگی محاذ کی نامہ نگار بننا چاہتی ہے۔ جب بھی وہ محاذ سے واپس آئی اس کا چہرہ خوشی سے کھلا ہوتا۔ جو چند دنوں کے بعد پھر مرجھا جاتا۔

ایک سہ پہر کو ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ مے ری نے بتایا کہ یہ وہی نوجوان شخص ہے۔

میں نے میخائل کی آواز سنی۔ اس نے پہلے تو حادثہ پر اظہار افسوس کیا اور پھر لفافہ وصول ہونے کا پوچھا۔

''ہاں مجھے مل گیا ہے۔''

''کیا آپ تلاش میں جا رہے ہیں؟''

مے ری ہماری باتیں سن رہی تھی اس لئے میں نے موضوع بدل دیا۔

''جب ہم ملیں تو یہ باتیں ہوں گیں۔''

''میں پیچھے نہیں پڑ رہا۔ میں آپ کا وعدہ یاد دلا رہا ہوں۔''

''میں کبھی اپنے وعدے سے پھرتا نہیں ہوں۔ جیسے ہی صحت یاب ہوں گا۔ ہم ساتھ چلیں گے۔''

اس نے اپنا موبائل نمبر دیا۔ جیسے ہی فارغ ہوکر میں نے مے ری کی طرف دیکھا وہ مختلف لگی۔

''گویا کچھ بھی نہیں بدلا'' اس نے کہا۔

''اس کے برعکس، ہر چیز بدلی ہوئی ہے۔''

مجھے صاف صاف بتا دینا چاہئے تھا کہ میں اب بھی ایستھر کا گرویدہ ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے۔ جب وقت ہوگا تو میں ٹرین، ٹیکسی، طیارہ کسی بھی ذریعہ سے اس کے پاس جاؤں گا۔ لیکن اس کا یہ نتیجہ ہوتا کہ میں ایک ایسی عورت کو کھو دیتا جو اس وقت پوری مستعدی کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ میں اس کے لئے کس قدر اہم ہوں۔

میں بزدل ہوں اور شرمندہ بھی مگر میں کیا کروں اسی کا نام زندگی ہے۔ میں اسے سچ سچ نہیں بتا سکا۔ میں مے ری کو بھی چاہتا ہوں۔

نہیں بتانے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ میں ہمیشہ نشانیوں، اشاروں پر یقین رکھتا ہوں اور جب مجھے اپنی بیوی کے ساتھ خاموشیوں کے گذرے لمحات یاد آتے ہیں تو آوازوں یا توجیہات کے ساتھ یا ان کے بغیر مجھے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ ایستھر کو پانے کا وقت نہیں آیا ہے۔ مجھے باتوں سے زیادہ خاموشیوں کے لمحات پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینی کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ مجھے وہ آزادی ملے گی جو اس وقت کے ادراک میں مدد دے گی جب ہمارے تعلقات صحیح سمت میں تھے اور جب ہمارے تعلقات میں خرابی پیدا ہونی شروع نہیں ہوئی تھی۔

مے ری عجیب نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ کیا میں کسی ایسے شخص سے بے وفائی کرسکتا ہوں جو میرے لئے اتنا کچھ کررہا ہے؟ مجھے تکلیف ہونے لگی۔ لیکن میں اسے ہر بات نہیں بتا سکتا تھا۔ اس وقت تک نہیں بتا سکتا تھا جب تک مجھے بالواسطہ طور پر کوئی راستہ ہاتھ نہ آجائے۔

''مے ری فرض کرو کہ آگ بجھانے والے دو افراد ایک جنگل میں لگی آگ بجھانے جاتے ہیں۔ بعدازاں وہ لوٹ کر ایک ندی کا رخ کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا چہرہ دھوئیں سے کالا ہوگیا ہے جبکہ دوسرے کا چہرہ صاف ہے۔ یہاں میرا سوال یہ ہے ان میں سے کون اپنا چہرہ دھوئے گا؟''

''بے معنی سا سوال ہے۔ ظاہر ہے کہ کالک لگا چہرے والا دھوئے گا۔''

''نہیں۔ کالک زدہ چہرے والا آدمی اپنے ساتھی کا صاف چہرہ دیکھے گا اور محسوس کرے گا کہ اس کا اپنا چہرہ صاف ہوگا اور صاف چہرے والے کا خیال اس کے برعکس ہوگا۔ لہٰذا وہ اپنا چہرہ صاف کرنا چاہئے گا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟''

''میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جو وقت میں نے ہسپتال میں گذارا اس میں مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں ہمیشہ اپنی محبوب میں خود کو دیکھتا رہا ہوں۔ میں نے ان کے صاف شفاف خوبصورت چہروں میں اپنا عکس دیکھا۔ دوسری طرف ان لوگوں نے میرے کالک زدہ چہرے کو دیکھا اور ہزار ذہین و بااعتماد ہونے کے باوجود اپنے آپ کو برا ٹھہرایا۔ تم تو براہ کرم ایسا نہ کرو۔''

میں چاہتا تھا کہ مزید یہ کہوں کہ یہی صورت حال ایستھر کے ساتھ بھی ہوئی۔
مجھے اب احساس ہوا ہے کہ میں نے ہمیشہ اس کی زندگی اور انرجی کو اپنے اندر جذب کیا ہے اور اپنے آپ کو مسرور اور پر اعتماد پایا ہے۔ آگے بڑھتا رہا ہوں۔ اس کے برعکس اس نے مجھے دیکھا۔ اور خود کو بدشکل اور کم تر محسوس کیا۔ سبب یہ تھا کہ جیسے جیسے وقت گزرتا رہا میرا کیرئیر آگے بڑھتا رہا۔ میری ترقی میں اس کا بڑا حصہ رہا ویسے ویسے ہمارے تعلقات دوسرے درجہ پر آنے لگے۔

اگر میں اس سے دوبارہ ملوں تو مجھے اپنے چہرے کو اس کے چہرے کی طرح صاف رکھنے کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا اسے تلاش کرنے سے پہلے مجھے خود کو تلاش کرنا پڑے گا۔

ایری ایڈنی کا دھاگا

میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوا ہوں جو ایک تھوڑے بڑے گاؤں سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے جہاں ایک اسکول اور ایک میوزیم ایک ایسے شاعر کے نام منسوب ہے جو وہاں بہت سال پہلے رہتا تھا۔ میرا باپ تقریباً 70 برس کا ہے اور میری ماں 25 سال کی ۔ ان کی ملاقات حال ہی میں ہوئی تھی۔ وہ قالین فروخت کرتا تھا۔ اس کے لئے روس سے یہاں تک آنا پڑتا تھا جب میری ماں سے ملاقات ہوئی تو باپ نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ وہ بیٹی جیسی لگتی ہے لیکن برتاؤ ماں جیسا ہے۔ سونے میں مدد کرتی ہے بلکہ ہر اس کام میں مددگار ہوتی ہے جو باپ نہیں کر پاتا ہے۔ ظاہر ہے عمر 70 برس کی ہے۔ جرمنوں سے اسٹالن گراد میں جنگ کی تھی۔ جو دوسری جنگ عظیم کی سب سے طویل اور خونی لڑائیوں میں سے ایک تھی اور جس میں تیس ہزار فوجیوں کے بٹالین میں صرف تین بچے تھے۔

خلاف معمول میخائل نے ساری باتیں زمانہ حاضر میں کیں۔ گویا جو کچھ بھی ہوا وہ یہاں اور ابھی ہوا۔

میرا باپ اور اس کا ایک دوست دونوں حالات کا جائزہ لینے نکلے ہی تھے کہ فائرنگ کے تبادلے کی زد میں آگئے۔ دونوں دو دنوں تک ایک خندق میں پناہ لے رکھی ہے۔ روس فوجیوں کی آوازیں بھی آرہی ہیں۔ ساتھ ہی فائرنگ کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ فضا میں خون کی بو ہے اور زخمیوں کی آوازیں ہیں۔ اچانک خاموشی چھا گئی ہے۔ دوست نے سوچا جرمنی فوج واپس ہوگئی وہ کھڑا ہوگیا۔ میرا باپ اسے کھینچتے ہوئے چیختا ہے۔ ''بیٹھ جاؤ'' اسی وقت ایک گولی اس کی کھوپڑی کو چیر جاتی ہے۔

دو دن گذر جاتے ہیں، باپ تنہا رہ جاتا ہے۔ لاش پاس ہی پڑی ہے۔ آخر کار کوئی اسے بچا کر ایک قریب ہی کی عمارت میں لے جاتا ہے۔ وہاں کھانے کو کچھ بھی

نہیں ہے۔ صرف اسلحہ اور سگریٹ ہیں۔ تمباکو کھا کر گذارا ہوتا ہے۔ ایک ہفتے کے بعد مردہ ساتھیوں کے گوشت کھاتے ہیں۔ ایک اور بٹالین آتی ہے۔ لوگوں کو بچاتی ہے اور زخمیوں کا علاج کر کے انہیں دوبارہ محاذ پر بھیجتی ہے۔ اسٹالن گراد کا سقوط نہیں ہونا چاہئے۔ روس کا مستقبل اس سے وابستہ ہے۔ چار ماہ کی زبردست جنگ، قتل و غارت گری اور سردیوں کی اعضا شکنی کے بعد جرمنوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ یہیں ہٹلر اور اس کی حکومت کے خاتمہ کی ابتدا ہوئی۔ ایک ہزار کلومیٹر کا پیدل سفر کر کے میرا باپ اپنے گاؤں پہنچتا ہے۔ وہ سو نہیں سکتا ہے اور جب آنکھ لگتی ہے اس کا وہ دوست والا منظر اس کے سامنے ہوتا ہے۔

دو سال کے بعد جنگ ختم ہو جاتی ہے۔ باپ کو تمغہ ملتا ہے مگر نوکری نہیں ملتی ہے جنگی ھیرو تو مانا جاتا ہے لیکن روزی روٹی کا کوئی بندوبست نہیں ہوتا ہے۔ قالین فروخت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ شب بیداری کی وجہ سے راتوں کا سفر اچھا لگتا ہے۔ اسمگلروں سے تعلقات ہو جاتے ہیں اور روٹی ملنے لگتی ہے۔

ایک دن کمیونسٹ حکومت اسے پکڑ لیتی ہے۔ جرائم پیشہ لوگوں سے تعلقات کا الزام عائد ہوتا ہے اور جنگ کے ھیرو ہونے کے باوجود ''عوام دشمن کہہ کر'' دس سال کے لئے سائبریا میں قید کر دیا جاتا ہے۔ جب رہا ہوتا ہے تو وہ بوڑھا ہو چکا ہوتا ہے اور اسے سوائے قالین کے اور کچھ یاد نہیں ہوتا ہے۔ بہرحال پرانے ساتھیوں کو ملتا ہے اور فروخت کرنے کے لئے قالین حاصل کرتا ہے۔ لیکن خریدار ملنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے دور دراز علاقہ قزاقستان پہنچ جاتا ہے۔ وہ بوڑھا اور اکیلا ہے۔ روٹی کے لئے جو سو کام کرنا پڑتا ہے۔ اتنی ساری مصیبتوں کے باوجود وہ ایک مضبوط ڈھانچہ کا آدمی ہے۔

ایک چھوٹے سے گاؤں میں اس کی ملاقات ایک جوان لڑکی سے ہوتی ہے۔ وہ اپنے باپ ماں کے ساتھ رہتی ہے۔ وہ اسے اپنے گھر لیجاتی ہے۔ اس لئے کہ اس علاقہ میں مہمان نوازی کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ وہ لوگ اپنی بیٹھک میں اسے سونے دیتے ہیں۔ لیکن چیخ سن کر جاگ پڑتے ہیں۔ لڑکی اس کے پاس جاتی ہے۔ کچھ پڑھتی ہے۔ اس کا سر سہلاتی ہے اور وہ دہائیوں کے بعد آرام کی نیند سو پاتا ہے۔

دوسرے دن وہ بولتی ہے کہ جب میں جوان ہو رہی تھی میں نے خواب دیکھا تھا

ایک بہت بوڑھے آدمی نے مجھے بچہ دیا ہے۔ میں برسوں سے اس آدمی کا انتظار کر رہی ہوں۔ کئی لوگ میرے قریب آئے۔ لیکن مجھے مایوسی ہوئی۔ ماں باپ بہت پریشان ہیں کہ کہیں ان کی اکلوتی بیٹی بے بیاہتا نہ رہ جائے۔ اور بدنامی کا باعث بنے۔

وہ پوچھتی ہے کہ آپ مجھ سے شادی کریں گے۔ باپ کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ اس کی نواسی پوتی کے برابر تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لڑکی نے غروب آفتاب کے بعد پوچھا کہ میں سر سہلادوں۔ اس نے مالش کر دی اور ایک بار پھر رات آرام سے گذر گئی۔

دوسرے دن پھر شادی کی بات چلی۔ لیکن اب لڑکی کے ماں باپ بھی شامل تھے۔ ماں باپ کا خیال تھا کہ وہ اچھا موقع ہے۔ شرمندگی سے بچ جائیں گے۔ یہاں ایک کہانی گڑھی گئی کہ ایک بوڑھا تاجر جو دور دراز علاقے سے قالین کی تجارت کرتے ہوئے آیا تھا وہ اپنی آسودہ اور پرآسائش زندگی سے اکتا گیا تھا۔ خوب خوب جہیز اور بہتر زندگی کے خیال نے میری ماں کو متاثر کیا اور میرا باپ اپنی پچھلی زندگی کے سارے مصائب کے مناظر میں پہلی مرتبہ ایک فیملی اور ایک گھر کے تصور سے خوش ہو کر شادی پر رضامند ہو گیا۔ اور مسلم روایات کے مطابق شادی ہوئی۔ دو ماہ کے بعد ماں کے بطن میں میں موجود ہوا۔

میں سات برس کی عمر تک اپنے باپ کے ساتھ رہتا ہوں۔ وہ آرام کی نیند سوتا ہے۔ کھیتوں میں کام کرتا ہے۔ شکار کے لئے جاتا ہے۔ اپنے پیسوں اور قالین کے بارے میں لوگوں سے باتیں کرتا ہے۔ اور میری ماں کو اس طرح دیکھتا ہے کہ جیسے اسے زندگی میں سب سے اچھی چیز وہی ملی ہے۔ میں اپنے آپ ایک امیر آدمی کا بیٹا سمجھتا رہا۔ لیکن ایک رات آتش دان کے پاس بیٹھے ہوئے میرا باپ اپنا ماضی دہراتا ہے اور اپنی زندگی کا ذکر کرتا ہے۔ تاکید کرتا ہے کہ یہ بات کسی کو نہ بتائی جائے اور کہتا ہے۔" میں جلد مر جاؤں گا۔'' اور چار ماہ کے بعد وہ اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے۔ وہ میری ماں کی بانہوں میں دم توڑتا ہے اور خوش خوش دنیا سے چلا جاتا ہے۔

میخائل اپنی کہانی ایک سرد رات میں سنا رہا تھا۔ بہرحال سردی اتنی نہیں تھی جتنی اسٹالن گراڈ میں ہوتی ہے۔ منفی 35 ڈگری۔ ہمارے ساتھ چند بھکاری بھی بیٹھے ہوئے

آگ تاپ رہے تھے۔ میں میخائل کی دوسری کال پر وہاں گیا تھا۔ بات چیت کے درمیان اس نے ایک بار بھی اپنے لفافہ کا ذکر نہیں کیا جیسے آواز کے ذریعہ اسے معلوم ہوگیا ہو کہ میں نشانیوں/ اشاروں کی پابندی کرنے لگا ہوں اور جنونی اثرات (ظاہر) سے خود کو آزاد کرنے کے لئے واقعہ کو اپنے وقت پر ہونے دینا چاہتا ہوں۔

جب اس نے پیرس کو ایک خطرناک علاقہ میں ملاقات کرنے کے لئے کہا تھا تو مجھے خطرے کا احساس ہوا تھا۔ میں یہ بہانہ کرسکتا تھا کہ میں ابھی مصروف ہوں اور بہتر ہوگا کہ پھر کبھی ہم کسی اچھے سے بار میں ملیں اور آرام سے بات چیت کریں۔ مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں اسے مرگی کا دورہ نہ پڑجائے۔ اگرچہ مجھے ترکیب معلوم ہے لیکن میرے گلے کا کالر تو ایک رکاوٹ ہے۔ پر میخائل نے اصرار کیا کہ اسے بھکاریوں سے ملنا ضروری ہے۔ یہ اس کی اور ایستھر کی زندگی کا حصہ ہیں۔ ہسپتال میں مجھے یہ احساس پیدا ہوا تھا کہ میری زندگی میں کوئی نقص پیدا ہوگیا ہے۔ جسے ختم کرنا ضروری ہے۔ کیسے ختم کیا جائے؟ کچھ مختلف کام کرنے کی مثال کے طور پر خطرناک جگہوں پر جایا جائے اور معاشرے کے دھتکارے لوگوں سے ملا جائے۔

یونانی ہیرو تھے سیوس کے متعلق کہانی ہے کہ جب وہ دیو کو قتل کرنے کے لے بھول بھلیاں والے راستے میں چلنے لگا تو اس کی محبوبہ ایری ایڈنی نے دھاگہ کا ایک سرا اسے پکڑا دیا تھا کہ جیسے جیسے وہ بڑھتا جائے وہ ڈھاگا کھولتی جائے اور اسے اس کے سہارے واپس آنے میں آسانی ہو۔ ان بھکاریوں کے ساتھ بیٹھ کر میخائل کی کہانی سنتے ہوئے مجھے ایسا لگا کہ بہت دنوں بعد میں اس انداز کے تجربے یعنی لامعلوم حالات کے نرغے سے گذرا ہوں۔ کون جانے ایری ایڈنی کا دھاگا میرے ان راستوں پر جانے کا انتظار کررہا ہے جہاں میں عام حالت میں کبھی نہیں جاسکتا۔ یا پھر مجھے اپنی کہانی اور اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کے لئے بے پناہ جدوجہد کرنی پڑے گی۔

میخائل نے اپنی کہانی جاری رکھی۔ میں نے دیکھا کہ پورا گروہ انہماک سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس طرح کی تشفی بخش گفتگو کسی اچھے اور گرم ریسٹوران کی میز پر نہیں ہوسکتی۔

"روزانہ ایک گھنٹہ چل کر مجھے اسکول جانا پڑتا۔ میں عورتوں کو پانی لاتے دیکھتا۔

وسیع وعریض لق و دق میدان سامنے ہوتا۔ روسی فوجیوں کے کارواں گزرتے۔ برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑی سلسلہ نظر آتا جس کے عقب میں کہا جاتا ہے کہ ایک بہت بڑا ملک چین ہے۔ ہمیں ایک خواب ایک آئیڈیل کے بارے میں پڑھایا جاتا۔ ہمیں کمیونزم مساوات انسان کی کامیابی کے لئے لڑنا ہے۔ میں ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ میں گاؤں کے غریبوں اور پارٹی کے نمائندوں کے درمیاں میں فرق محسوس کرتا۔

ایک سہ پہر میں گھر لوٹ رہا تھا کہ زوردار ہوا چلی چاروں طرف روشنی سی ہوگئی۔ چند لمحوں کے لئے میرے ہوش جاتے رہے۔ ہوش آتا ہے تو میں خود کو زمین پر بیٹھا پاتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ ایک چھوٹی سی سفید لڑکی، سفید لباس پہنے اور نیلے بلٹ لگائے میرے اوپر ہوا میں تیر رہی ہے۔ وہ مسکراتی ہے کچھ کہتی نہیں ہے اور غائب ہوجاتی ہے میں دوڑا دوڑا گھر آتا ہوں۔ اپنی ماں کو ماجرا سناتا ہوں۔ وہ ڈر جاتی ہے اور پھر ذکر کرنے سے منع کرتی ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ وہ محض وہم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے واقعی اسے دیکھا ہے۔ پوری تفصیل بتاسکتا ہوں۔ میں ڈرا سا ہوں۔ فوراً دوڑ کر گھر آیا ہوں اور سارا ماجرا سنایا ہے۔ دوسرے دن وہ مجھے نظر نہیں آتی ہے۔ پورا ایک ہفتہ گذر جاتا ہے۔ میں سوچتا ہوں ماں ٹھیک کہتی ہے۔ خواب ہی ہوگا۔

پھر ایک صبح اسکول جاتے ہوئے اس لڑکی کو دیکھتا ہوں۔ میں نہ کوئی روشنی دیکھتا ہوں اور نہ ہی زمین پر گرتا ہوں۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں مسکراتے ہیں۔ نام پوچھتا ہوں۔ کوئی جواب نہیں ملتا ہے۔ میں اسکول میں اپنے ہم جماعتوں سے پوچھتا ہوں۔ وہ سب ہنس پڑتے ہیں۔

کلاس کے دوران مجھے ھیڈ ماسٹر کے پاس لے جایا جاتا ہے۔ اور یہ بتایا جاتا ہے کہ میرے ساتھ کوئی دماغی مسئلہ ہے۔ دنیا میں ایسی کوئی چیز نہین ہوتی جس کا میں ذکر کرتا ہوں۔ حقیقت صرف یہی ہے جو ہم اپنے چاروں طرف دیکھتے ہیں۔ مذھب لوگوں کو محض بے وقوف بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔ پھر مجھے دھمکایا جاتا ہے کہ اسکول سے نکال دیا جاؤں گا۔ ڈر کے مارے میں ماں سے نہیں بتانے کی درخواست کرتا ہوں۔ اور ہم جماعتوں سے کہتا ہوں کہ وہ باتیں من گھڑت تھیں۔

ہیڈ ماسٹر اور میں دونوں ہی اپنے اپنے وعدے نبھاتے ہیں۔ لڑکے بھول بھال

جاتے ہیں لیکن وہ لڑکی اس طرح مہینے بھر نظر آتی رہی۔ کبھی میں بے ہوش ہو جاتا اور کبھی نہیں ہوتا۔ باتیں نہیں ہوتیں۔ جب تک وہ چاہتی ہم ساتھ چلتے۔ گھر جانے میں دیر سویر ہو جاتی۔ ماں پریشان رہتی ایک رات کو ماں نے پوچھ ہی لیا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ میں لڑکی کی باتیں بتا دیتا ہوں۔

حیرت انگیز طور پر ماں نے ڈانٹا نہیں بلکہ ساتھ اس جگہ لے جانے کے لئے کہا۔ دوسرے دن پھر ہم ذرا پہلے اٹھ کر وہاں پہنچتے ہیں۔ وہ نظر آتی ہے۔ ماں کو نظر نہیں آتی ہے۔ ماں کہتی ہے کہ باپ کے بارے میں پوچھوں۔ میں پوچھتا ہوں۔ پہلی مرتبہ ''آواز'' میرے کانوں میں آتی ہے۔ اس کے لب ہلتے نہیں ہیں لیکن مجھے لگتا ہے کہ بول رہی ہے۔ میرا باپ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ اسے دنیا میں تکلیفیں اٹھانے کی جزا مل رہی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ ایک اپنی ماں کو ہیٹر کی یاد دلاؤں۔ میں ماں سے ذکر کرتا ہوں۔ وہ رونے لگتی ہے اور بتاتی ہے کہ ہیٹر کے پاس بیٹھنا میرے باپ کو ہمیشہ پسند تھا۔ لڑکی کہتی ہے کہ آئندہ جب ماں ادھر سے گزرے تو کہہ دو کہ یہاں بڑھتے ہوئے چھوٹے درخت پر کپڑے کا ایک ٹکڑا باندھ دے اور دعا کرے۔ وہ لڑکی پورے سال مجھے نظر آتی رہی۔ میری ماں نے اپنی دوستوں کو بتایا اور پھر ان دوستوں نے دوسروں سے کہا۔ چند ہی دنوں میں وہ درخت کپڑے کے ٹکڑوں سے بھر جاتا ہے۔ یہ ساری باتیں پوری رازداری کے ساتھ جاری رہتی ہیں۔ میں اسے دیکھ کر کبھی گر جاتا۔ کبھی بے ہوش ہو جاتا۔ لیکن مجھے کچھ یاد نہیں رہتا۔ صرف اتنا جانتا کہ جب میں بے ہوش ہونے لگتا تو گرم ہوا چلنے لگتی ہے اور آنکھوں کے سامنے روشنیاں سی ہو جاتی ہیں۔

ایک دن جب میں عورتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اس لڑکی سے ملنے جا رہا ہوتا ہوں۔ پولیس ہمیں روک دیتی ہے۔ عورتیں احتجاج کرتی ہیں۔ کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ مجھے اسکول لے جایا جاتا ہے۔ جہاں بتایا جاتا ہے کہ بغاوت اور توہم پرستی کی حوصلہ افزائی کی بنا پر اسکول سے نکال دیا گیا ہوں۔

واپس ہوتے ہوئے میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہ درخت کاٹ دیا گیا ہے اور کپڑے کے ٹکڑے زمین پر بکھرے پڑے ہیں۔ میں بیٹھ جاتا ہوں اور رونے لگتا ہوں۔ یہ میری زندگی کی خوشیوں سے پر دن تھے۔ لڑکی نمودار ہوتی ہے۔ اور مجھے پریشان ہونے

سے منع کرتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ یہ ساری باتیں منصوبے کے مطابق ہیں۔ اب وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گی اور مجھے بتائے گی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

''کیا اس نے کبھی اپنا نام بتایا؟'' ایک بھکاری نے دریافت کیا۔

''کبھی نہیں۔ لیکن کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ میں ہمیشہ جان لیتا ہوں کہ وہ کب مجھ سے باتیں کرتی ہے۔''

''کیا ہمیں ہمارے گزرے ہوئے لوگوں کے بارے میں کچھ معلوم ہوسکتا ہے؟''

''نہیں۔ یہ سلسلہ صرف ایک مخصوص وقت تک جاری رہتا ہے۔ میرا مشن مختلف ہے۔ کیا میں اپنی کہانی جاری رکھوں؟''

''بالکل۔'' میں نے کہا۔ ''کیا میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟ فرانس کے جنوب مغرب میں لارڈس نام کا ایک شہر ہے۔ وہاں کافی عرصہ پہلے ایک چرواہی نے ایک چھوٹی لڑکی کو دیکھا تھا۔ یہ تمہاری کہانی سے مطابقت رکھتا ہے۔''

''نہیں، آپ غلطی پر ہیں۔'' ایک بوڑھے بھکاری نے کہا۔ اس کی ایک ٹانگ مصنوعی تھی۔ ''اس چرواہی کا نام برنادیتی تھا۔ اور اس نے کنواری مریم کو دیکھا تھا۔''

''میں نے اس بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور مجھے خاصہ مطالعہ کرنا پڑا ہے۔'' میں نے کہا۔

''میں نے اس سلسلہ ہر وہ تحریر پڑھی ہے جو انیسویں صدی کے اواخر میں لکھی گئی ہے۔ میں نے برنادیتی کے بہت سارے بیان بھی دیکھے ہیں جو پولیس، کلب اور اسکالروں کو دیئے گئے ہیں۔ کسی جگہ بھی اس نے یہ نہیں کہا ہے کہ اس نے کسی عورت کو دیکھا ہے۔ وہ ہمیشہ چھوٹی لڑکی پر مصر رہی ہے۔ وہ سخت غصہ میں آ گئی تھی جب اس نے مصنوعی غار میں مجسمہ دیکھا تھا۔ وہ لڑکی تھی عورت نہیں تھی۔ بہر حال کلیسا نے اس کہانی، بصارتی ملاقات اور مقام پر اپنا قبضہ جماتے ہوئے ''مادر عیسیٰ'' بنادیا۔ اور سچ بھلا دیا گیا۔ جھوٹ اگر بار بار دہرایا جائے تو لوگ اس پر یقین کرنے لگ جاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس ''چھوٹی لڑکی'' کا جیسا کہ برنادیتی نے بارہا کہا ہے ایک نام تھا۔''

''وہ کیا تھا؟'' میخائل نے پوچھا۔

''میں ''حملِ بے گناہ'' ہوں۔ ظاہر ہے یہ عام ناموں جیسا نہیں ہے۔ اس طرح

اس نے خود کو ایک حقیقت ایک واقعہ، ایک حادثہ بتایا ہے جسے یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔

''میں بلاسیکس پیدا ہوں۔'' اب آپ اپنی کہانی جاری رکھیں۔

''قبل اس کے کہ کہانی شروع ہو میں آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟'' ایک دوسرے بھکاری نے کہا۔ وہ میری عمر کا تھا۔'' آپ نے اپنی کتاب کا ذکر کیا ہے، اس کا عنوان کیا ہے؟''

''میں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔''

بہرحال میں نے اس کتاب کا نام بتادیا جس میں برنادیتی کی کہانی کا ذکر کیا ہے۔

''تو آپ صحافی کے شوہر ہیں؟''

''کیا آپ ایستھر کے شوہر ہیں؟'' سبز ٹوپی پہنے، کھلی کھلی آنکھوں والی بھڑکیلے لباس میں ملبوس ایک بھکارن نے دریافت کیا۔

میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں کیا جواب دوں۔

''وہ یہاں واپس کیوں نہیں آئی؟'' کسی اور نے پوچھا۔ ''وہ خیریت سے تو ہے۔ وہ اکثر خطرناک جگہوں پر جاتی رہتی ہے۔ میں ہمیشہ منع کرتی رہتی ہوں۔ دیکھئے اس نے مجھے کیا دیا ہے۔'' اور اس نے مجھے خون آلود کپڑے کا ایک ٹکڑا دکھایا جو کسی مردہ فوجی کی قمیض کا حصہ رہا ہوگا۔

''وہ خیریت سے ہے۔ لیکن مجھے حیرت ہے کہ وہ یہاں بھی آتی تھی۔''

''کیوں؟ ہم آپ جیسے لوگ نہیں ہیں، اس لئے؟''

''نہیں۔ یہ بات نہیں۔ مجھے حیرت ہے خوشی بھی کہ وہ یہاں آتی تھی۔''

سردی سے بچنے کے لئے جو ووڈکا ہم لوگ پی رہے تھے۔ اس نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا تھا۔

''اگر آپ کا خیال ہے کہ ہم لوگ برے ہیں تو پھر آپ چلے کیوں نہیں جاتے۔'' لمبے بالوں اور بڑھے ہوئے شیو والے بھاری بھرکم بھکاری نے کہا۔

میں بھی چونکہ پی رہا تھا اس لئے میں بھی حوصلہ محسوس کر رہا تھا۔ ''تم کون ہو؟ یہ

کیا زندگی ہے؟ تم ہٹے کٹے ہو کام کر سکتے ہو۔ نکمے بن کر بھیک مانگتے ہو۔''

''ہم نے دنیا سے الگ رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس دنیا سے جو روبہ انحاط ہے۔ ان لوگوں سے جو ہر وقت خوف میں مبتلا رہتے ہیں۔ کیا آپ بھیک نہیں مانگتے ہیں؟ کیا آپ اپنے باس سے خیرات نہیں لیتے کہ اپارٹمنٹ کا کرایہ دینا ہے؟''

''کیا آپ کو شرمندگی نہیں کہ آپ اپنی زندگی یوں ضائع کر رہے ہیں؟'' بھر کیلے لباس والی نے پوچھا۔

''کون کہتا ہے کہ میں اپنی زندگی ضائع کر رہا ہوں؟ میں وہی کچھ کر رہا ہوں جو میں کرنا چاہتا ہوں۔''

بھاری بھرکم بھکاری بیچ میں بول پڑا۔'' آپ کیا چاہتے ہیں؟ اونچا رہنا چاہتے ہیں؟ کس نے آپ سے کہا ہے کہ پہاڑ یقینی طور پر میدانی علاقے سے بہتر ہوتا ہے؟ آپ کا خیال ہے کہ ہمیں جینے کا سلیقہ نہیں آتا ہے؟ آپ کی بیوی کو معلوم ہے کہ ہم زندگی سے کیا چاہتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے؟ امن، آزادی، تازہ فیشن سے الگ، ہم یہاں اپنا فیشن خود بناتے ہیں۔ ہم جب چاہتے ہیں، پیتے ہیں۔ ہم جب چاہتے ہیں، سوتے ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم سب کوئی بھی غلامی پسند نہیں کرتا۔ آپ جیسے لوگوں کے خیال میں ہم لوگ بے لگام قسم کے قابل رحم انسان ہیں۔''

آوازیں تیز ہو رہی تھیں اور حالات بگڑنے لگے تھے۔ میخائل نے مداخلت کی۔'' بقیہ کہانی سننی ہے یا چلیں؟''

''وہ ہم پر تنقید کر رہے ہیں۔'' مصنوعی پاؤں والے بھکاری نے کہا۔'' یہ ہمارے متعلق فیصلہ کرنے آئے ہیں۔ گویا یہ خدا ہیں۔''

تھوڑی دیر اس طرح کی بے چینی سی رہی لیکن بعد میں ماحول پرسکون ہو گیا۔ مجھے حیرت تھی کہ یہ لوگ ایستھر کو جانتے ہیں اور بظاہر ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ اس لئے کہ اس نے انہیں خون آلود قمیض کے ٹکڑے دئے ہیں۔

میخائل پھر اپنی کہانی شروع کرتا ہے۔

''چونکہ نہ میں کہیں جا سکتا اور نہ پڑھائی جاری رکھ سکتا۔ کم عمری کی وجہ سے اپنے علاقے کا پسندیدہ کام گھوڑے کی دیکھ بھال بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں چرواہا بن

جاتا ہوں۔ پہلے ہی ہفتہ ایک بھیڑ مر جاتی ہے۔ افواہ پھیل جاتی ہے کہ مجھ پر بددعا ہے میں ایک ایسے آدمی کا بیٹا ہوں جو دور دراز علاقے سے یہاں آیا تھا، اور دولت کا لالچ دے کر میری ماں سے شادی کی تھی اور بے آسرا چھوڑ کر مر گیا۔ کمیونسٹوں نے جو کچھ بھی وہاں کے رسم و رواج کے خلاف کہا سنا۔ لوگ باگ سینہ در سینہ باتوں کے ذریعہ اس علاقے کی روایات کو زندہ رکھتے ہیں۔

''اب وہ درخت موجود نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا میں چھوٹی لڑکی کو دیکھ نہیں پاتا ہوں۔ لیکن اس کی آواز صرف سنتا ہوں۔ میں اس سے مدد مانگتا ہوں۔ وہ صبر کے لئے کہتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ جب میں 22 برس کا ہو جاؤں گا تو ایک دور دراز کے علاقہ سے ایک عورت آئے گی جو دنیا سے واقفیت کے لئے اپنے ساتھ لے جائے گی۔ وہ مزید کہتی ہے کہ تمہیں ایک مشن پورا کرنا ہے۔ اور وہ مشن یہ ہے۔ ساری دنیا میں محبت کی حقیقی قوت کو پھیلانا ہے۔

''افواہوں کی وجہ سے بھیڑوں کا مالک پریشان ہو کر کمیونسٹ پارٹی کے دفتر میں جاتا ہے جہاں اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں اور میری ماں عوام دشمن ہیں۔ وہ مجھے نوکری سے نکال دیتا ہے۔ ہماری زندگی میں مشکلات آجاتی ہیں۔ میری ماں شہر کی بڑی کمپنی کے لئے کشیدہ کاری کا کام کرتی ہے۔ وہاں ہمارے خلاف الزام کا پتہ نہیں ہوتا لہٰذا میری ماں کو اپنے کام میں دن رات مصروف رہنا پڑتا ہے۔

''میں اب شکاریوں کے ساتھ یونہیں بیکار پھرتا رہتا ہوں۔ انہیں میری کرشماتی طاقت کا پتہ ہے۔ سارا سارا دن میں میوزیم میں گزارتا ہوں جہاں شاعری کی کتابوں کا مطالعہ کرتا ہوں۔ ترنم سے پڑھی گئی نظمیں بھی سنتا ہوں۔ دوسرے بھی پڑھتے ہیں۔ اور آواز بتاتی بھی ہے کہ خشک سالی کب آئے گی۔ جانور کب بیمار پڑیں گے اور تاجر کب آئیں گے۔ میں یہ سب صرف اپنی ماں کو بتاتا ہوں اور وہ دن بدن زیادہ پریشان ہوتی جاتی ہے۔

''ایک دن ماں مجھے ہمارے علاقے میں آنے والے ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہے۔ اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد ڈاکٹر مرگی کا مرض تشخیص کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ لگنے والی بیماری نہیں ہے۔ عمر کے ساتھ کم ہوتی جائے گی۔

''میں جانتا ہوں کہ یہ بیماری نہیں ہے۔لیکن ماں کی تسلی کے لئے میں نے مان لیا۔میوزیم کا ڈائرکٹر اکثر مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتا وہ ایک دن مہربان ہو جاتا ہے اور میرا ٹیچر بن جاتا ہے۔وہ مجھے جغرافیہ اور ادب پڑھاتا ہے اور میری آئندہ زندگی میں سب سے اہم کام آنے والی زبان، انگریزی، سکھاتا ہے۔ایک سہ پہر کے وقت آواز نے مجھے کہا کہ ڈائرکٹر کو جلد ہی کوئی بڑا عہدہ ملنے والا ہے۔میں نے اسے بتایا وہ اسے ہنسی میں اڑا دیتا ہے۔ایک تو وہ کمیونسٹ پارٹی کا رکن نہیں اور دوسرے پکا مسلمان، ترقی کا دور تک پتہ نہیں۔

''میں اب پندرہ سال کا ہوں۔اس بات کے دو ماہ بعد مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے۔مجھے اسکول جانے کے لئے کہا جاتا ہے۔روسی افواج سرحدوں کی طرف جاتے دکھائی دیتی ہیں۔شام کو میں پڑھنے میں مصروف ہوتا ہوں کہ ڈائریکٹر دوڑا ہوا آتا ہے اور میری طرف گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے۔اور کہتا ہے کہ میری توقعات کے برعکس ابھی ابھی کمیونسٹ حکومت ختم ہو رہی ہے۔علی عطی سے خبر آئی کہ سوویت جمہوریتوں کا خاتمہ ہوگیا ہے اور یہاں نئی حکومت بنی ہے اور ڈائریکٹر اس صوبے کا گورنر بنایا گیا ہے۔خوشی سے مجھے اپنے سینے سے لگانے کی بجائے وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ مجھے یہ کیسے معلوم تھا۔کیا میں نے کسی سے بات کرتے ہوئے سنا تھا؟ کسی ایجنسی نے تو مجھے اس کے خلاف سراغرسانی کے لئے نامزد نہیں کیا تھا؟ یا پھر حد سے گزری ہوئی بات کہ میں نے کہیں، کبھی شیطان سے کوئی معاہدہ تو نہیں کر رکھا ہے؟

''میں یاد دلاتا ہوں کہ آپ کو معلوم ہے وہ چھوٹی لڑکی، اس کی آواز جو میرے سوا کسی اور کو سنائی نہیں دیتی ہے۔وہ اسے میری بیماری کا حصہ گردانتا ہے۔اور کہتا ہے کہ سوائے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کسی اور پر کچھ منکشف نہیں ہوسکتا ہے۔یہ شیطان کا کام ہے۔وہ کمزور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتا رہتا ہے۔میں نے تمہیں اسلام کی خاطر رحم کھا کر تمہیں اپنے ساتھ رکھا لیکن تم تو ایجنسی کے آلہ کار یا شیطان کے نمائندہ نکلے۔اس نے اسی وقت میری چھٹی کر دی۔

''ایک تو زندگی پہلے ہی آسان نہ تھی اب اور بھی مشکل میں آ پھنسی ہے۔میری

ماں جہاں کام کرتی تھی وہ فیکٹری نجی ملکیت میں آنے کی وجہ سے میری ماں کی بھی چھٹی ہوجاتی ہے۔ ہم ماں بیٹے ، نانا نانی کو چھوڑ کر عطاعطی آجاتے ہیں۔ ماں ایک دکان میں کام کرنے لگتی ہے۔ اور میں ایک موٹر گیراج میں میکنک کا کام سیکھنے لگ جاتا ہوں۔ اس طرح جو آمدنی ہوتی ہے اس کا زیادہ تر حصہ نانا نانی کو بھیج دیتے ہیں اور باقی کھانے اور رہنے پر خرچ کرتے ہیں۔ مجھے یہاں ، فلمیں ، تماشے اور فٹ بال دیکھنے کا موقع نصیب آجاتا ہے۔

''دوسرے شہر میں آتے ہی مرگی کے دورے ختم ہوجاتے ہیں۔ اس لڑکی کے وجود ہونے کا احساس اور آواز دونوں چلتے رہتے ہیں۔ مجھے اچھا ہی لگتا ہے۔ روزی کمانے اور شہر کی رنگینوں میں گم رہتا ہوں۔ اتوار کی ایک رات کو گندی گلی والی کھڑکی میں بیٹھا ہوتا ہوں اور پچھلے دن گیراج میں ایک کار کو گھماتے ہوئے لگادینے کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں کہ کہیں نوکری سے نکال نہ دیا جاؤں کہ اچانک پھر وہی گرم ہوا اور روشنیاں محسوس کرتا ہوں اور بقول ماں کے میں فرش پر گر جاتا ہوں۔ عجیب زبانیں بولنے لگتا ہوں اور کافی دیر تک میرا یہی حال رہتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت آواز نے پھر مجھے میرا مشن یاد دلایا۔ میں نے اس لڑکی کو موجود پایا۔ اسے دیکھ نہ پایا لیکن اس سے باتیں ضرور ہوئیں۔ میں پوچھتا ہوں۔ میرا مشن کیا ہے۔ آواز بتلاتی ہے۔ یہ مشن پوری انسانیت کے لئے ہے وہ یہ کہ دنیا کو مکمل محبت کی قوت سے پُر کرنا ہے۔ میں نے کار لگانے کی بابت پوچھا تو جواب ملتا ہے کہ سچ بتادو مالک کچھ نہیں بولے گا۔

''میں گیراج میں پانچ سال کام کرتا ہوں۔ دوست بناتا ہوں۔ لڑکیوں سے بھی دوستی کرتا ہوں۔ جنسی لطف بھی اٹھاتا ہوں۔ سڑکوں پر لڑائی جھگڑے بھی کرتا ہوں اور معمول کی اٹھتی جوانی گذارتا ہوں۔ کچھ دورے بھی پڑتے ہیں۔ دوستوں کو ''اعلیٰ طاقت'' کا حوالہ دیتا ہوں۔ وہ لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ میری توقیر میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ لوگ اپنے مسائل کے حل دریافت کرتے ہیں۔ لیکن میں آواز سے مشورے نہیں کرتا ہوں۔ مجھے درخت کاٹنے کا واقعہ یاد آجاتا ہے۔ جس کے ذریعہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کسی کی مدد کرو تو جواب میں ناشکری ملتی ہے۔

میرے دوست احباب اگر زیادہ جاننے کی کوشش کرتے تو انہیں ''خفیہ سوسائٹی'' سے تعلق بتا دیتا ہوں۔ قزاقستان میں مذہب کو ایک عرصہ تک دبائے رکھنے کی وجہ سے علاعطی میں صوفیانہ اور باطنی علم ایک فیشن بن جاتا ہے۔ اعلیٰ طاقتوں کے بارے میں کتابوں کی اشاعت خوب ہوتی ہے۔ ہندوستان اور چین سے استادوں اور گروؤں کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ میں بھی ان سے چند کے پاس جاتا ہوں لیکن کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ میں صرف آواز پر یقین رکھتا ہوں۔ لیکن میری مصروفیت ان دونوں ادھر دھیان دینے کا موقع نہیں دیتی ہے۔

''ایک دن ایک عورت کار میں آتی ہے۔ ٹینک بھروانے کے لئے اس گیراج میں رکتی ہے۔ جہاں میں کام کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے ٹوٹی ہوئی روسی زبان میں مخاطب ہوتی ہے اور میں جواب انگریزی میں دیتا ہوں۔ وہ سکھ کا سانس لیتی ہے اور پوچھتی ہے کہ اسے کوئی ایسا مترجم شخص مل سکتا ہے جو اس کے ساتھ قزاقستان کے اندرونی علاقوں میں جا سکتا ہو۔

''جیسے ہی وہ یہ کہتی ہے مجھے اس چھوٹی سی لڑکی کی موجودگی کا احساس ہونے لگتا ہے اور میں سمجھنے لگتا ہوں کہ یہی وہ شخص ہے جس کا میں زندگی بھر انتظار کرتا رہا ہوں۔ یہی میری نجات دھندہ ہے۔ مجھے یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو یہ کام میں سرانجام دے سکتا ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ تم تو ایک جاب کر رہے ہو پھر مجھے تجربہ کار سن رسیدہ آدمی کی ضرورت ہے جو باآسانی مختلف علاقوں کا سفر کر سکے۔ میں کہتا ہوں کہ میں اس علاقے کے ہر راستے سے واقف ہوں۔ یہاں کے گلی کوچے اور پہاڑوں کو جانتا ہوں اور جھوٹ میں بولا کہ میری نوکری عارضی ہے۔ میں نے درخواست کی کہ مجھے ایک موقع دیا جائے۔ ہاں نا کرتے ہوئے اس نے ایک پرآسائش ہوٹل میں ملنے کے لئے کہا۔ ہم لاؤنج میں ملتے ہیں۔ وہ میری انگریزی زبان کا ٹیسٹ لیتی ہے۔ بہت سارے سوالات کرتی ہے۔ وسطی ایشیا کے جغرافیہ کا پوچھتی ہے۔ میرے اور میرے وطن کی بابت دریافت کرتی ہے۔ وہ اپنے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتاتی ہے۔ میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے مطمئن ہو جائے لیکن ایسا نہیں لگتا ہے۔

''اور پھر مجھے اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ میں کیوں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں جس سے میری ملاقات کو محض چند گھنٹے ہی گذرے ہوتے ہیں۔ میں ضبط سے کام لیتا ہوں اور آواز پر اعتماد کرتا ہوا اسی سے التجا کرتا ہوں کہ میری مدد کرے۔ میں اس سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر یہ نوکری مل گئی تو میں دئے گئے مشن کو پورا کروں گا۔ اس نے ایک دن مجھ سے کہا تھا کہ ایک عورت آئیگی اور وہ مجھے اپنے ساتھ بہت دور لے جائے گی۔ یہی وہ عورت ہے جو گاڑی کی ٹنکی بھروانے آئی ہے۔

ایستھر کے سنجیدہ سوالات کے بعد مجھے یقین ہو چلا تھا کہ مجھ پر اعتماد بڑھ رہا ہے۔ وہ مجھے متنبہ کرتی ہے کہ وہ جو کرنا چاہتی ہے وہ غیر قانونی ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ وہ ایک صحافی ہے اور قریبی ملک میں جنگی تیاری کے لئے جو امریکی اڈے بنائے جا رہے ہیں ان پر ایک مضمون لکھنا چاہتی ہے۔ ویزا کے لئے درخواست مسترد کر دی گئی تھی اب پیدل ہی سرحد کو پار کرنا ہے جس کے لئے اس کے پاس نقشہ موجود ہے۔ تفصیل علاقے سے دور جانے کے بعد بتائے گی۔ اگر میں ساتھ ہونا چاہتا ہوں تو دو روز کے اندر صبح گیارہ بجے ہوٹل میں آ جاؤں مجھے صرف ایک ہفتہ کے معاوضہ کی پیشکش کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس یہ میری مستقل ملازمت ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ میں اپنی ماں، نانا اور نانی کی کفالت کرتا ہوں اور مالک بھی مجھے میری بیماری کے باوجود بہت مانتا ہے۔

رخصت ہونے سے پہلے اس نے اپنا نام ایستھر بتایا اور کہا کہ یہ باتیں پولیس کو نہ بتائی جائے ورنہ اسے حراست میں لے کر واپس بھجوا دیا جائے گا۔ وہ یہ بھی کہتی ہے کہ زندگی میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب انسان کو آنکھ بند کر کے وجدان پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے میں وہی کر رہی ہوں۔ میں پریشان ہونے سے منع کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میں بھی آواز اور چھوٹی لڑکی کے بارے میں بتا دوں لیکن خاموش رہا۔ گھر آ کر میں ماں کو سب بتاتا ہوں وہ اطمینان سے سب سنتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ یہ سب کچھ پہلے سے ایک تیار کئے ہوئے منصوبے کے تحت ہو رہا تھا۔

''میں رات ٹھیک سے سو نہیں پاتا ہوں۔ دوسرے دن گیراج آ کر باس کو بتاتا ہوں کہ مجھے ایک نئی ملازمت مل گئی ہے۔ وہ سمجھاتا ہے کہ پکی نوکری نہ چھوڑو۔ لیکن وہ بھی کوئی اصرار نہیں کرتا ہے۔ جب میں ہوٹل میں ایستھر سے ملتا ہوں تو اس سے کہتا

ہوں۔

''اگر ہم لوگ پکڑے گئے تو آپ کو واپس بھیج دیا جائے گا لیکن مجھے تو کئی برسوں کے لئے جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ میرے لئے تو خطرے کی نوعیت زیادہ شدید ہے۔ مجھ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

''وہ میری بات سمجھ جاتی ہے۔ ہم دو دن تک چلتے ہیں۔ سرحد پار آدمیوں کا ایک گروہ اس کا منتظر ہوتا ہے۔ وہ ان کے ساتھ کہیں جاتی ہے۔ پھر واپس آتی ہے۔ کچھ مایوس سی جھنجھلائی ہوئی لگتی ہے۔ جنگ شروع ہونے والی ہوتی ہے۔ سارے راستے بند ہیں آگے جانا انتہائی خطرناک ہے۔ ہم لوگ واپس ہوتے ہیں۔ ایستھر بہت بجھی بجھی اور پریشان دکھتی ہے۔ توجہ ہٹانے کے لئے میں اپنے علاقے کے شاعر کے چند اشعار سنانے لگتا ہوں۔ پھر خیال آتا ہے کہ 48 گھنٹے میں صورت حال بدل جائے گی۔ مجھے آواز پر اعتماد کرتے ہوئے کچھ ایسا کرنا چاہئے کہ ایستھر مجھے چھوڑ کر نہ چلی جائے۔ مجھے یہ ظاہر کرنا چاہئے میں کب سے اس کا انتظار کرتا رہا ہوں اور میرے لئے وہ کتنی اہمیت رکھتی ہے۔

''اسی رات چٹانوں پر بستر پھیلا کر سوتے ہوئے میں نے اس کا ہاتھ کو چھوتا ہوں وہ آہستگی سے اپنا ہاتھ ہٹا لیتی ہے اور کہتی ہے کہ میں شادی شدہ ہوں۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے۔ اور پھر میں لڑکی، آواز، مشن اور بیماری ساری تفصیل بتا دیتا ہوں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ وہ پوری طرح میری باتوں کو سمجھ لیتی ہے اور اپنی زندگی کے بارے میں کچھ بتانا شروع کر دیتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ میں اپنے شوہر سے محبت کرتی ہوں اور میرا شوہر بھی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری اہمیت میں کچھ کمی ہو رہی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میں بہت دور رہوں تاکہ اپنی محبت کو آہستہ آہستہ زائل ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکوں۔ میرے پاس زندگی کی ساری آسائشیں ہیں۔ پھر بھی میں خوش نہیں ہوں۔ میں اپنے آپ کو دھوکہ دے کر ساری زندگی باآسانی گزار سکتی ہوں۔ لیکن میں ایک ایسے ڈپریشن میں چلی جانے سے گھبراتی ہوں۔ جس سے میں کبھی باہر نہیں آسکوں گی۔

''یہی وجہ ہے کہ وہ سب چھوڑ چھاڑ کر زندگی کا ایک ایسا سفر اختیار کر لیتی ہے جس

میں اس کو اپنی مرجھائی ہوئی محبت کے بارے میں سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملے۔ بہر حال وہ جتنی زیادہ جدوجہد کر رہی تھی۔ اسی قدر پریشانیوں میں مبتلا ہوتی جا رہی تھی ۔ابھی تازہ ناکامی نے تو یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ غلط راستے پر جا رہی ہے ۔اب اسے واپس اپنی روزمرہ کی زندگی میں چلا جانا چاہئے۔

''میں سرحد پار کرنے کے لئے ایک تجویز بتاتا ہوں۔ علما عطی کے اسمگلروں کو جانتا ہوں ان سے مدد لی جا سکتی ہے۔ لیکن اس کے اندر قدم اٹھانے کی کوئی جرأت بھی دکھائی نہیں دیتی ہے۔ ایسے میں آواز مجھے ایستھر کے لئے دعا کرنے کے لئے کہتی ہے۔ میں اٹھتا ہوں ۔ تھیلے سے تیل کی چھوٹی بوتل نکال کر اس میں انگلیاں ڈبوتا ہوں اور اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیتا ہوں اور خاموشی سے دعا کرتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ آپ اپنی جستجو جاری رکھیں اس لئے کہ یہ ہم سبھوں کے لئے ضروری ہے۔ آواز مجھ سے یہ کہتی ہے کہ'' اگر ایک شخص بدل جاتا ہے تو ساری انسانی نسل بدل جاتی ہے'' وہ اپنی باہیں میرے گرد ڈال دیتی ہے۔ اور ہم لوگ کئی گھنٹے اسی طرح رہتے ہیں۔ دعا قبول ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

''بعد ازاں میں نے پوچھا کہ آواز کے بارے میں جو کہتا ہوں آپ اس پر یقین کرتی ہیں۔ جواب ملتا ہے ہاں اور نہیں بھی۔ اس کا یقین ہے کہ ہم سب کے پاس ایسی طاقت ہوتی ہے لیکن ہم کبھی اسے استعمال میں نہیں لاتے ہیں۔ مجھے یہ طاقت ہوسکتا ہے مرگی کے دورے سے مل جاتی ہے۔ بہر حال ہم دونوں مل کر حقیقت جاننے کی کوشش کریں گے۔ وہ ایک خانہ بدوشوں کا انٹرویو لینا چاہتی ہے جو علما عطی کے شمال میں رہتا ہے اور جس کی کرشماتی طاقت کا چرچا ہے۔ وہ مجھے ساتھ لے جانا چاہتی ہے۔ جب اس کا نام معلوم ہوا تو مجھے پتہ چلا کہ میں اس کے پوتے / نواسے سے واقف ہوں۔ ملنے میں اس طرح آسانی ہوگی۔ جب وہاں پہنچے تو گھنٹوں انتظار کرنا پڑا۔ لوگوں کا اژدہام تھا جو اس سنت سنیاسی سے علاج کے لئے آیا ہوا تھا۔

''ایستھر دریافت کرتی ہے لوگ غمزدہ کیوں ہیں؟''

''معمولی بات ہے۔'' بوڑھا شخص جواب دیتا ہے۔'' وہ لوگ اپنی ذاتی تاریخ کے اسیر ہیں ہر شخص یہ یقین کرتا ہے کہ زندگی کا اہم مقصد کسی پلان کی پیروی کرنا ہے۔

وہ کبھی یہ نہیں پوچھتے پلان ان کا اپنا ہے یا کسی اور کا تیار کردہ ہے۔اس طرح وہ تجربات ، یادیں، مختلف اشیاء اور دوسروں کے خیالات اکٹھا کرتے ہیں اور اپنے خواب بھول جاتے ہیں۔''

ایستھر بولتی ہے کہ بہت سے لوگ مجھ سے یہ کہتے ہیں۔'' آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ جانتی ہیں کہ آپ کو زندگی سے کیا چاہئے جبکہ میں خودنہیں جانتی کہ مجھے زندگی میں کیا کرنا ہے۔''

'' بلاشبہ وہ جانتے ہیں۔'' خانہ بدوش جواب دیتا ہے۔'' آپ کتنے ایسے لوگوں کو جانتی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جو میں چاہتا ہوں وہ میں کبھی نہیں کر پایا ہوں۔ یہ ہی تو زندگی ہے۔ان کی زندگی میں ایک ایسا موڑ بھی ہوگا جب انہیں معلوم ہوگا کہ وہ کیا ہے جو وہ نہیں چاہتے تھے۔ جہاں تک زندگی کا تعلق ہے وہ ایک کہانی ہے جو دوسرے ہمیں دنیا کے بارے میں سناتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ دنیا میں ہمیں جینا کیسے چاہئے۔''

'' وہ لوگ اور بھی بدتر ہیں جو کہتے ہیں۔ میں جسے چاہتا ہوں اس کے لئے جان کی قربانی کرنے میں خوشی ہوتی ہے۔''

'' آپ کے خیال سے کیا ہمیں چاہنے والے لوگ اپنے لئے ہماری تکالیف دیکھنا پسند کریں گے؟ کیا آپ کا خیال ہے کہ محبت دکھوں کا سرچشمہ ہے؟''

'' ایمان کی بات تو یہ ہے کہ ایسا ہی ہے۔اگر چہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔''

'' اگر میں دوسروں کی سنائی ہوئی کہانی بھول جاتی ہوں۔ زندگی نے جو بہت سی باتیں سکھائی ہیں وہ سب ہی بھلا دیتی ہوں۔تو یہ پھر ان سب باتوں کو جاننے کے لئے اتنی جدوجہد کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ تجربات حاصل کرنے کے لئے اتنی تگ و دو کرنے کی کیا ضرورت تھی جن کے ذریعہ میں اپنے کیریئر، اپنے شوہر اور مختلف دوسرے بحرانوں سے نمٹتی رہی ہوں؟''

'' وسائل کے مطابق زندگی گزارنے ، کھانا پکانے، سردیوں میں گرم لباس کا استعمال، حدود کے اندر رہنے، بسوں اور ٹرینوں سے گزرنے والے راستے کے متعلق معلومات کا اکٹھا کرنا فائدہ مند ضرور ہوتا ہے۔لیکن کیا آپ کی محبت کا ماضی یا ماضی کی محبت یہ بتاتی ہے کہ آپ اپنی محبت کو بہتر کیسے کرسکتی ہیں؟''

''ان تجربات نے مجھے یہ ضرور بتایا ہے کہ میں کیا چاہتی ہوں۔''

''میں نے یہ تو نہیں پوچھا۔ کیا آپ کی ماضی کی محبتوں نے آپ کو یہ سکھایا کہ آپ شوہر کے لئے اپنی محبت کو کیسے بہتر کر سکتی ہیں؟''

''نہیں۔ اس کے برعکس اپنے شوہر کے لئے خود کو پوری طرح سپرد کر دینے کے لئے مجھے گذری ہوئی محبتوں کے بہت سے داغ بھلا دینے پڑے۔ آپ یہی جاننا چاہتے ہیں نا؟''

''آپ کو اپنی روح کے اندر محبت کی سچی قوت سرایت کرنے کے لئے اپنے اندر پیدا ہونے والے بچے کی معصومیت لانا ہوگی۔ لوگ دکھی کیوں ہوتے ہیں؟ وہ اس قوت کو مقید رکھنا چاہتے ہیں اور یہ بات ممکن نہیں ہوتی۔ اپنی ذات کی تاریخ بھلا دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس بات کی اجازت دے دی گئی ہے کہ محبت کی قوت اپنے آپ کو جس طرح چاہئے ظاہر کر سکتی ہے اور آپ کی رہنمائی کر سکتی ہے۔''

''یہ بات بہت رومانوی مگر مشکل لگتی ہے۔ اس لئے اس قوت کو بہت رکاوٹوں کا سامنا ہوتا ہے۔ مثلاً ذمہ داریاں، بچے اور سماجی صورت حال۔۔۔''

''اور بعد میں، مایوسی، خوف، تنہائی اور قابو سے باہر حالات کو قابو میں لانے کی کوشش کرنا۔ اس میدانی علاقے کی روایات یعنی ٹنگری کے مطابق پوری طرح زندگی کرنے کے لئے ہمیشہ حرکت میں رہنا ضروری ہوتا ہے۔ جب ہی ہر آنے والا دن ہر گزرے ہوئے دن سے مختلف ہوتا ہے۔ خانہ بدوش لوگ جب شہروں سے گزرتے ہیں تو وہ یہ سوچتے ہیں کہ یہ بے چارے لوگ جو یہاں رہتے ہیں یکسانیت کی زندگی گزارتے ہیں۔ جب کہ شہری لوگ خانہ بدوشوں کو دیکھ کر افسوس کرتے ہیں کہ بے چاروں کے پاس رہنے کو گھر نہیں ہے۔ خانہ بدوشوں کا کوئی ماضی نہیں ہوتا صرف حال ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہنسی خوشی زندگی گزارتے ہیں۔ یہاں تک کمیونسٹ گورنروں نے انہیں خانہ بدوشی سے منع کر دیا اور اجتماعی کاشتکاری پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد سے آہستہ آہستہ وہ معاشرے سے مانوس ہوتے گئے اور آخر کار اپنی طاقت کو کھو بیٹھے۔''

''آج کل کوئی بھی شخص مستقل سفر میں اپنی زندگی نہیں گزار سکتا ہے۔''

''ہاں، جسمانی طور پر نہیں گزار سکتا ہے۔لیکن روحانی سطح پر گزار سکتا ہے۔اپنی ذات اور ذات کی تاریخ سے دور ہوتے بہت دور ہوتے ہوئے۔اپنی مجبوریوں سے ماورا۔''

''اپنی زندگی کی کہانی سے کوئی آدمی نجات کیسے حاصل کر سکتا ہے؟''

''پوری تفصیل سے بلند آواز میں دہرا کر۔ جب ہم اپنی کہانی بیان کرتے ہیں تو گویا ہم اپنے ماضی کو الوادع کہتے ہیں۔اگر اپ نے کوشش کی تو آپ دیکھیں گی کہ ہم نے ایک نئی انجانی دنیا کا ماحول تخلیق کیا ہے۔ہم اپنی پرانی کہانی کو بار بار اس وقت تک دہراتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی اہمیت کھو دیتی ہے۔''

''یہاں ہی بات تمام ہو جاتی ہے؟''

''نہیں ۔ایک اور بات۔ جیسے جیسے نئی انجانی دنیا کا خالی ماحول بڑھتا ہے اسے جلد سے جلد پر کرنا ضروری ہے، خواہ عارضی طور پر ہی کیوں نہ ہو۔تا کہ وہاں کوئی خالی پن کا احساس باقی نہ رہے۔''

''کیسے؟''

''مختلف کہانیوں سے ۔ان تجربات سے جن سے گزرنے کی ہم نے کبھی ہمت نہیں کی اور نہ چاہی۔اسی طرح ہم خود کو بدلتے ہیں۔اسی طرح محبت بڑھتی ہے۔اور جب محبت بڑھتی ہے تو اس کے ساتھ ہم بھی نشوونما پاتے ہیں۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنی زندگی سے اہم باتیں نکال دیں؟''

''کبھی نہیں۔اہم باتیں باقی رہتی ہیں۔ہم ان باتوں کو نکال دیتے ہیں جو بظاہر اہم لگتی ہیں لیکن جو درحقیقت بیکار ہوتی ہیں۔مثال کے طور پر وہ مصنوعی طاقت جو محبت کی قوت کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے ہم استعمال کرتے ہیں۔''

''وہ شخص کہتا ہے کہ اب وقت ہو گیا ہے۔اسے دوسروں سے بھی ملنا ہے۔میری استدعا کے باوجود وہ ایستھر سے کہتا ہے کہ پھر کبھی ادھر آنا ہوا تو وہ اور بھی باتیں بتائے گا۔''

''ایستھر علا عطی میں مزید ایک ہفتہ قیام کرتی ہے۔اور واپس آنے کا وعدہ کرتی ہے۔اسی دوران میں اسے اپنی کہانی سناتا ہوں ۔اور وہ اپنی بیان کرتی ہے۔ یہ سلسلہ ہم بار بار دہراتے ہیں اور ہم محسوس کرنے لگتے ہیں کہ اس نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ

ہمارے ذہن کا بوجھ ہلکا ہو رہا ہے اور ہم دونوں ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اس بوڑھے شخص نے یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ جلد سے جلد خالی جگہ کو پر کر دینا چاہیئے۔ اسی لئے روانہ ہونے سے پہلے وہ مجھ سے پوچھتی ہے کہ کیا میں اس کے ساتھ فرانس جا سکتا ہوں تا کہ بھلا دینے کے سلسلہ کو جاری رکھا جا سکے۔ وہاں اس سلسلہ میں ساتھ دینے کے لئے وہاں کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے شوہر سے یہ باتیں نہیں کر سکتی ہے۔ اپنے ساتھ کام کرنے والوں میں کسی پر اس کو اعتماد نہیں۔ اسے باہر سے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو ابھی تک اس کی ذات کی تاریخ کا حصہ نہیں رہا ہے۔ میں اپنی رضا مندی ظاہر کرتا ہوں۔ آواز کی پیشنگوئی کا ذکر کرتا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتا ہوں کہ مجھے فرانسیسی زبان نہیں آتی ہے اور سوائے بھیڑ بکری چرانے اور گیراج میں کام کرنے کے میرے پاس کوئی اور تجربہ نہیں ہے۔

"ہوائی اڈے پر وہ مجھے زبان سیکھنے کی تلقین کرتی ہے۔ میرے سوال پر کہتی ہے کہ مجھے جلد از جلد خالی جگہ کو پر کرنا ہے ورنہ میں اپنے ماضی کو بھلا نہ پاؤں گی اور پھر پوری شدت سے مجھ پر حاوی ہو جائے گا۔ اور میں آزاد نہ ہو پاؤں گی۔ مجھے ٹکٹ اور ویزا کے لئے پریشان ہونے سے منع کرتی ہے۔ سارا بندوبست ہو جائے گا۔ پاسپورٹ چیک کرانے کے لئے جانے سے پہلے وہ مجھے دیکھتی ہے، مسکراتی ہے اور کہتی ہے کہ دراصل اسے میرا ہی انتظار تھا اور جو دن ہم نے ساتھ گزارے ہیں وہ اس کی گذشتہ ساری زندگی سے خوشگوار ترین دن تھے۔

"میں رات کو کام کرنے لگتا ہوں اور دن فرانسیسی زبان سیکھنے میں گزارتا ہوں۔ حیرت انگیز طور پر لڑکی کے دورے کم ہوتے ہیں۔ ایستھر ایک سال کے بعد واپس آتی ہے۔ متوقع جنگ شروع ہو چکی ہے۔ خفیہ امریکی اڈے کے بارے میں کسی اور صحافی نے انکشاف کر دیا ہے۔ لیکن اس بوڑھے خانہ بدوش کے متعلق ایستھر کے انٹرویو کافی مقبول ہوتا ہے اور خانہ بدوشوں کے غائب ہو جانے کے سلسلہ میں اسے ایک طویل مضمون لکھنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ کہتی ہے۔" مجھے اپنی کہانی بیان کرنے کا موقع ایک عرصے سے نہیں ملا ہے، میں ڈپریس ہونے لگی ہوں۔"

"میں یہاں اسے چند ایسے قبیلے سے ملاتا ہوں جو اب بھی ٹنگری کی روایت کے

مطابق سفر میں رہتے ہیں۔ میں نے زبان سیکھ لی ہوتی ہے۔ رات کو کھانے کے وقت فارم پر کرواتی ہے اور ویزا اور ٹکٹ دلواتی ہے۔ میں پیرس میں آ جاتا ہوں۔ جیسے جیسے ہم دونوں اپنی اپنی کہانیاں سناتے جاتے ہیں۔ ہمیں محسوس ہوتا جاتا ہے۔ جگہ خالی ہوتی جاتی ہے۔ اور ہماری وجدانی صلاحیت بڑھتی جاتی ہے۔ پیرس میں پلان کے مطابق وہ ایک بار کے مالک کو اس بات پر راضی کر لیتی ہے کہ ہفتہ میں ایک دن مجھے ایک میٹنگ کرنے کی اجازت دے جس میں قزاقستان کے ایک مخصوص تماشہ پیش کیا جا سکے۔ اس میٹنگ میں لوگ اپنی زندگی کے بارے میں باتیں کر کے اپنے ذہنوں کو ہلکا کریں گے۔ ابتدا میں لوگ کم کم شامل ہوئے۔ لیکن پینے پلانے والے آتے رہے اور زبانی تشہیر ہوتی رہی۔ ہاتھ سے لکھے ہوئے نوٹس ''آئیں اور اپنی پرانی کہانی سنا کر نئی کہانی دریافت کریں۔'' نے نئے پن کے پیاسوں کو اس طرف متوجہ کر لیا۔ لوگوں کی بھیڑ ہونے لگتی ہے۔

''ایک رات مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ لڑکی موجود ہے اور مجھ سے کہانی بیان کرواتی ہے۔'' آواز جو چاہتی ہے میں وہی بولتا ہوں۔ حاضرین میں سے ایک رونا شروع کر دیتا ہے۔ اور اپنی شادی کے متعلق پوری تفصیلات بیان کرتا ہے۔ دوسرے ہفتے بھی یہی ہوتا ہے۔ آواز میری طرف سے لوگوں سے کہتی ہے کہ محبت نہیں بلکہ محبت کا فقدان کے متعلق کہانیاں بیان کرو اور ماحول میں ایسی تبدیلی آ جاتی ہے کہ لوگ اپنی روائتی زندگی کے حالات بھی پبلک میں بیان کرنے لگ جاتے ہیں۔ میں بھی اپنی بیماری کے دورے پر قابو پانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔

''دوسرے لوگ بشمول قزاقستان کے موسیقار بھی اس گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ہم تھاپ سے بجنے والی موسیقی کے آلات بھی شامل کر لیتے ہیں۔ مجمع بڑھتا جاتا ہے۔ جگہ تنگ ہو جاتی ہے۔ ریسٹوران کا کمرہ لے لیتے ہیں۔ جہاں اب ہماری میٹنگ ہوتی ہے۔ لوگ اپنی کہانیاں سنانے کے خود کو ہلکے پھلکے اور بے خوف محسوس کرتے ہیں۔ رقص کرتے ہیں اور محبت کی قوت کے لمس کی وجہ سے اپنے اندر بڑی تبدیلی محسوس کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا یہ جگہ بھی کم پڑتی دکھائی دیتی ہے۔ مقبولیت بڑھتی جاتی ہے۔

''ایستھر اپنے مضامین لکھنے کی خاطر مختلف علاقوں کا دورہ جاری رکھتی ہے۔ لیکن

جب بھی وہ پیرس میں ہوتی ہے مٹینگ میں ضرور شریک ہوتی ۔ ایک رات وہ مجھ سے کہتی ہے کہ ہمارا کام ریسٹوران تک محدود ہوگیا ہے۔ یہاں پیسے والے لوگ ہی آتے ہیں۔ ہمیں کچھ دوسرے لوگوں کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

''یہ ہمیں کہاں ملیں گے؟'' میں پوچھتا ہوں۔

''بھکاریوں کی کوئی ذاتی تاریخ نہیں ہوتی۔ ہم ان سے کیوں نہ ملیں اور کچھ سیکھنے کی کوشش کریں۔''

''اس طرح سے تم لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔''

''یہی سارے میرے تجربات ہیں۔ تم لوگوں نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ میں کون ہوں، کیا کرتا ہوں۔ تمہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ لیکن آج ہمارے درمیان ایک مشہور و معروف قلمکار موجود ہیں اس لئے میں نے یہ کہانی سنانے کا فیصلہ کیا۔''

''مگر آپ تو صرف اپنا ماضی بیان کرتے رہے۔'' بھڑکدار لباس والی بھکارن نے ٹوکا۔ ''اگر چہ بوڑھے خانہ بدوش۔۔۔''

''یہ خانہ بدوش کیا ہوتا ہے؟'' کسی نے پوچھا۔

''ہماری طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔'' فخر سے وہی عورت بولتی ہے۔ ''وہ لوگ جو آزاد ہوتے ہیں اور اتنے ہی سازوسامان کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں جو وہ ڈھو سکتے ہیں۔''

میں درست کرتا ہوں۔ ''یہ سچ نہیں ہے، یہ لوگ غریب نہیں ہوتے ہیں۔''

''آپ غربت کے متعلق کیا جانتے ہیں؟'' لمبے قد کے مضبوط آدمی نے سیدھے میری طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ اس نے وودکا زیادہ پی رکھی تھی۔ ''کیا آپ واقعی یہ سمجھتے ہیں کہ غربت کا تعلق پیسوں کے نہیں ہونے سے ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پریشاں بدحال محض اس وجہ سے ہیں کہ ہم دولتمند لکھاڑیوں اور احساس گناہ کے مارے جوڑوں سے یا پیرس آنے والے ٹورسٹ یا آورش وادی نوجوان لوگوں سے بھیک مانگتے ہیں جو بزم خود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دنیا کو بچا سکتے ہیں؟ آپ جیسے لوگ مفلس ہیں۔ آپ لوگوں کو اپنے وقت پر کنٹرول نہیں ہے۔ آپ جو چاہتے ہیں وہ کر نہیں سکتے

ہیں۔ آپ لوگوں کو ان قوانین کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ جو آپ نے نہیں بنائے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔''

میخائل ایک بار پھر مداخلت کرتا ہے۔ اور عورت سے پوچھتا ہے۔'' تم واقعتاً کیا جاننا چاہتی ہو؟''

'' میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ ہمیں اپنی کہانی کیوں سنا رہے ہیں۔ جبکہ بوڑھے خانہ بدوش نے کہا تھا کہ آپ کو بھول جانا چاہئے۔''

'' یہ اب میری کہانی نہیں رہی۔ جب بھی میں اب اپنے ماضی کی بات کہتا ہوں مجھے لگتا ہے کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حال میں اب جو بھی رہ گیا ہے وہ آواز ہے جو موجود ہے۔ اور مجھے میرے مشن کے پورا کرنے میں مدد دیتی ہے۔ میں جن تجرباتی تکالیف سے گزر رہا ہوں مجھے ان کا افسوس نہیں ہے۔ ان سے میری ذات کی تکمیل میں مدد ملی ہے۔ میں خود کو ایک ایسا سپاہی محسوس کرتا ہوں جو برسوں تربیت حاصل کرنے کے بعد اس کی تفصیلات تو بھول جاتا ہے لیکن اسے صرف یہ یاد رہتا ہے کہ ٹھیک وقت پر ہی اسے ضرب لگانا ہے۔''

'' اور آپ اور وہ صحافی کیوں ہمارے پاس آتے رہے ہیں؟''

'' غذائیت حاصل کرنے کے لئے، میدانی علاقے کے بوڑھے خانہ بدوش کے مطابق دنیا کا جو رخ ہمارے سامنے ہے وہ محض دوسروں کی سنائی ہوئی کہانی ہے۔ یہ سچی کہانی نہیں ہے۔ دوسری کہانی میں خصوصی صلاحیتوں، طاقتوں اور ہماری دانست سے ماورا حالات شامل ہیں۔ میں اپنے بچپن سے چھوٹی لڑکی کی موجودگی کے ساتھ زندگی گزار رہا ہوں۔ بعض اوقات اسے دیکھنے کا شرف بھی حاصل رہا ہے۔ لیکن ایستھر نے مجھے بتایا کہ میں اکیلا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے خصوصی صلاحیتوں والے ایسے اشخاص سے ملایا جو محض اپنی قوت ارادی کی طاقت سے دھات کے کانٹوں کو موڑ سکتے ہیں زنگ آلود نشتروں سے مریض کو بے ہوش کئے بغیر جراحی سے گزار سکتے ہیں۔ جس کے بعد مریض اٹھ کر اپنے گھر بھی جا سکتا ہے۔''

میں اپنے اندر ایسی ہی صلاحتیں پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے لئے مجھے تم جیسے ساتھیوں کی ضرورت ہے جن کی ذات کی کوئی تاریخ نہیں ہے۔''

میں نے بھی خود کو ماضی سے آزاد کرنے کے لئے اپنی کہانی سنانے کا سوچا لیکن کافی دیر ہو چکی تھی اور دوسرے دن صبح سویرے کالر ہٹانے کے لئے ڈاکٹر کے پاس جانا تھا۔ میخائل سے لفٹ کے لئے پوچھا۔ اس نے انکار کیا۔ ایستھر کی غیر حاضری اسے کھل رہی تھی۔ ہم دونوں ٹیکسی اسٹینڈ کی جانب چل پڑے۔

''میرے خیال سے بھکاری عورت ٹھیک کہہ رہی تھی۔'' میں بولا۔'' جب آپ کہانی سناتے ہیں تو گویا آپ درحقیقت اس سے آزاد نہیں ہوتے ہیں۔''

''میں آزاد ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس راز کو سمجھ گئے ہوں کہ بعض کہانیاں ایسی ہوتی ہے جن میں دخل اندازیاں ہوتی ہیں۔ یہ کہانیاں سطحی ہوتی ہیں اور حال ہی میں رہتی ہیں۔ جب ہم اس کہانی اس کے ابواب کو ختم کردیتے ہیں تب ہی دوسری کا آغاز کرتے ہیں۔''

مجھے انٹرنیٹ میں درج ایک اقتباس یاد آ گیا۔ جو میں نے نہیں لکھا تھا لیکن جسے میری ہی تحریر بتائی گئی تھی۔

''یہی وجہ ہے کہ بعض باتوں کو جانے دینا ضروری ہوتا ہے۔ چھوڑ دینا، بھول جانا، لوگوں کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کوئی نشان زدہ تاش کے پتے سے نہیں کھیلتا ہے۔ کبھی ہم جیت جاتے ہیں کبھی ہم ہار جاتے ہیں۔ معاوضہ کی کوئی امید نہیں رکھتے۔ نہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہماری کوششوں کو سراہا جائے گا اور نہ ہی یہ امکان ہوتا ہے کہ ہماری صلاحیتوں یا محبتوں کو تسلیم کیا جائے گا۔

''بہر حال زندگی کا دائرہ مکمل ہوتا ہے۔ فخر سے کریں یا حماقت یا ہٹ دھرمی سے کریں۔ محض اس لئے یہ کرنا ہے کہ حالات آپ کی اپنی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔ بس دروازہ بند کرلیں، ریکارڈ بدل دیں۔ گھر سے سارے گردو غبار صاف کردیں، ماضی کو بھلادیں اور وہ بن جائیں جو آپ کا حال ہے۔''

لیکن مجھے اس پر دھیان دینا چاہئے کہ جو میخائل نے کہا تھا۔'' آخر دخل انداز کہانیاں کیا ہیں؟''

''ایستھر جہاں کہیں ہے۔ وہ ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے جہاں وہ نہ اپنے دکھوں کو بھلا سکتی ہے اور نہ ہی سکھی ہو سکتی ہے۔ اس کی کہانی بھی لاکھوں انسانوں کی کہانیوں کی طرح محبت کی قوت سے بندھی ہوئی ہے۔ خود بخود کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔ اسے یا تو اپنی محبت کو سمیٹ لینا ہوگا یا پھر اسے اپنے محبوب کے آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔''

''آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایستھر خود کو دکھوں سے آزاد کرنے کے سلسلہ کو میری وجہ سے جاری بھی نہیں رکھ سکتی ہے۔''

''نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ کسی بھی حال میں ایک شخص دوسرے کو دوشی ٹھرائے میں اس کا قائل نہیں۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ اس کے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ یا وہ آپ سے محبت کرنا بند کر دے یا آپ کو اپنے پاس بلا لے۔''

''وہ اسی انتظار میں ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔ لیکن اس کا انحصار مجھ پر ہی ہے۔ ہم لوگ اس کے پاس اسی وقت جا سکتے ہیں جب آواز ہمیں اس کی اجازت دے۔''

ڈاکٹر نے کالر کھولتے ہوئے تاکید کی تھوڑے دنوں تک حرکتوں سے پرہیز کریں تاکہ گردن کے پٹھے عادی ہو جائیں۔ پھر اس نے پوچھا۔ ''اچھا اس لڑکی کا کیا بنا جس نے پیشنگوئی کی تھی؟''

''کون سی لڑکی؟''

''ہسپتال میں تم نے بتایا تھا کہ اسے آواز آئی تھی کہ تمہارے ساتھ کچھ ہونے والا ہے؟''

''اچھا وہ کوئی لڑکی نہیں تھی۔ تم نے تو یار مرگی کے بارے میں بتانے کا وعدہ کیا تھا۔''

''ہاں میں نے ماہرین سے دریافت کیا تھا۔ حیرت انگیز باتیں معلوم ہوئیں۔ علم طب میں بہت سی حیران کن باتیں سامنے آتی ہیں۔ تمہیں پانچ سیب لانے والے بچے کی مثال تو یاد ہوگی۔''

''جی ہاں، یاد ہے۔ ایسی باتوں کا کوئی حتمی جواب نہیں ہوتا ہے۔ کیا جون آف آرک کو مرگی تھی؟''

''میرے ماہر دوست نے بتایا ہے کہ تیرہ برس کی عمر میں اس نے آوازیں سننا شروع کی تھیں۔ جون بیان کے مطابق اسے روشنیاں بھی دکھائی دیں۔ یہ دورے کی ایک علامت ہے ماہر اعصابیات ڈاکٹر لیڈیا بین کے مطابق وہ موسیقی سے پیدا ہونے والی مرگی کے مرض میں مبتلا تھی جو گھنٹیوں کے بجنے سے پیدا ہوتی تھی۔ جب اس لڑکے پر دورہ پڑا تھا تم وہاں موجود تھے؟''

''ہاں۔''

''وہاں موسیقی کی آواز تھی؟''

''مجھے ٹھیک یاد نہیں۔ اگر ہوگی بھی تو چھریوں، کانٹوں اور برتنوں کی آواز میں دبی ہوگی۔''

''وہ پریشان تھا؟''

''ہاں۔ بہت۔''

''اس سے بھی دورہ پڑسکتا ہے۔ یہ بیماری زمانہ قدیم سے موجود ہے۔ میسوپوٹامیہ میں اسے ''گر جانے والی بیماری'' کہا جاتا تھا۔ قدیم زمانے میں لوگ اسے آسیبی علامت کہتے تھے۔ یویان کے ہیوکریٹس نے دماغی نظام میں کچھ خرابی سے تعبیر کیا تھا۔ تم نے پیشنگوئی کی بات بھی کی تھی میں نے اس کا ذکر کیا۔ سائنسی علم رکھنے والے معالجوں کا کہنا ہے کہ بہت سے مشہور ومعروف لوگ اس مرض کے شکار رہے ہیں لیکن مرض کی بنیاد پر ان پر کوئی مخصوص اثر ثابت نہیں ہوا ہے۔ البتہ بہت سے مشہور مریض لوگوں کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہوئے ہیں کہ دورے کراماتی اثرات لئے ہوتے ہیں۔''

''مجھے چند ایسے مریضوں کے نام بتاؤ۔''

''نپولین، سکندر، دانتے۔۔۔ میں نے تفصیلی فہرست کی کوشش نہیں کی۔ تم کو اس لڑکے سے زیادہ دلچسپی ہے۔ اس کا نام کیا ہے؟''

''تم اسے نہیں پہچانو گے۔ تمہیں جلدی جانا بھی ہوگا۔ تفصیل بتاتے جاؤ۔''

''بہتر۔ وہ سائنسدان جنہوں نے میڈیکل تعلیمات بھی حاصل کی ہیں ان کا کہنا ہے کہ سینٹ پال بھی اس مرض میں مبتلا تھے۔ دمشق جاتے ہوئے روشنیاں دیکھ کر وہ زمین پر گر گئے تھے اور کچھ دنوں کھانا پینا چھوڑ دیا تھا۔ طبی زبان میں'' دماغ کے ایک مخصوص حصہ کی مرگی'' کہا جاتا ہے۔ بعض ایسے مریض بھی ہوتے ہیں جو خود کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جیسے کہ وان گاگ وہ تشنج کو'' باطنی طوفان'' سے تعبیر کرتا ہے۔ بہرکیف اس نے اپنی خود تخریبی کیفیت کو اپنی مصوری کے ذریعہ دنیا کی ازسرِ نوع تعمیر میں استعمال کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے لیوس کیرل کو مرگی تھی۔ اسی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے اس alice in wonderland لکھی۔

'' اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرگی کے مریض کے اندر آرٹ اور ادب کے میلانات ہوتے ہیں۔''

''نہیں۔ ایسا بالکل نہیں ہے۔ متاثر ادیب وفنکار چونکہ شہرت پالیتے ہیں تو لوگوں کے ذہنوں میں مرض اور فن میں ایک ربط معلوم ہونے لگتا ہے۔ مولیئر، ایڈگر پو، فلائیر، دوستوفسکی بھی اس کے مریض کہے جاتے ہیں۔ تم اسے سنجیدگی سے نہ لو۔ موٹر بائیک کے حادثات کے بعد آج تک میں نے کسی کو مرگی میں مبتلا نہیں دیکھا ہے۔ تم نے جس مریض کا ذکر کیا ہے۔ واقعی وہ ہے بھی کیا یہ محض تمہارا وہم ہے۔''

'' مجھے بیماریوں سے نفرت ہے۔ ان کے بارے میں کتابیں پڑھتا ہوں تو میرے اندر علامتیں شروع ہوجاتی ہیں۔''

''اگر تم کسی اور معنی میں نہ لو تو میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ اس حادثہ نے تمہارے اندر بھی تبدیلیاں پیدا کی ہیں تم پرسکون اور سنجیدہ ہوگئے ہو۔ موت سے آنکھیں ملانے کے بعد انسان ہمیشہ بہتر ہوجاتا ہے۔ یہ بات تمہاری بیوی نے اس وقت کہی تھی جب اس نے مجھے خون آلود کپڑے کا ایک ٹکڑا دیا تھا۔ ڈاکٹر ہونے کے باوجود وہ ٹکڑا ہمیشہ میرے پاس ہوتا ہے۔''

''اس نے بتایا تھا کہ یہ ٹکرا تمہیں کیوں دیا تھا؟''

''وہ فراخدلی کے ساتھ میرے کام کی تعریف کرتی۔ وہ کہتی کہ سائنسی تکنیک کو وجدانی ضرورت سے اور ڈسپلن کو محبت سے ملانے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ اس نے بتایا

تھا کہ مرنے سے پہلے اسے ایک فوجی نے یہ کہا تھا کہ اس کی خون آلود قمیض کے ٹکڑے کر کے ان لوگوں میں بانٹ دئے جائیں جو خلوص کے ساتھ دنیا کو وہی ظاہر کرنا چاہتے ہیں جو وہ درحقیقت ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہارے پاس بھی وہ ٹکڑا ہوگا۔''

''نہیں میرے پاس نہیں ہے۔''

''کیا اس کا سبب تمہیں معلوم ہے؟''

''ہاں۔ جانتا ہوں۔ بلکہ جاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

''میں صرف تمہارا ڈاکٹر ہی نہیں بلکہ دوست بھی ہوں۔ اس لحاظ سے کوئی مشورہ دے سکتا ہوں؟ اگر وہ مرگی والا لڑکا یہ کہتا ہے کہ وہ مستقبل کا حال معلوم کر سکتا ہے تو سمجھ لو کہ اسے طب کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔''

زغریب، کروشیا۔

صبح ساڑھے چھ بجے۔

مے ری اور میں یہاں جمے ہوئے فوارے کے قریب بیٹھے ہیں۔ سردی سخت ہے۔ بہار آئی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یکدم سے گرمی آجائے گی۔

دن طویل انٹرویو دینے میں گزرا۔ طرح طرح بے تکے سوالات اور تبصرے۔ بعد ازیں مجھے پبلشر کے ڈنر میں جانا پڑا۔ وہاں کھانے پینے سے زیادہ باتیں کرنی پڑیں۔ اس کے بعد شہر، اس کے مشہور مقامات اور تاریخی یادگاریں دیکھنے چل پڑے۔ یہاں بھی سوائے ایک دو سوال کے زیادہ تر گفتگو سنتا رہا۔ میں پہلے بھی زغریب آچکا تھا۔ کسی گائیڈ بک میں فوارے کا ذکر نہیں تھا۔ لیکن میرے لئے اس کی بڑی اہمیت تھی۔ اس لئے کہ میں نے اچانک ہی یہ جگہ دریافت کی تھی۔ میری زندگی کی ایک کہانی سے وابستہ بھی ہے۔ کئی برس ہوگئے جب میری ملاقات کروشیا کے ایک مصور سے ہوئی تھی۔ ہم لوگوں ایک ساتھ سفر کیا تھا۔ یہاں آئے تھے۔ بیٹھے تھے۔ میں ترکی چلا گیا تھا اور وہ اپنے گھر۔ الوادع کہنے سے پہلے ہم دونوں نے یہاں کھایا تھا۔ پیا تھا۔ باتیں کی تھیں۔ بہت سے موضوع زیر گفتگو آئے تھے۔ مذہب، عورت، موسیقی، ہوٹل کا کرایہ وغیرہ۔ صرف محبت کا تذکرہ نہیں ہوا تھا۔ ہماری محبتیں تو ہوتی ہیں بولنا ضروری نہیں

ہوتا۔مصور کے جانے کے بعد میری ایک جوان عورت سے ملاقات ہوتی ہے۔ہم تین دن بڑی محبتوں کے ساتھ گزارتے ہیں ۔جس طرح میں فوارے اور مصور دوست کو نہیں بھلا سکا اسی طرح میری یہ ساتھی مجھے یاد رہی۔

مے ری نے اپنا سر میرے شانے پر رکھا اور کہا۔''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری خوشیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔''

''اس کی وجہ یہ ہے کہ میں خود کو بھولنے کی کوشش میں مصروف ہوں۔ میں اپنے کندھوں پر اپنے ماضی کا بوجھ رہنے دینا چاہتا ہوں۔''

میں خانہ بدوشوں کے ساتھ میخائل کی بات چیت کے بارے میں بتاتا ہوں۔

''یہ تو ایکٹروں والی جیسی بات ہوئی۔'' وہ بولی۔''ہر نئے رول کے ساتھ ہمیں اپنے آپ کو بدلنا پڑتا ہے اور آخر کار ہماری اپنی زندگی پر اس کا اچھا اثر نہیں ہوتا۔اپنی ذاتی زندگی کو تیاگ دینا کیا کوئی اچھی بات ہے۔کیا خیال ہے؟''

''تم نے کیا کہا کہ میں بہتر نظر آتا ہوں؟''

''ہاں ،انانیت کم ہوگئی ہے۔عجیب سی بات ہے کہ جب تک تم نے اس فوارے کو ڈھونڈ نہیں نکالا تمہیں چین نہیں آیا۔کیا یہ بات تمہاری اپنی کوشش کے خلاف نہیں ہے۔فوارہ تو تمہارے ماضی کا ہی حصہ ہے۔''

''میرے لئے بس یہ ایک علامت ہے اور کچھ نہیں۔ میں اسے اپنے ساتھ لئے نہیں پھرتا ہوں۔اور نہ ہی اس کے بارے میں ہر وقت سوچتا ہوں۔ نہ دوستوں کو اس کی تصویر دکھاتا ہوں۔ نہ میرے سامنے مصور دوست ہے اور نہ ہی وہ جوان عورت ہے جس کے ساتھ تین راتیں گزاریں۔ یہاں واپس آنا ضرور اچھا لگا لیکن نہیں آتا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''میری سمجھ میں بات آگئی۔''

''مجھے خوشی ہے۔''

''اور میں خوش نہیں ہوئی۔اس لئے کہ تم چھوڑ جانے والے ہو۔ یہ بات مجھے اسی دن سے معلوم ہے جب میں تم سے ملی ہوں لیکن اب یہ کتنی مشکل ہے۔ میں تمہاری عادی ہوگئی ہوں۔''

''یہی تو مسئلہ ہے۔ ہم ایک دوسرے کے عادی ہو جاتے ہیں۔''

''یہ ایک انسانی تقاضہ بھی تو ہے۔''

''یہی وجہ ہے کہ جس عورت سے میں نے شادی کی وہ میرے لئے ،لیلیٰ (ظاہر) بن گئی تھی۔ یہ کیفیت حادثہ کے بعد تک جاری رہی۔ میں نے خود کو یقین دلایا تھا کہ میں صرف اسی کے ساتھ خوش رہ سکتا ہوں۔ اس لئے نہیں کہ میں اسے بہت چاہتا ہوں بلکہ اس لئے کہ وہ اچھی طرح سمجھتی ہے۔ وہ میری پسند ناپسند کو جانتی ہے۔ وہ میرے خیالات ،نظریات سے واقف ہے۔ جو کچھ اس نے میرے لئے کیا میں اس کا مشکور ہوں اور جو کچھ میں نے اس کے لئے کیا اسے بھی ممنون ہونا چاہئے۔ میں دنیا کو اس کی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ تمہیں دو آگ بجھانے والوں کی وہ کہانی یاد ہوگی جن میں ایک کا چہرہ میلا تھا اور دوسرے کا صاف۔''

''وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے۔''

''میرے لئے بس یہی میری دنیا تھی۔'' باتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ ''ایستھر کے حسن کا ایک عکس کیا یہی محبت ہے؟ یا پھر انحصاریت'؟''

''میں نہیں جانتی۔ میرا خیال ہے کہ محبت اور انحصاریت دونوں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔''

''ہو سکتا ہے۔ اچھا ہم یہاں یہ فرض کر لیں کہ A Time to rend a time to sew لکھنے کی بجائے کوئی اور پلاٹ چنا ہوتا۔ اس کتاب میں تو ایک خط ہے جو بہت دور رہنے والی ایک عورت کے نام لکھا گیا تھا۔ مثال کے طور پر یہ پلاٹ چنا ہوتا کہ میاں بیوی دس سال سے ایک ساتھ رہتے تھے۔ ہر روز کی محبت ہوتی تھی۔ اب صرف ہفتے میں ایک مرتبہ ہوتی ہے۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے اس لئے کہ رفاقت ٹھوس بنیاد اور باہمی معاونت پر قائم ہے۔ بیوی جب رات گئے اپنے کام میں مصروف ہوتی ہے تو میاں کو اکیلے کھانے میں اچھا نہیں لگتا ہے۔ جب میاں کو کبھی دورے پر جانا ہوتا ہے تو بیوی کو یہ بات پسند نہیں آتی ہے۔ لیکن نوکری کا تقاضہ سمجھ کر سہنا پڑتا ہے۔ وہ آپس میں کوئی نہ کوئی کمی محسوس کرتے ہیں لیکن دونوں اب بڑی عمر

کے سمجھدار اور سنجیدہ افراد ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ تعلقات کو مستحکم رکھنا کتنا ضروری ہے۔ کچھ نہیں تو صرف بچوں کی خاطر ۔ دونوں زیادہ تر وقت اپنے کاموں اور بچوں پر صرف کرتے ہیں اور اپنی شادی کے بارے میں کم سے کم سوچنے لگتے ہیں۔ ہر چیز اپنی جگہ ٹھیک ٹھاک چلتی دکھائی دیتی ہے۔ان کی اپنی زندگی میں نہ کوئی دوسری عورت ہوتی اور نہ مرد۔ پھر بھی انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کوئی خامی ہے۔ وہ کیا ہے۔ نہیں معلوم۔ وقت گزرتا جاتا ہے۔ ایک دوسرے پر انحصار بڑھتا جاتا ہے۔ دونوں بوڑھے ہونے لگتے ہیں۔نئی زندگی کے مواقع تیزی سے ختم ہوجاتے ہیں۔کشیدہ کاری، ٹی وی، کتاب ، دوست وغیرہ میں مصروف ہوجاتے ہیں۔کوئی بات بات پر جھنجھلاتا ہے اور کوئی خاموشی میں پناہ لیتا ہے۔ دونوں محسوس کرتے ہیں کہ دن بدن ایک دوسرے سے دور ہوتے جارہے ہیں۔لیکن سبب معلوم نہیں ہوتا۔نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہر شادی کا یہی انجام ہوتا ہے۔ اس کا ذکر دوستوں سے نہیں کرتے ہیں۔ خوش نصیب جوڑے مشہور ہوتے ہیں۔ اور سب سے اہم اور ضروری بات یہی سمجھتے ہیں کہ باقی زندگی سمجھوتے کے ساتھ گزار لیں اس لئے کہ اس کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہوتا۔''

''مجھے یہ کہانی معلوم ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں یہ تجربہ نہیں کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم لوگوں نے اپنی زندگی ایسی ہی صورت حال کی تربیت لینے میں گزاری ہے۔''

میں نے اپنا کوٹ اتارا اور فوارہ کے سرے تک چڑھنے میں مصروف ہوگیا۔

''یہ کیا کررہے ہو؟'' اس نے ٹوکا۔

''میں فوارے کے سرے تک جارہا ہوں۔''

''پاگل تو نہیں ہوگئے۔اس موسم میں برف کی تہہ نرم ہوجاتی ہے۔''

''مجھے اس کالم تک جانے کی ضرورت ہے۔''

میں نے اپنے پاؤں برف کی سطح پر رکھا۔ پورا تو وہ ہل گیا۔لیکن شگاف نہیں ہوا۔ طلوع ہوتے ہوئے آفتاب کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے خود کے ساتھ ایک شرط لگائی کہ اگر میں خیریت کے ساتھ اپنی منزل تک پہنچ گیا تو یہ سمجھوں گا کہ میں صحیح راستے

پر ہوں ۔ خدا یہ بتا تا ہے کہ مجھے کہاں جانا چاہئے۔

''ارے تم پانی میں گر پڑو گے۔''

''تو کیا ہوا۔ یہی نہ تھوڑی ٹھنڈ لگ جائے گی۔ ہوٹل دور نہیں ہے۔ زیادہ دیر تکلیف نہیں ہوگی۔''

میں نے اپنا دوسرا پاؤں برف پر رکھا۔ برف میں حرکت ہوئی لیکن تو دہ ٹوٹا نہیں۔ میں سرے تک جانے لگا۔ کسی طرح میں سرے تک پہنچا۔ اپنے ہاتھ سے چھوا۔ نیچے برف ہی برف تھی۔ میں نے چاہا کہ جلدی سے واپس ہو جاؤں لیکن پھر سوچا آہستہ سے ہلکے ہلکے اترنا چاہئے۔ سورج اوپر آچکا تھا۔ مے ری کے چہرے کا ایک حصہ نظر آرہا تھا۔ میں ایک طرح سے بے ہوشی کے عالم میں تھا۔ میں ایک بچے کی مانند تھا۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ ہوگا۔ خدا کے ساتھ میرا معاملہ چل رہا تھا۔

اچانک میرے ذہن میں میخائل آ گیا۔ میں اس کا مشکور ہوں کہ اس نے میری بیوی کا ذکر کیا کہ اب وہ میرے لئے اہم ہے؟ ہے۔ اس لئے کہ اس کی محبت نے میری زندگی پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ خدا کے ساتھ شرط باندھ کر برف پر چلنے کا خطرہ مول لیا ۔ برف میں شگاف پڑنے کی ایک آواز آئی۔ میرے ساتھ میری شہرت اور کہانیوں کا بوجھ نہیں ہے۔ میں ہلکا پھلکا آدمی ہوں۔ سورج کی روشنی میرے جسم کے اندر جا رہی ہے اور مجھے روشن کر رہی ہے۔

میں نے ایک اور قدم اٹھایا۔ مجھے میز پر رکھے ہوئے لفافے کا خیال آیا۔ برف پر چلنے کی بجائے میں اس راستے پر جاؤں گا جو مجھے ایستھر تک لے جائے گا میں اسے اپنے پاس دیکھنا چاہتا ہوں۔ ایک اور قدم بڑھا۔ برف چٹخنے کی آواز آئی۔ لیکن کنارے کے قریب آچکا تھا۔ ہاں لفافہ کھول کر میخائل کے کہنے کے مطابق میں ایستھر کی تلاش کروں گا۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہے اور میں اسے بہت چاہتا ہوں۔ دوسری ساری باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ صرف محبت ہی باقی رہتی ہے۔ جو آسمان سے لے کر زمین تک کی ہر چیز کو حرکت میں رکھتی ہے۔ جو خطرے کے باوجود آدمی کو برف پر چلنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ اور اس طرح ہر شے کو بامعنی بناتی ہے۔

جیسے ہی میں فوارے کے کنارے پر پہنچا ایک ہاتھ میری طرف بڑھتا ...

اسے پکڑ لیا۔ یہ رسی تھی جو نیچے آنے میں سہارا دے رہی تھی۔

''مجھے تم پر فخر ہے۔ میں اور کبھی یہ حرکت نہیں کروں گا۔'' یہ بچکانہ، غیر ذمہ دارانہ، غیر ضروری، بے معنی حرکت تھی۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ میں دوبارہ پیدا ہوا ہوں۔ مجھے نئے خطرے مول لینے کی ضرورت ہے۔''

''اس صبح کی روشنی تمہارے لئے اچھی ہے۔ تم عقلمند آدمی کی طرح بات کر رہے ہو۔''

''کوئی بھی عقلمند آدمی یہ نہ کرے گا۔ جو میں نے کیا ہے۔''

مجھے ایک میگزین کے لئے ایک اہم مضمون لکھنا ہے۔ میرے دماغ میں ہزاروں خیالات کلبلاتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں کون سے موضوع کو اپنی توجہ اور محنت کا مرکز بناؤں۔ پہلی مرتبہ ایسا نہیں ہو رہا ہے مجھے ایسا لگتا ہے کہ ساری اہم باتیں میں لکھ چکا ہوں۔ میرا حافظہ جواب دے رہا ہے اور میں خود کو بھولتا جا رہا ہوں۔

میں دریچہ کے پاس جاتا ہوں اور باہر سڑک کو تکتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو یہ یاد کرانے کی کوشش کرتا ہوں کہ مجھے جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکا ہوں۔ اب کسی پہاڑی مقام پر گھر میں بیٹھ کر باقی ماندہ زندگی کھانے پینے اور موسم کے متعلق پڑھنے، چہل قدمی کرنے اور گفتگو میں گذار دینا چاہئے۔ میں بار بار اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ میں نے اب تک جو کچھ حاصل کر لیا ہے وہ کسی دوسرے قلمکار کو نصیب نہیں ہوا ہے۔ میری کتابیں دنیا کی تقریباً ساری زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ میں میگزین کے ایک مضمون کے لئے اس قدر پریشان ہو رہا ہوں؟ اس کا سبب ''سہارا بنک'' والی بات ہے۔ مجھے کچھ نہ کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ مگر میں لوگوں سے کیا کہوں؟ کیا مجھے یہ لکھنا چاہئے کہ لوگ ساری کہانیاں بھلا دیں اور زیادہ خطرات سے دوچار ہو جائیں؟

وہ سارے لوگ یہی جواب دیں گے۔'' بہت بہت شکریہ میں ایک آزاد آدمی ہوں۔ میں وہی کروں گا جو میں چاہوں گا۔''

کیا مجھے ان لوگوں سے یہ کہنا چاہئے کہ محبت کی قوت کو پھیلنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے؟''

ان کا جواب ہوگا۔ ''میرے اندر محبت موجود ہے۔ درحقیقت میں زیادہ سے زیادہ اپنے اندر محبت محسوس کرتا ہوں۔'' گویا محبت ناپنے والی ایسی شے ہے جیسے ریل کی پٹریوں کے درمیان فاصلے ناپا جاتا ہے یا جیسے عمارتوں کی بلندی ناپی جاتی ہے یا پھر خمیر کی اس مقدار کا اندازہ کیا جاتا ہے جو روٹی میں ڈالا جاتا ہے۔

میں اپنی میز پر واپس آتا ہوں۔ میخائل کا دیا ہوا لفافہ کھلا رکھا ہے۔ مجھے اب معلوم ہے کہ ایستھر کہاں ہے۔ مجھے بس یہ جاننا ہے کہ وہاں کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ میں اسے فون کرتا ہوں۔ برف پر چلنے کا واقعہ بتاتا ہوں۔ وہ متاثر ہوتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں۔ آج رات کیا کر رہے ہو۔ وہ بتاتا ہے کہ گرل فرینڈ لوکریشیا کے ساتھ سیر کو جارہا ہے۔ میں دعوت دیتا ہوں۔ وہ معذرت کرتا ہے۔ بات آئندہ ہفتے پر جاتی ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ آئندہ ہفتہ لیکچر دینے میں امریکہ جارہا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں بعد میں دیکھا جائے گا۔

وہ کہتا ہے'' کہ تم نے ضرور آواز سنی ہوگی جس نے برف پر چلنے کے لئے کہا ہوگا۔''

''نہیں۔ میں نے کوئی آواز نہیں سنی۔''

''پھر آپ نے ایسا کیوں کیا؟''

''کیونکہ میں نے ایسا کرنے کی ضرورت محسوس کی۔''

''آواز سننے کا ایک یہ بھی طریقہ ہوتا ہے۔''

''میں نے شرط باندھی تھی کہ اگر میں کامیاب ہوگیا تو یہ مطلب ہوگا کہ میں تیار ہوگیا ہوں اور ہوں میں تیار۔''

''کیا آواز نے اس سلسلہ میں آپ سے کچھ کہا؟''

''نہیں۔ اسے کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ دریائے سین کے کنارے میں نے آپ سے کہا تھا کہ جب وقت آئے گا آواز خود بتائے گی۔ میں جانتا ہوں آواز آپ کو بھی بتائے گی۔''

''لیکن میں نے بتایا کہ مجھے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔''

''یہ تو آپ کا خیال ہے۔ ہر آدمی ایسا سوچتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ہر شخص آواز

سنتا ہے۔ آواز ہی نشانیوں تک پہنچنے میں مددگار ہوتی ہے۔''

میں نے بحث نہیں کرنے کا فیصلہ کیا۔ مجھے ابھی چند عملی تفصیلات کی ضرورت ہے۔ کہاں سے کار کرائے پر لینا ہے۔ کتنی دور کا سفر ہے۔ کیسے گھر تلاش کرنا ہے اس لئے کہ مجھے جو کچھ بتایا گیا ہے وہ سب کافی مبہم ہے۔ خیال آیا کہ شاید وہ ایسے کسی شخص کو جانتا ہو جو میری مدد کر سکے۔

میں نے میخائل سے آئندہ ملاقات طے کی۔ اس نے اچھے لباس میں آنے سے منع کیا۔ یہ قبیلہ پیرس میں چکر کاٹتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے لئے امریکہ سے کیا لاؤں۔ اس نے بدہضمی کی دوا کے لئے کہا۔ بہرحال میں نے نوٹ کر لیا۔

پھر مضمون کا کیا ہوا؟

میں اپنی میز پر واپس جاتا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں۔ لکھتے ہوئے لفافہ کو دیکھتا ہوں اور اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ اس کے اندر جو بھی ہے مجھے اس سے حیرانی نہیں ہوئی۔ ایستھر وسطی ایشیا کے ایک میدانی علاقے کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہ رہی ہے۔ یہ گاؤں قزاقستان میں موجود ہے۔ مجھے اب کوئی جلدی نہیں ہے۔ میں اپنی کہانی کو لکھنا شروع کرتا ہوں۔ مے ری بھی یہی فیصلہ کرتی ہے۔ اس کی بعض باتوں پر مجھے تعجب بھی ہوا۔ لیکن سلسلہ جاری رہا اور وہ پریشان ہونے سے زیادہ پراعتماد نظر آتی ہے۔

مجھے پتہ نہیں آخر میں ایستھر کو کیوں تلاش کرنا چاہتا ہوں۔ جب کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ اس کی محبت نے میری زندگی کو روشن کر دیا ہے۔ مجھے یاد آیا کہ ایک بار میخائل نے کہا تھا کہ ''کہانی کو اپنے انجام تک پہنچنا ہے'' لہٰذا میں تلاش جاری رکھنے کا فیصلہ کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ زندگی میں وہ لمحہ بھی آئے گا۔ جب برف کی سلوں میں شگاف پڑے گا۔ شادی کے برفیلے پانیوں کو پار کروں گا۔ میں دریافت کر کے رہوں گا۔ گاؤں پہنچنے سے پہلے ہی میں اپنی مراد پا لوں گا۔ تاکہ دائرہ بند ہو جائے یا پھر اس سے بڑا ہو جائے۔

مضمون؟

کیا ایستھر پھر میری دیوانگی (ظاہر) کا سبب بن گئی کہ وہ مجھے کسی ایک نکتے پر پوری طرح متوجہ ہونے نہیں دیتی؟

نہیں ایسا نہیں ہے۔ جب بھی میں کسی تخلیقی یا ضروری کام کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ میرے کام کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ میں ایک ہسٹریائی کیفیت میں چلا جاتا ہوں۔ دوسری ساری مصروفیات بھول جاتا ہوں اور مضمون خود بخود سامنے آ جاتا ہے۔ سخت دباؤ میں ہی میرا تخیل زیادہ کام کرتا ہے۔ مجھے اپنے سہارا بنک کا خیال کرنا چاہئے۔ کم از کم تین صفحات تو ضرور لکھنے ہیں۔ لیکن لکھوں کیا؟ مرد، عورت کے تعلقات کے مسائل۔ اپنا معاملہ۔ لیکن ایڈیٹر کو معلوم ہے کہ جس مصنف نے ...A Time لکھی ہے وہ انسانی روح کے معاملہ کو اچھی طرح سمجھتا ہوگا۔

میں انٹرنیٹ کی طرف جاتا ہوں۔ یہ بھی کام نہیں کر رہا ہے۔ جب سے میں نے اس کا رابطہ بگاڑا ہے یہ کام کا نہیں ہوا ہے۔ میں نے اس کے متعدد کارندے بلائے لیکن وہ بھی کمپیوٹر کی خرابی نہیں جان پائے۔ اور آخر میں بتایا کہ خرابی سرور میں ہے۔ ایک طرف جیسے تسلی ہوئی اور دوسری جانب اپنی حماقت پر افسوس۔ دو تین گھنٹہ کے بعد کمپیوٹر اور اس کا رابطہ جاتا رہا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ ٹیکنالوجی مجھ سے کہیں زیادہ طاقتور ہے۔ یہ جب چاہتی ہے کام کرتی ہے اور جب نہیں چاہتی ہے نہیں کرتی ہے۔ اب یہی بہتر ہے کہ بیٹھ جاؤں اور اخبارات پڑھوں یا سیر کو نکل جاؤں یا ان کے بحال ہونے کا انتظار کروں۔ میں نے جان لیا ہے کہ کمپیوٹر ہی میرا مالک ہے۔ اس کی اپنی زندگی ہے۔

میں کئی بار کوشش کرتا ہوں لیکن بے سود۔ بہتر ہے کہ چھوڑ دیا جائے۔ سر دست دنیا کی سب سے بڑی لائبریری فنئے انٹرنیٹ نے میرے لئے اپنے دروازے بند کر لئے ہیں۔ ترغیب حاصل کرنے کے لئے چند میگزین ہی کا جائزہ کیوں نہ لے لیا جائے میں ایک تازہ شمارہ اٹھا لیتا ہوں اور ایک خاتون سے لئے گئے حیرت انگیز انٹرویو پڑھنے لگتا ہوں۔ محبت کے موضوع پر اس کی کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ گویا یہ موضوع میرا ہر جگہ پیچھا کرتا نظر آتا ہے۔

صحافی پوچھتا ہے۔ ''کیا انسان کو خوشی صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اسے اس کی محبوبہ یا محبوب مل جائے؟'' جواب ملتا ہے۔ ''نہیں۔''

یہ سوچ کہ محبت حسرت آگیں ہوتی ہے جدید دور کی پیداوار ہے۔ اس کا آغاز سترہویں صدی کے اواخر سے ہوا ہے۔ اسی دور سے لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ محبت کو ہمیشہ قائم رہنا چاہئے اور اس کے لئے شادی ہی ایک ایسا مقام ہے جہاں محبت کو پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ماضی میں اس کی لمبی عمر کے متعلق شبہ پایا جاتا تھا۔ رومیو اور جولیٹ کوئی خوشگوار کہانی نہیں ہے بلکہ المیہ ہے۔ گذشتہ چند دہائیوں میں شادی کے بارے میں جہاں یہ توقعات پائی جاتی ہیں کہ یہ ذات کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے وہاں اسے بے اطمینانی اور مایوسی کا سبب بھی گردانا جاتا ہے۔

بات تو بڑی ہمت سے لکھی گئی ہے۔ میں اتفاق نہیں کرتا اور پھر میرے مضمون کے لئے یہ موزوں بھی نہیں۔ میں شلف میں کتابیں تلاش کرتا ہوں۔ میری نظر Magical Practices in North Mexico پر پڑتی ہے۔ مضمون کے لئے اپنے ذہن کو آرام دینے کے لئے پڑھ سکتا ہوں۔ اوراق الٹ پلٹ کرتا ہوں کہ اچانک چند سطریں حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔

کم ہمتی / ہار مان لینا۔ ہماری زندگی میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ درپیش ہوتا ہے جو ہمارے آگے بڑھنے میں روک لگا دیتا ہے۔ کوئی صدمہ، کوئی سنگین شکست، محبت میں ناکامی یا پھر ایسی کامیابی جو ہماری سمجھ سے باہر ہو، یہ سب ہمیں بزدل بنا دیتے ہیں۔ اور آگے بڑھنے سے روک دیتے ہیں۔ اپنے اندر پوشیدہ طاقت کو دوبارہ کام میں لانے کے لئے آدمی کو اپنی کم ہمتی کے احساس سے باہر نکلنا ہوگا اور اس کے لئے اسے اپنی پوری زندگی کا جائزہ لینا ہوگا کہ یہ احساس کب اس کے اندر جاگزیں ہوا۔

احساس کم ہمتی میرے تیر اندازی سیکھنے کے شوق سے مماثلت رکھتی ہے۔ تیر چلاتے چلاتے تیر انداز ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جب وہ اپنی مرضی سے تیر نہیں چلا پاتا ہے بلکہ جس وقت کہتا ہے کہ چلاؤ تو وہ چلاتا ہے۔ میری زندگی کا ایک ورق اور سامنے آجاتا ہے۔ کاش میری یہاں ہوتی۔ میں اس سے اپنے بچپن کے واقعات بیان کرتا۔ اسکول میں لڑتا بھرتا رہتا تھا۔ ایک دن مجھے ایک بڑے لڑکے نے خوب پیٹا

۔اس دن سے میں بزدل ہوگیا۔ یہاں تک کہ دوستوں اور گرل فرینڈز کے سامنے بھی سبکی سہتا رہا۔ یہی حال میرے گیتار سیکھنے میں بھی حائل رہا۔ دوسرے لڑکے تیزی سے سیکھتے رہے۔ میں پچھڑ گیا۔ اس لئے چھوڑ دیا۔ اسنوکر، فٹبال اور سائیکل ریس میں بھی آگے نہ بڑھ سکا اور چھوڑنا پڑا۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

ہمیں جو کہانی سنائی گئی ہے اس کے مطابق ہماری زندگی میں ایسے لمحات آتے ہیں جب ہم اپنی حد کو پہنچ جاتے ہیں۔ میں نے اکثر اپنی جدوجہد کو یاد کیا ہے اور اس میں ایستھر کے حصے کو بھی۔ اس نے ہمیشہ میری ہمت افزائی کی ہے۔ اور جو پیراگراف میں نے پڑھے ہیں وہ صاف بتاتے ہیں کہ انسان کو اپنی ذاتی تاریخ بھلا کر اپنی پریشانیوں اور المیوں کے تجربے سے تپ کر اپنی جبلتوں کے سہارے آگے بڑھتے رہنا چاہئے۔ یہی کام میکسیکو کے شامانیوں اور وسطی ایشیا کے خانہ بدوشوں نے کیا ہے۔

اب میں میگزین کے لئے مضمون لکھ سکتا ہوں۔ کمپوٹر کے پاس جا کر آدھ گھنٹہ میں پہلا ڈرافت تیار کرلیا۔ مکالمے کی شکل میں ایک کہانی ۔ یہ دراصل ایک گفتگو تھی جو اسٹردم میں پبلشروں کے ساتھ دن گزارنے اور کتابوں کی پبلسٹی کرنے کے بعد ہوٹل کے ایک کمرے میں ایستھر کے ساتھ واقع ہوئی تھی۔ ماحول اور کردار کے نام فرضی تھے۔ ایستھر اس وقت نائٹ گاؤن میں تھی۔ اس نے جنگ کی رپورٹنگ شروع نہیں کی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔ سب کاموں سے دلچسپی رکھتی تھی۔ ضرورت کے وقت میرے ساتھ سفر بھی کرتی تھی۔ ہماری زندگی مزے سے گزر رہی تھی۔

”گذشتہ ہفتے میں نے ایک ایسے شخص کا انٹرویو کیا جو پولیس تفتیش کا ماہر تھا۔ اس نے بتایا کہ زیادہ تر معلومات اسے سرد / گرم ٹیکنک کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں۔ پہلے وہ سخت قسم کے پولیس مین کے ذریعہ ملزموں سے باتیں اگلوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈانٹتے ہیں۔ ڈپٹتے ہیں۔ میز پر ہاتھ مارتے ہیں۔ ڈراتے ہیں، دھمکاتے ہیں۔ جب ملزم بے حال ہوجاتا ہے تو پھر ”اچھے پولیس مین“ کو بھیجا جاتا ہے۔ جو پیار اور محبت

سے نرم لہجے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔''

''ہاں۔ میں نے بھی یہ سنا ہے۔''

''پھر جو اس نے بتایا وہ بڑا خوفناک تھا۔ 1971ء میں اسٹین فورڈ یونیورسٹی کیلی فورنیا کے ایک تحقیقاتی گروپ نے ایک نقلی قید خانہ تیار کیا۔ تاکہ تفتیش کے سلسلے میں نفسیات کا مطالعہ کیا جائے۔ چوبیس رضا کار طلبا چنے گئے اور انہیں ''گارڈ'' اور ''مجرم'' میں بانٹ دیا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد ہی یہ تجربہ روک دیا گیا۔ ''گارڈ'' میں اچھی فیملیوں کے لڑکے اور لڑکیاں شامل تھیں۔ وہ بالکل بے کشش سے بن گئے صعوبتیں دینا اور جنسی بدسلوکی معمول بن گئی۔ دونوں گروپ کے بچے بچیاں ذہنی امراض میں مبتلا ہو گئیں اور کافی وقت انہیں ہسپتال میں زیر علاج رہنا پڑا اور یہ تجربہ پھر دہرایا نہ گیا۔''

''دلچسپ۔''

''دلچسپ سے تمہاری مراد کیا ہے؟ میں ایک اہم بات بتا رہی ہوں کہ انسان کے اندر برائی کی بہت صلاحیت موجود ہے اگر اسے موقع مل جائے۔ میں اپنے کام کی اور اپنی تعلیم کی بات بتا رہی ہوں۔''

''اس لئے تو میں نے اسے دلچسپ کہا ہے۔ تم ناراض کیوں ہو رہی ہو؟''

''ناراض۔ ہوں۔ میں ایسے آدمی سے کیا ناراض ہو سکتی ہوں جو ذرہ برابر بھی میری باتوں پر توجہ نہیں دے رہا ہے؟ مجھے ایسے آدمی پر کیا غصہ آئے گا جو محض لیٹے لیٹے خلا میں گھور رہا ہو؟''

''تم نے آج رات کتنی پی رکھی ہے؟''

''تمہیں خود بھی اس کا جواب معلوم نہیں۔ ہے معلوم؟ میں تمہارے ساتھ شام سے بیٹھی ہوں۔ تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ میں نے پی بھی ہے یا نہیں۔ تم نے صرف کسی بات کی تصدیق کے لئے یا اپنی تعریف سننے کے لئے بات کی ہے۔''

''دیکھو میں دن بھر کام میں مصروف رہا ہوں۔ تھک گیا ہوں۔ تم بستر پر آ کر سو کیوں نہیں جاتی کل صبح بات کریں گے۔''

''حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ دو سال سے ہفتوں مہینوں یہی کرتی رہی ہوں میں بات چیت کرنا چاہتی ہوں اور تم ہمیشہ تھکے ہوئے ہوتے ہو۔ اور ہم سونے چلے جاتے

ہیں کہ کل بات کریں گے۔ اور پھر کل دوسرے بہت سے کام سروں پر آ جاتے ہیں اور رات کو پھر وہی فیصلہ کہ ابھی سو رہتے ہیں کل بات کرینگے۔ اس طرح میری زندگی صرف اس انتظار میں گزر رہی ہے کہ تم کب میرے پاس ہو گے۔ اب پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ اب میں ایسی دنیا بنانا چاہتی ہوں جہاں میں ہمیشہ پناہ لے سکوں۔ اتنی دور بھی نہیں کہ جہاں میری زندگی آزاد ہی نظر نہ آئے اور اتنی نزدیک بھی نہیں کہ میں تمہاری کائنات میں دخل انداز دکھائی دوں۔''

''تم کیا چاہتی ہو، میں کیا کروں؟ کام چھوڑ دوں؟ وہ تمام چیزیں چھوڑ دوں جن کے حصول کے لئے ہم نے اتنی جدوجہد کی ہے۔ اور سمندر کی سیر کو نکل جائیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں جو کر رہا ہوں اس میں خوش ہوں۔ اور اپنی زندگی میں ذرا سی تبدیلی پسند نہیں کرتا؟''

''تم اپنی کتابوں میں ہمیشہ محبت کی اہمیت کی بات کرتے ہو۔ خوابوں کے حصول کے لئے جدوجہد کا تذکرہ کرتے ہو۔ اپنے سامنے ابھی کسے دیکھ رہی ہوں؟ اسے جو وہ لکھتا ہے وہ پڑھتا نہیں ہے، جو محبت اور سہولت کے فرق کو نہیں جانتا، جو جان بازی اور غیر ضروری خطرات کے درمیان تمیز نہیں کر سکتا اور نہ ہی محبت اور مجبوری کے مابین کوئی لکیر کھینچ سکتا ہے۔ وہ شخص کہاں ہے جس سے میں نے شادی کی تھی اور جو میں کہتی تھی وہ سنا کرتا تھا؟''

''وہ عورت کہاں ہے جس سے میں نے شادی کی تھی؟''

''تم اسی عورت کی بات کر رہے ہو جو ہمیشہ تمہاری مدد کرتی تھی۔ حوصلہ بڑھاتی تھی اور محبت کرتی تھی؟ اس کا جسم تو یہاں ہے جو مسٹر ڈم کی ہز کو دیکھ رہی ہے مجھے یقین ہے وہ ساری زندگی جسمانی طور پر تمہارے ساتھ ہی رہے گی لیکن اس کی روح دروازہ پر کھڑی دور جانے کے لئے بیتاب ہے۔''

''مگر کیوں؟''

''ان تین لفظی جملہ ''کل بات کریں گے'' کے لئے کیا یہ کافی نہیں ہے؟ اگر یہ کافی نہیں ہے تو پھر سنو جس عورت سے تم نے شادی کی تھی وہ زندگی کے جوش و ولولہ سے پر تھی۔ اس کے اپنے خیالات و خواب تھے۔ اس کی اپنی خوشیاں اور امنگیں تھیں۔

وہ اب آہستہ آہستہ ایک گھریلو عورت بنتی جا رہی ہے۔''

''یہ سب کچھ مضحکہ خیز نہیں لگتا؟''

''ہاں ایسا ہی ہے۔ حماقت لگتی ہے۔ خاص کر ان باتوں کے پیش نظر کہ ہمارے پاس سب ہی کچھ ہے ہم بڑے خوش نصیب ہیں۔ پیسے ہیں۔ ہم آپس میں حسد نہیں کرتے ہیں۔ جب کہ دنیا میں کروڑوں بچے بھوک سے مر جاتے ہیں۔ جنگیں ہوتی ہیں، وبائیں پھیلتی ہیں۔ طوفان آتے ہیں ہر لمحہ کوئی نہ کوئی المیہ سامنے آتا ہے۔ ایسے میں آخر ہم کیا شکایت کر سکتے ہیں؟''

''تم چاہتی ہو کہ ہمارے یہاں بھی بچہ ہو؟''

''اسی طرح بہت سے جوڑے اپنے معاملات درست کرتے ہیں۔ ایک تم ہو کہ ہمیشہ آزاد رہنا چاہتے ہو اور بچے کے معاملے کو ٹالتے رہتے ہو۔ کیا اب تمہارا ذہن بدلا ہے؟''

''ہاں، اب مناسب وقت ہے۔''

''میرے خیال سے تم غلطی پر ہو۔ میں تمہارے بچے کی ماں نہیں بنوں گی۔ میں اس آدمی کے بچے کی ماں بنوں گی جس کے پاس خواب ہوگا۔ جو میرے پاس ہوگا۔ جو مجھے سمجھے گا۔ اپنے قریب رکھے گا۔ میری باتیں سنے گا اور میری امنگوں کا پاس کرے گا۔''

''تم کب سے پی رہی ہو۔ دیکھو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کل بات کریں گے۔ ابھی براہ کرم بستر پر آجاؤ میں بہت تھک گیا ہوں۔''

''ٹھیک ہے ہم کل بات کریں گے اگر میری روح جو دروازہ پر کھڑی ہے، جانے کا فیصلہ کرتی ہے تو میرا خیال ہے اس سے تمہاری زندگی میں کوئی بڑا فرق نہیں آئے گا۔''

''تمہاری روح نہیں جائے گی۔''

''تم میری روح سے اچھی طرح واقف ضرور تھے لیکن تم نے برسوں سے اس کے ساتھ باتیں نہیں کی ہیں۔ تمہیں نہیں معلوم کہ کتنی تبدیلی آچکی ہے۔ کسی قدر بے چینی کی شدت کے ساتھ وہ اپنی بات سنانا چاہتی ہے خواہ وہ امریکی یونیورسٹی کی بے کار

سی تحقیقات کی بات ہی کیوں نہ ہو۔''

''اگر تمہاری روح اس قدر بدل گئی ہے تو پھر تم پہلے جیسی کیوں نظر آتی ہو؟''

''بزدلی کی وجہ سے۔ میں پورے خلوص کے ساتھ سوچتی ہوں کہ ہم کل باتیں کریں گے۔ اس کا سبب یہ بھی ہے کہ ہم دونوں نے مل کر اب تک جو کچھ بنایا ہے وہ کہیں برباد نہ ہو جائے۔ اور سب سے بڑی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ میں نے ہمت ہار دی تھی، ہار مان لی تھی۔''

''ان ہی باتوں کا الزام تم مجھ پر لگاتی رہی ہو۔''

''تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ میں نے تمہاری طرف دیکھا۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ تم ہو لیکن درحقیقت میں اپنے آپ کو دیکھ رہی تھی۔ آج رات انتہائی پر خلوص انداز میں خدا سے یہ دعا مانگنے جاری ہوں کہ میری زندگی کا بقیہ حصہ اس طرح گزرنے سے بچالے۔''

بھرے ہوئے ہال میں تالیوں کی آواز گونجتی ہے۔ جسے تھوڑی دیر میں مجھے وہ کام انجام دینا ہے۔ جو مجھے رات بھر جگائے رکھتی ہے۔ لکچر دینا ہے۔ تقریب کا میزبان میرے تعارف کا آغاز کرتا ہے۔ اس کے لئے لمبے تعارف کی ضرورت نہیں ہے حالانکہ ایسے لوگ بھی وہاں موجود ہیں جو اپنے دوست اور رشتہ دار کے ساتھ آئے ہوں گے۔ بہرحال آخر میں تھوڑے حالات زندگی اور قلمکار کی حیثیت سے چند باتوں کا ذکر کرتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں کتابوں کی فروخت اور مختلف انعامات کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔ اور پھر شکر ادا کرتا ہوا مجھے اشارہ کرتا ہے۔

میں بھی لکچر کا آغاز شکریہ سے ادا کرتا ہوں اور حاضرین سے کہتا ہوں کہ جو اہم باتیں مجھے کرنی ہیں وہ میری کتابوں میں موجود ہیں۔ لیکن میں یہ اپنی ذمہ داری محسوس کرتا ہوں کہ اپنی پبلک سے اس شخص کا انکشاف ضرور کروں جو کتابوں میں لکھے گئے الفاظ اور پیراگراف کے پیچھے موجود ہے۔ انسانی حالات ایسے ہیں کہ ہم صرف اپنی بہترین باتیں ہی بتاتے ہیں کیونکہ ہمیں ہمیشہ محبت اور پسندیدگی کی تلاش ہوتی ہے۔ میری کتابیں یا تو پہاڑ کی چوٹی پر بادلوں کے درمیان سے نظر آتی ہیں یا مجھے سمندر میں

ایک جزیرہ معلوم ہوتی ہیں کہ جب اس پر روشنی پڑتی ہے تو ہر شے اپنی جگہ صاف دکھائی دیتی ہے لیکن سطح کے نیچے ایک لامعلوم اندھیرا ہے جہاں اپنے آپ کی تلاش جاری رہتی ہے۔ میں بیان کرتا ہوں کہ ...A Time to rend لکھنے میں مجھے کتنی دشواریوں کا سامنا رہا اور اس کے بہت سے حصے ایسے ہیں جنہیں اب میں سمجھنا شروع کیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ تخلیق کی ہوئی شے ہمیشہ اپنے تخلیق کار سے زیادہ عظیم ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ انٹرویو کا پڑھنا یا ایسے مصنف سے لیکچر سنا جو اپنی کتاب کے کردار کی وضاحت سے کام لیتا ہے بڑا ہی بورنگ کام ہوتا ہے۔ اگر کتاب خود وضاحتی نہ ہو تو پھر وہ پڑھنے کے لائق نہیں۔ جب کوئی مصنف عوام سے مخاطب ہوتا ہے تو اسے اپنے سامعین کو اپنی کائنات سے روشناس کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسے اپنی کتاب کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اور اسی اسپرٹ کے تحت میں اپنی ذات سے متعلق کچھ باتیں شروع کرتا ہوں۔

کچھ دنوں پہلے کی بات ہے کہ میں انٹرویو کے سلسلے میں جینوا گیا ہوا تھا۔ دن کا کام ختم ہونے اور ایک گرل فرینڈ کے ساتھ ڈنر منسوخ ہونے کی بنا پر میں نے اکیلے ہی شہر کا چکر لگانا شروع کر دیا تھا بڑی خوش کن رات تھی۔ راستے میں سناٹا تھا۔ بار اور ریسٹوران گلزار ہو رہے تھے۔ ہر شے پرسکون، منظم اور خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ کہ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ میں بالکل تنہا ہوں۔ یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس سے پہلے بھی اور مواقع پر تنہا رہ چکا ہوں اور میری محبوبہ محض دو گھنٹہ کی فلائٹ کی دوری پر تھی۔ اور پھر اس سے اچھی کیا بات تھی کہ دن بھر کے کام کے بعد رات کو فرصت کے ساتھ شہر کا چکر کاٹا جائے۔ میں نے اپنا موبائل فون نکالا۔ یہاں کے جاننے والے کے کئی نمبر موجود تھے۔ لیکن میں نے رات کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ سوچا کہ بار میں جاؤں اور ڈرنک آرڈر کروں۔ کوئی نہ کوئی پہچان لے گا اور اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ لیکن میں نے اس خیال کو رد کر دیا۔ اور محسوس کیا کہ اس سے بڑھ کر انسان کے ساتھ کیا ہوگا کہ کوئی اسے نہ پہچانے۔ وہ موجود بھی ہے یا نہیں۔ کسی کو اس کی زندگی کے حالات اور خیالات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس کی کی موجودگی کا دنیا میں کسی کو کوئی احساس نہیں۔ میں نے سوچنا شروع کیا کہ اسی لمحہ کتنے لاکھوں لوگ خود بے معنی اور بے کار

محسوس کر رہے ہوں گے۔ خواہ وہ کتنے ہی دولتمند، خوش نما اور خوش کیوں نہ ہوں۔ اس لئے کہ اس رات وہ اکیلے ہیں۔ جیسے وہ گزشتہ رات بھی تھے اور جیسے وہ آنے والی رات کو بھی ہوں گے۔ طلبا جن کے ساتھ سیر کو جانے کے لئے کوئی ساتھی نہیں۔ سن رسیدی لوگ ٹی وی دیکھ کر شکر ادا کرتے ہوں گے، تاجر لوگ اپنے ہوٹل کے کمرے میں اپنے فیصلوں کا جائزہ لے رہے ہوں گے۔ عورتیں بار میں جانے کے لئے چہروں کی لیپا پوتی کر رہی ہوں گی اور میاں بیوی جنہوں نے سوچ رکھا ہوگا کہ رات کو ڈنر پر گفتگو کریں گے لیکن ہمیشہ کی طرح کوئی نہ کوئی زیادہ اہم معاملہ سامنے آ گیا ہوگا اور بات کل پر ٹل گئی ہوگی جو کل کبھی نہیں آتا ہے۔

ایک دن میں اپنی ایک دوست کے ساتھ لنچ کر رہا تھا۔ اس نے اس وقت طلاق حاصل کی تھی خوش تھی کہ اب وہ آزاد ہے۔ لیکن وہ جھوٹ بول رہی تھی۔ کوئی بھی ایسی آزادی پسند نہیں کرتا۔ ہم سب ذمہ داریاں چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ہمارے ساتھ ہو جس کے ساتھ ہم جینے کے حسن کا لطف اٹھا سکیں، کتابوں، انٹرویو اور فلم پر تبادلہ خیال کر سکیں یا پھر سینڈوچ کو آپس میں بانٹ کر کھا سکیں اسی لئے ایک پورا سینڈوچ کھانے سے بہتر آدھا سینڈوچ کھانا ہے۔ تنہا پورے جینوا کا چکر لگانا بالکل بے سود اور بے معنی ہے۔ بھوکا رہنا تنہا رہنے سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ جب آپ تنہا ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی نسل کا حصہ نہیں ہیں۔ واضح رہے کہ میں یہاں اس تنہائی کی بات کر رہا ہوں جو مسلط کی جاتی ہے منتخب نہیں کی جاتی۔

دریا کی دوسری جانب ایک شاندار ہوٹل اپنے آرام دہ کمروں، مستعد ملازموں اور پانچ ستاروں والی خدمات کے ساتھ میرا منتظر تھا۔ اس حقیقت نے مجھے یہ محسوس کرنے پر مجبور کر دیا کہ میں بھی عجیب ہوں، مجھے جو نعمتیں حاصل ہیں ان پر خوش رہنا چاہئے۔

واپس ہوتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ایسی ہی صورت حال میں میرے ساتھ دو قسم کے لوگ چل رہے تھے ایک وہ سر کردہ لوگ جو بلا وجہ بھی یہ جتانے کی کوشش کر رہے تھے کہ یہ تنہائی ان کی منتخب کردہ ہے اور دوسرے وہ لوگ جو اپنے اکیلے پن پر افسردہ اور شرمندہ تھے۔

میں آپ کے سامنے یہ سب کچھ بیان اس لئے کر رہا ہوں کہ پچھلے دنوں اسٹرڈم

ہوٹل کے ایک کمرے میں ایک خاتون مجھ سے اپنی زندگی کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی۔ میں آپ سے یہ باتیں اس لئے کر رہا ہوں کہ مذہبی نکتہ نگاہ سے اڈھیڑنے اور بننے کے لئے اپنا اپنا وقت مقرر ہے۔ لیکن کبھی کبھی ادھیڑنے والا وقت اتنا گہرا زخم دے جاتا ہے کہ بخیہ گری ممکن نہیں رہتی۔ کسی کے ساتھ رہتے ہوئے جب آپ اسے احساس دلاتے ہیں کہ آپ کی زندگی میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے تو اس کے جذبات کا سونا پن جنیوا کی سڑکوں میں اکیلے پھرنے سے زیادہ اذیت ناک ہوتا ہے۔

تالیوں کی گونج سے پہلے لمحات بھر کے لئے سناٹا چھا جاتا ہے۔

میں پیرس کے ایک تاریک حصے میں پہنچا۔ جو بہرحال پورے شہر کی ثقافت کا شور وشغب والا علاقہ تھا۔ مجھے ان لوگوں کو پہچاننے میں ذرا وقت لگا جو آرمینی ریسٹوران میں جمعراتوں کو بے داغ سفید لباسوں میں ہوتے تھے۔

''آپ سب فینسی لباس میں کیوں نظر آ رہے ہیں؟ کیا کسی فلم کے سلسلہ میں یہ کیا جا رہا ہے؟''

''یہ فینسی لباس نہیں ہے۔'' میخائل نے جواب دیا۔ ''کیا آپ کسی مخصوص ڈنر میں جانے سے پہلے لباس تبدیل نہیں کرتے ہیں؟ کیا آپ گولف کھیلنے کے لئے فیلٹ اور ٹائی استعمال کرتے ہیں؟''

''اچھا میں دوسرے الفاظ میں یہ سوال دہراتا ہوں۔ آپ نے بے گھر نوجوانوں والا لباس کیوں منتخب کیا ہے؟''

''اس لئے کہ اس وقت ہم سب بے گھر لوگ ہیں یا یہ سمجھ لیجئے چار بے گھر نوجوان لوگ ہیں اور دو بے گھر جوان آدمی۔''

''میں تیسرے انداز سے یہی سوال کرتا ہوں۔ آپ سب اس طرح کے لباس میں کیوں ہیں؟''

''ریسٹوران میں ہم اپنے جسم کو کھلاتے ہیں اور لوگوں سے انرجی کی بات کرتے ہیں جو کچھ نہ کچھ کھوتے ہیں۔ بھکاریوں کے درمیان ہم اپنی روح کو سکون مہیا کرتے ہیں اور ان سے باتیں کرتے ہیں جن کے پاس کھونے کو کچھ نہیں ہوتا۔ اب ہم

اپنے کام کے سب سے اہم حصے کی طرف آتے ہیں۔ یہ نظر نہ آنے والی ایک تحریک کے ممبران ہیں جو دنیا کو نئی شکل دے رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر روز اس طرح جیتے ہیں جیسے یہ ان کا آخری دن ہے جب کہ بوڑھے لوگ اس طرح جیتے ہیں جیسے یہ ان کا پہلا دن ہے۔''

وہ جو بتا رہا تھا مجھے تھوڑا بہت پہلے سے اس کا علم تھا۔ یہ لوگ میلے کچیلے، عجیب و غریب لباس میں اپنے ساتھ خوفناک کتے لئے پھر رہے تھے۔ میں نے کسی سے سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ کتے رکھنے کی جگہ نہ ہونے کی بنا پر پولیس انہیں حراست میں نہیں لیتے ہیں۔

ودوکا کا دور چلا اور اسی اثنا میں میخائل سے میں نے کہا کہ ایستھر کی تلاش میں جانا چاہتا ہوں اس کے لئے مجھے کچھ اور معلومات کی ضرورت ہے۔''

''میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔''

''کیا؟''

یہ میرے منصوبے میں نہیں تھا۔ یہ سفر تو مجھے اکیلے طے کرنا تھا۔ میں نے جو کھویا تھا وہ مجھے خود پانا تھا۔ مجھے اس میں کسی گواہ کی ضرورت نہیں تھی ۔ یہ صریحاً میرا نجی معاملہ ہے۔

''اس کے لئے آپ کو میرا ٹکٹ لینا ہوگا۔ میں قزاقستان جانا چاہتا ہوں۔ میرا علاقہ بہت یاد آتا ہے۔''

''میرا خیال ہے آپ کے لئے یہاں بہت کام ہے۔ آپ جمعرات کے جمعرات ریسٹوران میں اداکاری کے لئے نہیں جائیں گے۔''

''آپ ہمیشہ اسے اداکاری ہی کہتے ہیں جبکہ میں نے آپ سے کہا تھا یہ میٹنگ ہے۔ یہ گفتگو کی روایت کو دوبارہ زندہ کرنے کا ایک سلسلہ ہے۔ آپ فکرمند نہ ہوں انستاشیہ میری جگہ کام سرانجام دیں گی۔''

پھر ان کی آپس میں جملے بازی شروع ہوگئی۔ میں پوری طرح سمجھ نہ پایا۔ البتہ برسوں کے بعد مجھے پیرس کے فٹ پاتھ پر بیٹھنے کا مزا آرہا تھا۔ ودوکا کا ایک دور اور چلا۔

"یہ قبیلہ تمہارے اندازے سے بڑا ہے۔" میخائل نے بولنا شروع کیا۔ "وہ ہر جگہ موجود ہے۔ ایفل ٹاور سے لے کر تاربس تک جہاں میں رہتا ہوں۔ لیکن ایماندار کی بات ہے کہ میں خود بھی نہیں سمجھ پایا کہ یہ سب کیا ہے؟ تاربس کے جنوب میں بھی دور تک یہ لوگ نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ ایسا راستہ بھی اختیار کرتے ہیں جو سنتیا گو کی طرف جاتا ہے۔ اس کا آغاز فرانس یا یورپ کے کسی حصے سے ہوا۔ اس قبیلے کا کہنا ہے کہ معاشرہ سے باہر ان کا اپنا معاشرہ ہوگا۔ یہ لوگ اپنے گھروں کو جاتے ہوئے، ملاقات کرتے ہوئے اور شادی کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ اور جب تک ہوسکتا ہے ان باتوں کے خلاف جنگ کرتے رہتے ہیں۔ ان میں امیر بھی ہیں غریب بھی۔ لیکن انہیں پیسوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ یہ بالکل ہی مختلف لگتے ہیں۔ لیکن جب لوگ ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو ایسے بن جاتے ہیں جیسے کچھ دیکھا ہی نہیں۔ بہت خوفزدہ رہتے ہیں۔"

"کیا یہ لوگ جارحانہ انداز میں دکھائی دیتے ہیں؟"

"ہاں۔ اس لئے کہ برباد کردینے والا جذبہ ہی تخلیق کا جذبہ ہوتا ہے۔ اگر ان کے اندر جارحیت نہیں ہوتی تو لباس کی ہر دکان پر ان جیسے لباسوں کی بھرمار ہوتی۔ مکتبے ایسے میگزین کا ڈھیر لگا دیتے جن میں اس نئی تحریک کو انقلابی رنگ دیا جاتا۔ ٹی وی پروگراموں میں اس قبیلے کا طویل ذکر ہوتا۔ ماہرین سماجیات عملی مقالات لکھتے۔ ماہرین نفسیات مشوروں کا سلسلہ شروع کردیتے اور اس طرح اس کا سارا اثر جاتا رہتا۔ لہذا ہمارے متعلق لوگوں کو جتنا کم معلوم ہوگا اتنا ہی اچھا ہے۔ ہمارا جارح ہونا ہی دراصل ہمارا دفاع ہے۔"

"بات یہ ہے کہ آج رات میں آپ کے پاس کچھ معلومات لینے کے لئے آیا تھا۔ کون جانتا ہے کہ آج آپ کے ساتھ رات گزارنا ایک نئے تجربہ حاصل کرنے کا سبب بن جائے گا۔ جہاں تک قزاقستان کے سفر کا تعلق ہے میں اپنے ساتھ کسی کو لے جانے کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں۔ اگر آپ سے معلومات مل جائے گی تو سہارا بنک کے ذریعہ میں وہاں لوگوں سے رابطہ کرلوں گا۔ میں دو دنوں کے اندر جانے کا قصد رکھتا ہوں۔ کل میں ایک ڈنر پر مدعو ہوں اس کے بعد دو ماہ کی فراغت ہے۔"

میخائل کچھ ہچکچاتا ہوا دکھائی دیا۔

''یہ آپ پر منحصر ہے۔آپ کے پاس نقشہ ہے۔گاؤں کا نام ہے۔وہ گھر تلاش کرنا بھی مشکل نہیں ہے جہاں وہ رہتی ہیں۔میرا خیال ہے کہ سہارا بنک والے علماعطی تک ضرور آپ کی مدد کر سکتے ہیں لیکن اس کے بعد کا علاقہ مختلف ہے وہاں کے قوانین مختلف ہیں۔اس کے علاوہ میں نے بھی تو سہارا بنک میں ڈیپازٹ کئے ہیں۔کیا میں مطالبہ نہیں کر سکتا ہوں کہ مجھے بھی ساتھ لے چلیئے میں ان سے ملنے کو بے چین ہوں۔''

وہ اپنی جگہ درست تھا۔

''اب ہمیں کام شروع کر دینا چاہیئے۔''الما کے شوہر نے کہا۔

''میخائل،آپ میرے ساتھ جانا کیوں چاہتے ہیں؟ کیا صرف اس لئے کہ آپ اپنی ماں سے ملنا چاہتے ہیں؟'' اس نے جواب نہیں دیا۔ ڈھول بجنے لگا اور الما مجیرا بجانے لگی۔اور دوسرے لوگ گزرنے والوں سے بھیک مانگنے لگے۔ میں سوچنے لگا۔وہ میرے ساتھ جانا کیوں چاہتا ہے؟ اور اگر میں میدانی علاقہ میں کسی کو جانتا نہیں ہوں تو پھر وہاں سہارا بنک کی بدولت کون میری مدد کرے گا؟ مجھے قزاقستان میں سفارتخانہ سے ویزا لینا ہے۔کرایہ پر کار لینا ہے۔گائیڈ کو ساتھ لینا ہے اور مجھے کیا کرنے کی ضرورت ہے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں بس کھڑا ہو کر اس گروپ کو دیکھ رہا تھا۔ایستھر کے بارے میں تبادلہ خیال کا یہ مناسب وقت نہیں تھا۔ کچھ کام کرنا بھی باقی تھا،اور پھر گرل فرینڈ گھر پر انتظار میں تھی کیوں نہ میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں؟

مگر وہاں سے گیا نہیں۔اس لئے کہ مجھے آزادی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں وہ کچھ کرنے میں آزاد تھا جو میں نے ادھر برسوں سے نہیں کیا تھا۔میری روح کے اندر ایک نئے تجربہ کار احساس جگہ پا رہا تھا۔میرے اندر سے احساس شکست دور ہو رہا تھا۔ اور ایسی نئی باتیں محسوس کر رہا تھا جو ممکن ہے مجھے پسند نہ ہوں لیکن مختلف ضرور تھیں۔

ووڈکا ختم ہو چکی تھی۔اس کی جگہ رم نے لے لی تھی۔ مجھے رم پسند نہ تھی مگر مجبوری کا نام شکریہ۔ بہر حال تھوڑی دیر بعد بار میں گیا اور دو بوتل Vodka لے آیا۔ رم کو گٹر میں ڈال دیا۔اناستاشیہ یہ دیکھ رہی تھی وہ مسکرائی۔ میں نے بات کرنی شروع کر دی۔

''جسم پر ٹیٹو کیوں کرواتی ہو؟''

''دوسری عورتیں زیور، اونچی بڑی ہل کے سینڈل یا سردی میں چھوٹے لباس کیوں استعمال کرتی ہیں؟''

''جواب درست نہیں ہے۔''

''ہم اپنے جسم پر یہ کام اس لئے کراتی ہیں کہ ہم نئے وحشی ہیں جو روم پر یلغار کر رہے ہیں ہم کوئی یونیفارم نہیں پہنتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں کوئی ایسی نشان تو چاہئے کہ جس سے معلوم ہو کہ ہم حملہ آور قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔''

اس کی باتوں سے ایسا ظاہر ہوا کہ وہ کسی اہم تاریخی تحریک کا حصہ ہے۔ لیکن عام لوگوں کی نظر میں یہ لوگ بیکار نوجوان کا ایک ایسا گروہ ہے جن کے پاس نہ سونے کی کوئی جگہ ہے نہ رہنے کا کوئی ٹھکانہ، بس پیرس کی سڑکوں پر جمع ہو کر، سیاحت پر آنے والوں کو پریشان کرنا اور اپنے ان ماں باپ کو مایوسیوں کی انتہا تک کو پہنچانا ہے جنہوں نے پال پوس کر بڑا کیا ہے اور اب اپنا سارا کنٹرول کھو دیا ہے۔

میں بھی کبھی ایسا ہی ہو گیا تھا۔ اس وقت ھیپی تحریک اپنے شباب پر تھی زوردار راک موسیقی، لمبے لمبے سر کے بال، میلے کچیلے کپڑے اور امن کا نشان وغیرہ خوب رواج پا چکا تھا اور میخائل کا کہنا ہے کہ ھیپی تحریک ایک صارفی پیداوار کی طرح تھی جو اپنے مشہور رہنماؤں کو کچلتے ہوئے ختم ہو گئی۔

سڑک پر ایک شخص نظر آیا۔ چمڑے اور سیفٹی پن میں لدا ہوا ایک لڑکا اپنا ہاتھ پھیلاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔ اس نے پیسے مانگے۔ وہ شخص رکا اور بجائے یہ کہنے کے میرے پاس سکہ کھلا نہیں ہے۔ ہماری طرف دیکھتے ہوئے زوردار آواز میں یہ کہا۔

''میں ہر صبح جب بھاگتا ہوں تقریباً ایک لاکھ یورو کے قرض کا بوجھ محسوس کرتا ہوں۔ اس کا سبب میرا گھر ہے یورپ کا اقتصادی حال ہے، میری بیوی کا خرچیلا شوق ہے میں تو تم سبھوں سے بھی گیا گذرا ہوا ہوں۔ کیوں نہ تم لوگ کچھ ریزگاری مجھے دو تا کہ میرے قرض کے بوجھ میں کچھ تو کمی آئے۔''

میخائل کی گرل فرینڈ لکریشیا نے پچاس یورو کا ایک نوٹ نکالا اور اس شخص کو دیتے ہوئے کہا۔

''اپنی عیاشی کی کوئی چیز خرید لینا۔ آپ کو اپنی پریشان کن زندگی میں تھوڑی خوشی

کی ضرورت ہے۔''

اس شخص نے شکریہ ادا کیا اور آگے بڑھ گیا گویا ایک بھکاری کے لئے پچاس یورو کی خیرات دینا اس کے لئے ایک عام سی بات ہے۔ ایک اطالوی لڑکی کے پاس پچاس یورو کا نوٹ موجود ہے لیکن یہاں ہم بھیک مانگ رہے ہیں۔

''چلیں ہم کہیں اور چلیں۔'' چمڑے والے لڑکے نے کہا۔

''کہاں؟'' میخائل نے دریافت کیا۔

''دیکھیں جہاں ہمیں دوسرے مل جائیں، شمال یا جنوب؟؟''

اناس، اناستاشیا نے مغرب کو چنا، ہم اس مقام سے گزرے جہاں صدیوں پہلے سینتیا گو جانے والے یاتری جمع ہوا کرتے تھے۔ پھر ناترے ڈیم کی بھی پار کیا تھا کہ نئے بھکاریوں سے جا ملے۔ Vodka ختم ہوگئی تھی میں نے دو اور بوتل خریدی۔ اس گروہ میں اٹھارہ برس عمر سے زیادہ کوئی بھی نہیں تھا۔ کسی نے بھی شکریہ ادا نہ کیا۔ ایسا لگتا تھا کہ ان کے لئے بالکل نارمل تھا۔ مجھے نشہ سا ہونے لگا تھا۔ میری نظر ایک لڑکی پر لگی ہوئی تھی۔ یہ لوگ زور زور سے بول رہے تھے اور کچرے دان کو ٹھوکر مار رہے تھے۔

ہم آگے جا رہے تھے کہ اچانک ہمارے سامنے سفید اور نارنجی رنگ کا ٹیپ آگئے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فٹ پاتھ سے اتر کر راستے سے آگے بڑھو یہاں کوئی تعمیری کام ہو رہا ہے۔

''یہ ابھی تک یہاں موجود ہے؟'' نئے شامل ہونے والوں میں ایک نے دریافت کیا۔

''کیا ابھی تک موجود ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ کون ہے؟''

''ہمارا دوست ہے۔'' لوکریشیا نے جواب دیا۔ ''ہوسکتا ہے کہ تم نے ان کی کوئی کتاب پڑھی ہو۔''

اس نے مجھے پہچان لیا لیکن کسی حیرت کا اظہار نہ کیا اور نہ ہی کسی احترام کا بلکہ مجھ سے پیسے کا طلب گار ہوگیا۔ میں نے فوراً انکار کر دیا۔

''اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ ٹیپ یہاں کیوں لگا ہوا ہے تو آپ کو معلومات کے لئے یورو ادا کرنا پڑے گا۔ اور آپ تو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں کہ زندگی میں ہر چیز کی قیمت ہوتی ہے۔ معلومات دنیا میں بہت قیمتی شے ہوتی ہیں۔''

کسی نے بھی یہاں میری مدد نہیں کی اور مجھے یورو دینا پڑا۔

''یہ ٹیپ یہاں ہم نے ہی لگایا ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہاں کوئی تعمیری یا مرمتی کام نہیں ہو رہا ہے۔ بس فٹ پاتھ کے استعمال سے روک دینے کے واسطے یہ بے معنی ٹیپ لگے ہیں۔ لیکن کوئی اس کی وجہ جاننا نہیں چاہتا ہے۔ بس اتر کر راستے میں خطرے کا سامنا کرتے ہوئے آگے بڑھ کر پھر فٹ پاتھ پر آجاتے ہیں۔ ہاں میں نے کہیں پڑھا ہے کہ آپ کو حادثہ پیش آیا تھا۔ کیا یہ سچ ہے؟''

''ہاں، سچ ہے، اور یہ بھی یہی فٹ پاتھ سے اتر کر راستے پر آجانے سے ہوا تھا۔''

''یہاں ایسی پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ لوگ جب اترتے ہیں تو زیادہ ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ٹیپ لگانے کی وجہ بھی یہی ہے کہ لوگ آس پاس ہونے والے واقعات سے زیادہ سے زیادہ آگاہ اور ہوشیار رہیں۔''

''نہیں۔ یہ بات نہیں۔'' وہ لڑکی بولی جو میری نظروں میں تھی۔ ''یہ محض مذاق کے لئے ایسا کہا گیا ہے۔ ہمیں ان لوگوں پر ہنسنے کا موقع ہاتھ آئے جو بلا جانے بوجھے تعمیل حکم کرتے ہیں۔ یہ بے معنی اور غیر اہم کام ہے۔ کوئی بھی حادثہ کا شکار نہ ہوگا۔''

گروپ میں اور لوگ بھی شامل ہو گئے تعداد گیارہ ہو گئی تھی۔ دو خطرناک کتے بھی تھے۔ ہم اب بھیک نہیں مانگ رہے تھے۔ اس لئے کہ لوگ کتوں کے خوف سے سامنے نہیں بھٹک رہے تھے اور یہ سب لوگوں کے ڈر کا مزہ لے رہے تھے۔ Vodka پھر ختم ہو گئی تھی۔ سب میری جانب آس لگائے دیکھ رہے تھے جیسے اس کا مہیا کرنا میری ذمہ داری ہے۔ بہر حال میں نے محسوس کیا کہ یہ میرے لئے پاسپورٹ کا کام کرے گا جو میری اصل ''یاترا'' میں میری مدد کرے گا۔ لہٰذا میں دکان کی تلاش میں چل پڑا۔

وہ لڑکی جس پر میری نظر تھی۔ وہ بہت کم سن تھی میری بیٹی ہوتی تو اس کے برابر ہوتی، اس نے مجھے اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا تو اس نے بات کرنا شروع کی۔ اس نے اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں کچھ نہ کہا بلکہ یہ پوچھا کہ۔

''دس ڈالر کے نوٹ کے پیچھے کتنی بلیاں اور کتنے لیمپ کے کھمبے ہیں۔''

''بلیاں اور لیمپ کے کھمبے؟''

''آپ نہیں جانتے ہیں، ہے نا؟ آپ پیسوں کو پوری اہمیت نہیں دیتے ہیں۔ بہرحال آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ چار بلیاں اور گیارہ لیمپ کے کھمبے ہیں۔''

میں نے وعدہ کیا کہ جب بھی یہ نوٹ مجھے ملے گا میں دیکھوں گا کہ اس کے پیچھے چار بلیاں اور گیارہ لیمپ کے کھمبے ہیں کہ نہیں۔

''تم لوگوں میں سے کوئی نشہ کرتا ہے۔ ڈرگ لیتا ہے؟'' میں نے دریافت کیا۔

''چند افراد ہیں۔ ان میں زیادہ تر الکوحل استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے درمیان اس کا زیادہ رواج نہیں ہے۔ آپ کی نسل کے لوگ اس کے زیادہ عادی ہیں، ہے کہ نہیں؟ مثلاً میری ماں اپنے گھریلو حالات سے اتنی بے زار ہوتی ہیں کہ ڈرگ کی عادی ہوگئی ہیں۔ باپ کے کاروبار میں نقصان ہوجاتا ہے۔ وہ دکھی ہوجاتے ہیں۔ ہم بہن بھائیوں سے بے زار رہتے ہیں۔ مجھے خوش رہنے کی اداکاری کرنے میں بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ گھر سے باہر رہنے ہی میں عافیت ہے۔''

ایک اور ذاتی تاریخ۔

''ٹھیک آپ کی بیوی کی طرح۔'' سفید بالوں والا ایک نوجوان بولا۔ ''اس نے بھی تو گھر چھوڑ دیا، ہے کہ نہیں؟ کیا اس کی بھی یہی وجہ تھی ہمیشہ خوش رہنے کی اداکاری کرنی پڑتی تھی؟''

میں نے سوچا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ یہاں بھی آئی تھی۔ کیا اس نے یہاں بھی چند لوگوں کو خون آلود کپڑے کے ٹکڑے دئے ہیں؟

''اس نے بھی پریشانیاں برداشت کی ہیں۔'' لوکرشیا نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''لیکن اب جہاں تک ہمیں معلوم ہے وہ پریشان حال نہیں ہے۔ اس کو میں ہمت کہتی ہوں!''

''میری بیوی۔ یہاں کیا کرتی رہی ہے؟''

''وہ ایک منگولیائی شخص کے ساتھ آئی تھی۔ جس نے محبت سے متعلق عجیب عجیب خیالات بتائے تھے۔ اور وہ سوالات کرتی تھی اور اپنی کہانی سناتی تھی۔ ایک دن اس نے یہ سلسلہ ختم کردیا۔ وہ تھک گئی تھی۔ ہم لوگوں نے تجویز دی کہ ہمارے ساتھ شالی

افریقہ چلے۔ اس نے شکریہ کے ساتھ انکار کیا اور بتایا کہ اس کا پلان کوئی اور ہے اور وہ مخالف سمت جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

''کیا تم نے ان کی تازہ کتاب پڑھی ہے؟'' اناستاشیا نے پوچھا۔

''نہیں لوگوں نے بتایا تھا کہ وہ بہت رومانوی تھی۔''

گروہ آگے بڑھ رہا تھا اور لوگ اس طرح راستہ دیتے جا رہے تھے کہ جیسے ڈاکو آ رہے ہیں۔ یا روم پر وحشیوں کا حملہ ہو رہا ہے۔ لباسوں میں بے ڈھنگا پن، جسم پر ٹیٹو اور اونچی آواز میں بات کرنے کے سوا کوئی جارحانہ حرکت نہیں تھی۔ ہم ایک بڑے اسٹور کے قریب پہنچے۔ میری حیرت، پریشان اور بے چینی کی کوئی حد نہ رہی جب یہ لوگ اس کے اندر گھس گئے اور شیلف کی اشیاء کو ادھر ادھر کرنے لگے۔ میں میخائل کے سوا کسی کو نہیں جانتا تھا۔ میں ہی عمر میں سب سے بڑا تھا۔ میں پکڑا نہ جاؤں کہیں، یہ ڈر ہونے لگا۔ جلدی سے vodka کی تین بوتلیں اٹھائیں اور کیشیر کے پاس پہنچ گیا۔ وہ پریشان تھا۔ ایک خریدار خاتون نے اسے پولیس بلانے کا مشورہ دیا۔ میں دوسرے کے معاملے میں ٹانگ اڑانا پسند نہیں کرتا لیکن بزدلی بھی ناپسندیدہ ہے۔ کیا کروں؟ سوچ رہا تھا کہ دو پولیس والے اندر داخل ہوئے۔ پولیس کو دیکھ کر یہ لوگ خوفزدہ ہوئے لیکن اور زیادہ زوردار آواز میں احمقانہ باتیں شروع کر دیں۔

''تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں؟'' یہ میخائل کی آواز تھی۔ جو ایک شیلف کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ ''میں سارے لیبل بدل دوں گا۔ خریداروں کو پتہ ہی نہیں چلے گا۔ کہ کون سی چیز کس استعمال کے لئے ہے۔ ان کے کھانے پکانے کا سارا معاملہ چوپٹ ہو جائے گا۔'' اس کا لہجہ فرانسیسی نہیں تھا۔

''میں آپ کا پاسپورٹ دیکھ سکتا ہوں؟'' ایک پولیس والے نے کہا۔

''وہ میرے ساتھ ہے۔''

پولیس مین نے میری طرف دیکھا۔ ''میں آپ سے نہیں کہہ رہا۔ بہرکیف آپ ان لوگوں کے ساتھ ہیں تو آپ کے پاس تو کاغذی دستاویزات ضرور ہوں گی؟''

میں انکار کر سکتا تھا مگر میخائل کا خیال آیا۔ میں نے جیب سے ڈرائیونگ لائسنس نکال کر پیش کر دیا۔

''تو آپ۔۔۔؟''

''جی میں وہی ہوں۔''

''میں نے آپ کی ایک کتاب پڑھی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ قانون سے بالاتر ہیں۔''

''جی میں مانتا ہوں ۔ میں قانون سے بالاتر نہیں ہوں۔لیکن یہاں قانون شکنی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا ہے۔ جب تک وہ کیشیر اور وہ خاتون آپ سے شکایت نہ کرے۔'' خاتون تو جا چکی تھی۔ کیشئر نے کہہ دیا'' کہ اسے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں ان کی زوردار باتوں سے گھبرا گیا تھا۔''

''احمقوں کے بغیر دنیا سخت بدنظمی کی شکار ہوتی۔'' چمڑے والے لباس میں لڑکے نے کہا۔'' آج ہم بے کار لوگوں کی بجائے بہت سارے نوکریاں ہوتیں اور کام کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔''

''خاموش رہو۔'' میں نے تحکمانہ اور فیصلہ کن انداز میں ڈانٹا۔'' تم سب خاموش ہو جاؤ۔''

حیرت انگیز طور پر خاموشی چھا گئی۔ میرا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔لیکن میں پولیس والوں سے گفتگو جاری رکھی۔ اگر یہ لوگ واقعی خطرناک ہوتے تو اس طرح زور دار باتیں نہیں کرتے۔''

پولیس والے کیشئر سے مخاطب ہوئے۔'' ہم یہیں پاس ہی چکر لگا رہے ہیں۔ ضرورت ہوئی تو بلا لیجئے گا۔''

باہر نکلنے سے پہلے ایک نے دوسرے سے زوردار آواز میں کہا۔'' مجھے احمق لوگ اچھے لگتے ہیں ورنہ ان کی جگہ جرائم پیشہ لوگوں سے سامنا کرنا پڑتا۔'' دوسرے نے ہاں میں ہاں ملائی اور دونوں سیلوٹ کر کے چلے گئے۔

''مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے۔'' میخائل نے کسی سے کہا۔'' چلو، ہم لوگ چلیں۔'' میری سمجھ میں نہیں آیا کہاں چلیں۔ گھر، شہر یا کہیں اور؟ میخائل کی بات سے میں بہت گھبرا گیا کہ آج بھی وسطی ایشیا جانے والی بات پوری نہیں ہوگی۔ کیا میں انہیں چھوڑ کر چلوں یا ساتھ ہی چپکا رہوں۔اور یہ دیکھوں کہ'' چلو ہم لوگ چلیں'' کا اصل میں مطلب

کیا ہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس لڑکی پر ڈورے ڈالوں جس پر میری نظر تھی۔

پھر کیا ہوگا؟ مجھے خطرہ لگا۔ اچھا نہیں لگا۔ پھر میں اپنی سوچ میں آگے بڑھ گیا۔ میں ان تمام گزری ہوئی باتوں کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ قبیلہ اس زمانہ کی جانب واپسی کی ایک علامت ہے جب لوگ محفوظ گروہ کی شکل میں ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے تھے۔ اب یہی قبیلہ، ایک مخالف قبیلے یعنی سوسائٹی کے درمیان چل رہا ہے اور اپنے جارحانہ انداز کو اپنی حفاظت کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ لوگوں کے اس گروہ نے ایک ایسی آزاد سوسائٹی بنا رکھی جن کے بارے میں سوائے بدن میں چھدی ہوئی تصویروں اور عجوبے لباس کے مجھے کچھ معلوم نہیں۔ ان کے اقدار کیا ہیں؟ زندگی سے متعلق ان کی سوچ کیا ہے؟ وہ پیسے کیسے کماتے ہیں؟ ان کے کچھ خواب بھی ہیں یا دنیا میں صرف بے مقصد چکر لگانا ہے؟ یہ سب کچھ اس ڈنر سے زیادہ دلچسپ تھا جس میں دوسرے دن شام کو شریک ہونا تھا۔ میرے ساتھ کچھ نشے کا کرشمہ تھا۔ بہرحال میں خود آزاد محسوس کرر ہا تھا۔ میں اپنی ذات کو بھولتا جارہا تھا۔ میرے سامنے صرف میرا حال تھا اور جنون (ظاہر) غائب ہو چکا تھا۔۔۔

وہ جنون (ظاہر)؟

جی ہاں، جنون (ظاہر) غائب ہوگیا تھا۔ اور اب مجھے معلوم ہوا کہ جنون اسی کیفیت کا نام ہے جو انسان کو کسی مقصد کے تحت اپنے بس میں کرلے یا بورگس کے مطابق مسجد قرطبہ کے بارہ سو ستونوں میں سے ایک ستون کے سنگ مرمر کی رگ بن جائے یا پھر میری زندگی کے دو درد بھرے سال ہو جو میں نے وسطیٰ ایشیا میں موجود ایک عورت کے بغیر گذارے ہیں۔۔۔ کسی ایک نکتے یا خیال پر نسل در نسل جمے رہنا ہی جنون (ظاہر) ہے۔ یہ سوال بے جواب نہیں چھوڑتا ہے یہ پوری جگہ گھیر لیتا ہے۔ یہ امکان تک نہیں چھوڑتا ہے کہ کوئی تبدیلی واقع ہوسکتی ہے۔

یہ طاقتور ترین جنون (ظاہر) ہرانسان کے اندر پیدا ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس کے بچپن ہی میں پوری قوت حاصل کرتا ہے، قوانین مرتب کرتا ہے اور اس کے بعد ہمیشہ کے لئے قابل احترام بن جاتا ہے۔

جو لوگ مختلف ہوتے ہیں وہ خطرناک ہوتے ہیں۔ وہ دوسرے قبیلے سے تعلق

رکھتے ہیں۔ وہ ہماری زمینوں اور عورتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے لئے شادی کرنا، بچہ پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ نسل جاری رہے۔

محبت ایک چھوٹی شے ہے۔ ایک شخص کے لئے کافی ہے اور یہ خیال کہ دل میں زیادہ گنجائش بھی ہوسکتی ہے، ایک بگڑی سوچ ہے۔

جب شادی کرتے ہیں ہمیں دوسرے شخص کے جسم اور روح پر اختیار مل جاتا ہے۔

ہمیں وہ کام بھی کرنا چاہئے جو پسند نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم ایک منظم سوسائٹی کا حصہ ہیں اگر ہر شخص وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے تو یہ دنیا ساکن ہو کر رہ جاتی۔

ہمیں زیورات خریدنے چاہیں۔ اس لئے کہ ان سے قبیلے کی پہچان ہوتی ہے۔

ہمیں ہر وقت خوش رہنا چاہئے اور ان سے حقارت کرنا چاہئے جو اپنے حقیقی احساسات ظاہر کرتے ہیں۔ قبیلے کے لئے یہ بات خطرناک ہوتی ہے کہ اس کے ارکان اپنے محسوسات کا اظہار کریں۔

ہمیں ہر قیمت پر ''نہیں'' کہنے سے احتراز کرنا چاہئے اس لئے کہ لوگ ایسے شخص کو پسند کرتے ہیں جو ہمیشہ ''ہاں'' کہتے ہیں۔ اس طرح ہم مخالف علاقہ میں بحفاظت رہ سکتے ہیں۔

دوسرے لوگوں کی سوچ ہمارے اپنے احساسات سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔

کبھی ہنگامہ نہ کریں۔ اس سے دشمن قبیلے کی سوچ ہماری طرف مبذول ہوتی ہے۔

اگر آپ کے طور طریقے مختلف ہوں گے تو آپ کو قبیلے سے باہر کر دیا جائے گا اس لئے کہ دوسرے ارکان پر خراب اثر پڑے گا اور تنظیم کو قائم رکھنا مشکل ہوگا۔

ہمیں اپنے نئے گھر کے ظاہری حصے کو ہمیشہ خوش نما رکھنا چاہئے۔ ضرورت پڑے تو ڈیکوریٹر کی مدد لینی چاہئے۔

ہمیں روزانہ تین بار کھانا چاہئے خواہ بھوک ہو یا نہ ہو۔ اگر موجودہ معیار کے مطابق ہم بے ڈھنگے ہو رہے ہوں تو ہمیں روزہ رکھنا چاہئے خواہ ہم بھوکے ہی کیوں نہ رہ رہے ہوں۔

ہمیں فیشن کے لحاظ سے کپڑے پہننے چاہئیں۔ محبتیں کرنی چاہئیں ۔ چاہے دل چاہے یا نہ چاہے۔ ملکی سرحدوں کی حفاظت میں قتل کرنا چاہئے ، سیاست دانوں کا انتخاب ، مہنگائی پر احتجاج اور اختلاف رکھنے والے پر اعتراض کرنا چاہئے۔ اپنے اپنے عقیدوں کے مطابق ہر ہفتے عبادت کرنی چاہئے۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے ساتھ دوسروں قبیلے کے لوگوں سے نفرت کرنا چاہئے۔

ہمارے بچوں کو ہماری پیروی کرنی چاہئے اس لئے ہم ان سے بڑے ہیں اور دنیا کو زیادہ جانتے ہیں۔

ہمارے پاس یونیورسٹی کی ڈگری ضرور ہونی چاہئے خواہ ہمیں اس تعلیم کے مطابق کبھی کوئی ملازمت نہیں ملی ہو جو ہمیں مجبوراً حاصل کرنی پڑی ہو۔

ہمیں ان مضامین کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے جو کبھی ہمارے استعمال میں نہیں آئیں گے لیکن کسی اور نے ان کا مطالعہ اہم قرار دیا ہے۔ مثلاً الجبرا، ٹرگنومیٹری، ہمورابی کے ترتیب دئے قوانین۔

ہمیں اپنے والدین کو کبھی مغموم نہیں کرنا چاہئے ، خواہ اس کے لئے اپنی خوشی چھوڑنی پڑے۔

ہماری موسیقی دھیمی ہونی چاہئے۔ گفتگو ہلکی ، روئیں تو خلوت میں، اس لئے کہ میں طاقتور ترین جنون (ظاہر) ہوں جو قوانین وضوابط بناتا ہے اور پٹریوں کے درمیان فاصلے کو طے کرتا ہے، بہترین محبت کا تعین کرتا ہے کامیابی کے معنی اور جزا کی اہمیت بتاتا ہے۔

پوش علاقے کی ایک خوشنما عمارت کے باہر ہم رک گئے۔ گروپ کے ایک لڑکے نے دروازے کا کوڈ ملایا اور وہ کھل گیا اور ہم لوگ چوتھی منزل پر پہنچ گئے۔ جب لوکریشیا نے کمرہ کھولا چاروں طرف اندھیرا تھا۔ باہر سے چھن کر آنے والی روشنی سے پتا چلا کہ یہ بڑا سا ہال نما ایک ڈرائنگ روم ہے جس کا آتشدان بہت دنوں سے جلا نہیں ہے۔ ایک چھ فٹ کا لمبا لڑکا کچن میں گیا اور وہاں سے جلتی ہوئی چند موم بتیاں لے آیا۔ ہم فرش پر ہی ایک دائرہ بنا کر بیٹھ گئے۔ اس رات مجھے پہلی مرتبہ ڈر کا احساس ہوا۔ جیسے کسی

ڈراؤنی فلم کی طرح ذرا دیر میں شیطانی رسم شروع ہوگی۔ جس میں اس اجنبی کو شکار بنایا جائے گا جو اپنی حماقت سے ان کے ساتھ لگا رہا ہے۔

میخائل کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں گھبرائی گھبرائی سی ادھر ادھر گھوم رہی تھیں۔ میری پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ مرگی کا دورہ پڑنے کے قریب تھا۔ کیا یہ لوگ جانتے ہیں کہ ایسی صورت حال میں انہیں کیا کرنا ہے؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ یہاں سے نکل جاؤں اور پیش آنے والے المیہ کا سامنا نہ کروں۔''

میرے اندر کشمکش جاری رہی۔ شاید یہی عقلمندی کی بات ہوگی۔ روحانیت سے متعلق لکھنے والے مصنف کے لئے یہ بات مناسب ہوگی کہ نہیں۔ اگر میں عقل سے کام لوں تو لوکریشیا کو بتادوں کہ اس صورت حال میں اسے کیا کرنا چاہئے۔ شاید وہ خود بھی جانتی ہو۔ سوچ کا یہ عالم کچھ دیر جاری رہا۔ آخر یہ فیصلہ کیا کہ مجھے ٹھرنے کی ضرورت ہے تاکہ رات کے تجربے سے گزروں۔ خواہ دیر ہی کیوں نہ ہو جائے۔ میری تھکاوٹ اور نشہ میں اضافہ کیوں نہ ہو جائے۔ پریشان حال اور غصہ میں بھری مے ری کو میرا زیادہ انتظار کیوں نہ کرنا پڑے۔ میں میخائل کے پاس ہی بیٹھ گیا تاکہ وقت ضرورت تیزی سے کام کرسکوں۔

میں نے دیکھا کہ وہ خود پر قابو پا چکا ہے۔ آہستہ آہستہ پرسکون ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں وہ کیفیت واپس آچکی تھی جو آرمینی ریسٹوران کے اسٹیج پر ہوتی تھی۔

''اب ہمیں حسب معمول عبادت شروع کرنی ہوگی۔'' وہ بولا۔ سارے نوجوان لوگوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے دائرے کی شکل میں پرسکون ہو گئے۔ یہاں تک کہ دو خطرناک کتے بھی کمرے کے ایک کونے میں چپ چاپ بیٹھے نظر آئے۔

''ڈیر لیڈی، کاروں، دکانوں، عمارتوں اور یادگاروں کو دیکھتا ہوں تو وہاں آپ کو بھی پاتا ہوں۔ ہمیں اس قابل بناؤ کہ وہاں آپ پھر نظر آئیں۔''

پورے گروپ نے ہم آواز ہو کر دہرایا۔ ''ڈیر لیڈی، ہم جن مشکلات سے گزرتے ہیں ان میں آپ موجود ہوتی ہیں ہماری مدد کیجئے کہ ہم اپنی تحریک جاری رکھیں۔ مدد کیجئے کہ ہم عزم و سکون کے ساتھ آپ کو یاد کرتے رہیں۔ اگرچہ یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔''

میں نے نوٹ کیا کہ کسی نہ کسی صورت میں سبھوں کے پاس ایک مخصوص علامت

موجود ہے۔

''میں یہ رات اس آدمی کے نام کر رہا ہوں جو میرے دایاں ہاتھ میں بیٹھا ہے۔ وہ میرے پاس میری حفاظت کے لئے بیٹھا ہے۔''

اسے یہ کیسے معلوم ہوا؟

''وہ اچھا آدمی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ محبت تبدیلی لاتی ہے۔ وہ اپنے اندر بذریعہ محبت تبدیلی چاہتا ہے۔ وہ ابھی بھی اپنی روح کے اندر بہت سی ذاتی تاریخ کا حامل ہے لیکن وہ مسلسل خود کو اس سے آزاد کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آج رات ہمارے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے۔ وہ جس عورت کا خاوند ہے اسے ہم سب جانتے ہیں۔ اسی عورت نے دوستی کے ثبوت کے طور پر مجھے ایک تبرک اور تعویذ دی ہے۔

میخائل نے خون آلود کپڑے کا ٹکڑا نکالا اور اپے سامنے رکھ لیا۔'' یہ ایک نامعلوم فوجی کی قمیض کا ایک ٹکڑا ہے۔ مرنے سے پہلے اس نے عورت سے کہا تھا کہ میری قمیض کو ٹکڑوں میں کاٹ کر ان لوگوں میں تقسیم کرو جو موت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور جو اس طرح جیتے ہیں کہ آج ہی ان کا آخری دن ہے۔ ان لوگوں کو بتادو کہ میں نے ابھی ابھی خدا کا چہرہ دیکھا ہے۔ بتادو کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے نہ ہی غافل ہونے کی۔ صرف ایک سچائی تلاش کرو۔ جو محبت ہے اور اسی کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرو۔''

سبھوں نے بڑے احترام کے ساتھ کپڑے کے ٹکڑے کو گھورا۔

''ہم لوگ بغاوت کے دور میں پیدا ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنے جوش اور ولولے اس میں بھر دئے ہیں۔ ہم نے اپنی جوانی اور زندگی کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور اچانک خوفزدہ ہو گئے ہیں کہ ہماری ابتدائی مسرت، چیلنج، تھکاوٹ، یکسانیت، اپنی صلاحیتوں پر شک میں بدل گئی ہے۔ بعض دوستوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ مشکل راستوں پر بعضوں کو تنہائی کا سامنا ہے۔ بعض گر بھی پڑے ہیں۔ اور آخر میں ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا پڑ رہا ہے کہ یہ ساری کاوشیں بے سود تو نہیں ہیں؟''

میخائل رک گیا۔ ''نہیں بے سود نہیں ہے۔ ہم اپنی تگ و دو جاری رکھیں گے۔ یہ جانتے ہوئے بھی ہماری لازوال روح اپنے تمام مواقع اور حد بندیوں کے ساتھ ان دنوں وقت کے ایک جال میں پھنسی ہوئی ہے۔ جہاں تک ممکن ہوگا ہم اپنے آپ کو اس جال سے آزاد کرائیں گے۔ اگر یہ ناممکن ثابت ہوگا اور پرانے ڈگر پر چلنا پڑے گا تو ہم

اپنی اس جدوجہد کو یاد کریں گے اور جیسے ہی حالات اجازت دیں گے ہم اپنی کوششیں پھر شروع کر دیں گے۔"

"آمین۔" سبھوں نے ایک ساتھ آمین کہا۔

"مجھے لیڈی سے بات کرنے کی ضرورت ہے۔" خوبصورت نوجوان بولا جس کے سر کے بال ہندوستانی کٹ کے تھے۔

"نہیں، آج رات نہیں۔ میں تھک گیا ہوں۔"

مایوسی کی ہلکی آوازیں گونجنے لگیں۔ ایسا آرمینی ریسٹوران میں دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ وہاں لوگ میخائل کے "بچے کی موجودگی" اور آواز والی کیفیت سے واقف تھے وہ اٹھا اور ایک گلاس پانی لینے کے لئے کچن میں گیا۔ میں بھی ساتھ ہولیا۔ وہاں میں نے اس اپارٹمنٹ کے بارے میں دریافت کیا اور اس نے بتایا کہ فرانسیسی قانون کے مطابق اگر کوئی عمارت خالی ہو تو کوئی بھی اس میں داخل ہوسکتا ہے۔ مختصر یہ کہ قبضہ کا ہے۔ مجھے ے ری کا خیال پریشان کرنے لگا کہ وہ اکیلی میرے انتظار میں ہوگی۔ اتنے میں میخائل نے مجھے بازو سے پکڑ لیا۔

"آپ نے آج بتایا تھا کہ آپ قزاقستان جا رہے ہیں۔ میں ایک بار پھر آپ سے کہتا ہوں کہ براہ کرم مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔ کتنے ہی مختصر عرصے کے لئے کیوں نہ ہو مجھے اپنا وطن جانا ہے۔ لیکن میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ مجھے میرے لوگ، میری ماں اور میرے دوست بہت یاد آتے ہیں۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آواز بتاتی ہے کہ وہاں آپ کو میری ضرورت ہوگی۔ لیکن یہ سچ بات نہیں ہوگی۔ آپ کسی مدد کے بغیر ایستھر کو باآسانی ڈھونڈ لیں گے۔ مگر مجھے اپنے وطن سے اپنے اندر ولولہ اور جوش حاصل کرنا ہے۔"

"میں آپ کو دوطرفہ ٹکٹ کے پیسے دے سکتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں کہ آپ دے سکتے ہیں۔ لیکن میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کے ساتھ وہ گاؤں بھی جانا چاہتا ہوں جہاں وہ رہتی ہیں۔ تاکہ مجھے ان کے پاس ہونے کا احساس ہو سکے اور آپ کو اس راستے کی جانب جاتے ہوئے راہنمائی کر سکوں جو آپ کو آپ کی محبت کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ پہلے بھی میرے لئے اہم تھیں اور اب بھی میرے لئے بہت اہم ہیں۔ جن تبدیلیوں سے وہ گذری ہیں ان سے

میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ ان کے مصمم ارادوں نے بھی مجھے بہت کچھ بتایا ہے۔ میں اسی طرح سیکھنا چاہتا ہوں۔ میں ایستھر تک پہنچنے میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ جب وہاں پہنچ جائیں گے تو میں آپ کو تنہا چھوڑ دوں گا۔''

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہوں۔ میں نے دوسرے ساتھیوں کے بارے میں پوچھ لیا جو وہاں موجود تھے۔

''یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کی نسل کے انجام سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ آپ کی نسل نے تو دنیا کو انقلابی تبدیلی دینے کا خواب دیا تھا لیکن انجام ''حقیقت پسندی'' پر ہوا۔ ہم خود کو طاقتور بنا کر پیش کرتے ہیں اس لئے کہ ہم کمزور ہیں۔ ہم میں بہت کم، بہت ہی کم ایسے لوگ ہیں جو اس طرح سوچتے ہیں۔ یہ وقت بھی گزر جائے گا۔ لوگ ہمیشہ خود فریبی میں مبتلا نہیں رہ سکتے ہیں۔ اب بتائے۔ آپ میرے سوال کا کیا جواب دیتے ہیں؟''

''میخائل آپ تو جانتے ہیں کہ میں اپنی ذاتی تاریخ سے خود کو کس قدر آزاد کرنا چاہتا ہوں پہلے اگر آپ نے کہا ہوتا تو میرے لئے بہت آسان ہوتا کہ میں آپ کے ساتھ سفر کرتا اس لئے کہ آپ کو اس علاقے سے پوری واقفیت ہے۔ لیکن اب جبکہ میں اری ایڈنی کے ڈھاگے کو لپیٹنا شروع کر دیا ہے اور بھول بھلیاں سے نکلنا چاہ رہا ہوں اور اپنی عمر کے دس بیس سال کم محسوس کر رہا ہوں۔ یہ مہم میں اکیلے ہی سر کرنا چاہ رہا ہوں۔

''آپ کب روانہ ہو رہے ہیں؟''

''جیسے ہی ویزا ملے گا۔ دو تین دن میں روانہ ہو جاؤں گا۔''

''دعا کرتا ہوں، لیڈی آپ کے ساتھ ہو۔ آواز کہہ رہی ہے کہ یہ ٹھیک وقت ہے۔ اگر پروگرام میں تبدیلی ہو تو مجھے بتا دیجئے گا۔''

میں ان لوگوں کے درمیان سے گزرا۔ جو فرش پر لیٹے ہوئے سونے کی کوشش کر رہے تھے۔ لوٹتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ زندگی میری موجودہ عمر سے کہیں زیادہ خوش آگیں شے ہے۔ یہ ہمیشہ ممکن ہوتا ہے کہ انسان جواں اور جنونی محسوس کرے میں اپنے موجود لمحات میں اس قدر کھویا ہوا تھا کہ میں نے یہ بھی نوٹس نہیں کیا کہ میرے گزرنے سے ان لوگوں میں کوئی ہلچل بھی نہیں ہوئی۔ نہ کوئی سر کا نہ ہلا نہ ہی ڈرا۔ نہ میری طرف دیکھا۔ مجھے یہ صورت حال پسند آئی۔ اس لئے کہ شہر وہ نظارہ پیش کر رہا تھا جو ہنری چہارم کے اپنے دور حکومت میں مذہب کے خلاف ایک کیتھولک عورت سے شادی کر لی

تھی اور کہا تھا۔

''پیرس ایک مذہبی اجتماع کے تقدس کا مستحق ہے۔''

شہر کی قدر اس سے بھی زیادہ تھی۔ میں دیکھ سکتا تھا کہ ایک بار پھر مذہبی قتل و غارت گری خون کی ارزانی، شاہوں، رانیوں، میوزیم، صعوبتوں میں مبتلا فنکاروں نشے میں چور قلمکاروں، خودکشی کرنے والے فلفسیوں، دنیا فتح کرنے کی سازش کرنے والے فوجیوں، سلطنتوں کے خاتمہ کرنے والے غداروں کی بھولی بسری کہانیوں کو یاد کیا اور دہرایا جارہا ہے۔

کافی عرصے کے بعد آج یہ پہلی بار تھے کہ جب میں گھر میں داخل ہوا تو کمپوٹر کی طرف نہیں گیا کہ اس میں دیکھوں کہ کوئی ضروری پیغام آیا ہوا تو نہیں ہے۔ نہ ہی میں خوابگاہ کی طرف گیا کہ دیکھوں میری سورہی ہوگی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ سونے کا بہانہ کررہی ہوگی، تازہ خبروں کے لئے ٹی وی بھی نہیں کھولا۔ ایک طرح کی خبریں بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ کسی ملک نے دوسرے ملک کو دھمکی دی ہے۔ معاشی حالات بگڑ رہے ہیں۔ اسرائیل اور فلسطین کے مذاکرات ناکام ہوگئے ہیں۔ کہیں بم پھٹا ہے۔ کہیں طوفان آیا ہے۔ ہزاروں لوگ بے گھر ہوگئے ہیں۔ ہیٹی سے بغاوت ہوگئی ہے۔ اس سے ہماری زندگی پر کیا اثر پڑے گا۔ میری بیوی کو اس سے کیا غرض ہوگی۔ پیرس میں روٹی کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ میخائل کے قبیلے پر کیا فرق ہوگا؟ ایسی حماقتوں میں اپنا وقت میں کیوں ضائع کروں۔ میں نے کھڑکی کھول دی، ٹھنڈی ہواؤں کو اندر آنے دیا۔ میں نے جسم سے کپڑے اتار دئے اور سردی کا سامنا کرنے لگا۔ میں بےفکری کے ساتھ کھڑا تھا۔ میرے پاؤں فرش پر تھے، میری آنکھیں ایفل ٹاور کو دیکھ رہی تھیں اور میرے کانوں میں کتے کے بھونکنے، پولیس کے سائرن اور سمجھ میں نہ آنے والی بات چیت کی آوازیں آرہی تھیں۔

میں، میں نہیں تھا۔ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اور یہی مجھے اچھا لگا۔

''تم عجیب لگ رہی ہو۔''

''عجیب سے تمہاری مراد کیا ہے؟''

''افسردہ لگتی ہو۔''

''میں افسردہ نہیں، خوش ہوں۔''

''یہاں تک کہ لہجہ اداس لگتا ہے۔ چغلی کھاتا ہے۔ تم میری وجہ سے اداس ہو، لیکن تم کہنے کی جرأت نہیں کر رہی ہو۔''

''آخر مجھے کیوں اداس ہونا چاہئے؟''

''اس لئے کہ کل رات میں دیر سے گھر آیا اور نشہ میں بھی تھا۔ تم نے یہ تک نہیں دریافت کیا کہ میں کہاں گیا تھا۔''

''مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔''

''کیوں دلچسپی نہیں تھی؟ کیا میں نے یہ بتایا نہیں تھا کہ میں میخائل کے ساتھ باہر جارہا ہوں؟''

''پھر کیا اس کے ساتھ باہر نہیں گئے تھے؟''

''ہاں، میں گیا تھا۔''

''تو پھر اس میں پوچھنے والی کون سی بات تھی؟''

''تمہارے خیال سے کیا یہ ضروری نہی کہ تمہارا چہیتا بوائے فرینڈ جب رات گئے گھر آئے تو اس سے جاننا چاہئے کہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا کہ اتنی دیر ہوئی؟''

''اچھی بات ہے، بتاؤ کیا ہوا تھا؟''

''کچھ بھی نہیں۔ بس میں میخائل اور اس کے چند دوستوں کے ساتھ گیا تھا۔''

''ٹھیک۔''

''تمہیں، میری باتوں کا یقین ہے؟''

''بالکل، مجھے یقین ہے۔''

''میرا خیال ہے اب تم مجھے نہیں چاہتی ہو۔ تم جل نہیں رہی، تمہیں کوئی پرواہ نہیں کیا میں عام طور پر دو بجے رات کو گھر واپس آتا ہوں؟''

''کیا تم یہ نہیں کہا کرتے کہ تم ایک آزاد آدمی ہو؟''

''ہاں، میں ہوں۔''

''اس لحاظ سے یہ معمول کی بات ہے کہ تم دو بجے رات کو گھر واپس آؤ اور جو تمہارے جی میں آئے کرو۔ اگر میں تمہاری ماں ہوتی تو البتہ فکر ہوتی۔ تم ایک بڑی عمر

کے آدمی ہو۔ ہے کہ نہیں؟ تم مرد سب اپنا یہ انداز چھوڑو کہ تمہاری عورتیں تم لوگوں کے ساتھ اس طرح پیش آئیں کہ تم لوگ بچے ہو۔"

"میں اس قسم کی فکرمندی کی بات نہیں کررہا۔ میرا مقصد تو حسد اور جلن سے ہے۔"

"کیا تمہیں یہ اچھا لگے گا کہ ابھی ناشتہ پر ایک ہنگامہ کھڑا کردوں؟"

"نہیں، نہیں۔ ایسا نہیں کرو۔ پڑوسی کیا کہیں گے۔"

"میں پڑوسیوں کی پرواہ نہیں کرتی۔ میں یہ کام نہیں کروں گی۔ اس لئے کہ میں خود یہ پسند نہیں کرتی ہوں۔ یہ میرے لئے بڑی مشکل بات تھی لیکن آخر کار میں نے یہ مان لیا جو کچھ تم نے زغریب میں کہا تھا اور میں اپنے اس خیال کے مطابق ٹالنے کی کوشش کررہی ہوں۔ وریں اثنا اگر تمہیں ان باتوں سے خوشی ملتی ہے تو میں ہمیشہ نقلی طور پر حسد، جلن، غصہ، پاگل پن وغیرہ کا اظہار کرسکتی ہوں۔"

"واقعی، تم عجیب لگتی ہو۔ میں یہ سوچنے لگا ہوں کہ میں تمہارے لئے اب کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔"

"اور میں سوچنے لگی ہوں کہ تم اس صحافی کو بھول گئے ہو جو ساتھ کی بیٹھک میں تمہارا انتظار کررہا ہے اور تمہاری باتیں سن رہا ہے۔"

صحافی کا خیال آتے ہی میں اپنے خود کے رہنما سے رجوع ہوا اور ذہن میں ممکنہ سوالوں کا جواب تیار کرنے لگا۔ توقع کے مطابق انٹرویو کا سلسلہ شروع ہوا۔

"آپ کی نئی کتاب سے بات شروع کی جائے۔ اس کا اہم پیغام کیا ہے۔"

"اگر مجھے کوئی ایک پیغام دینا ہوتا تو اس کے لئے ایک جملہ ہی کافی ہوتا۔ کتاب کی کیا ضرورت ہے۔"

"آپ آخر لکھتے کیوں ہیں؟"

"اس لئے کہ اس طرح میں اپنے خیالات و احساسات دوسروں تک پہنچاتا ہوں۔ اگر چہ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ایک کہانی کو مختلف انداز میں پیش کیا جاسکتا ہے۔"

"مختلف انداز؟ آپ یہ کہنا چاہتے ہیں.....A Time سے خوش نہیں ہیں؟"

"نہیں، بلکہ اس کے برعکس میں اس کتاب سے بہت خوش ہوں۔ لیکن میں اپنے اس جواب سے زیادہ خوش نہیں جو میں نے ابھی آپ کو دیا ہے کیوں لکھتا ہوں؟ اصل

جواب یہ ہے۔ میں اس لئے لکھتا ہوں کہ میں چاہا جاؤں۔''

صحافی نے مشتبہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ یہ کس طرح کا اعتراف تھا؟

''میں اس لئے لکھتا ہوں کہ لڑکپن میں اچھا فٹ بالر نہیں تھا، نہ میرے پاس کار تھی اور نہ پیسے، بیکار محض تھا۔''

میں سلسلہ کلام جاری رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ میں اپنی حقیقی زندگی بیان کرنے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا تاکہ نجات حاصل کرسکوں۔ میں نے بولنا شروع کیا۔

''میرا لباس فیشن کے مطابق نہیں ہوتا تھا۔ میری جماعت کی لڑکیاں مجھے نظر انداز کرتی تھیں۔ راتوں کو جب میرے دوست احباب اپنی دوستوں کے ساتھ گل چھرے اڑا رہے ہوتے میں اپنی دنیا تخلیق کر کے مگن رہتا۔ میرے ساتھیوں میں لکھنے والے اور ان کی کتابیں ہوتی تھیں۔ ایک دن میں نے اپنے محلے کی ایک لڑکی کے متعلق ایک نظم لکھی۔ میرے ایک دوست نے کمرے سے اسے چرالیا اور اسے پوری جماعت کے سامنے رکھ دیا۔ سبھوں نے خوب مذاق اڑایا وہ لڑکی بہرحال اس میں شامل نہیں ہوئی۔ اسی شام کو تھیٹر میں وہ لڑکی میری سیٹ کے بازو والی سیٹ پر ملی۔ اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور پھر ہم ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے باہر نکل آئے۔ اور مجھ جیسا بے شکل، بدنما اور عامیانہ سا لڑکے کا ایک ایسی لڑکی کے ساتھ سڑکوں پر چکر لگا رہا تھا جو سب لڑکوں کی مرکز نگاہ تھی۔''

میں رک گیا۔ مجھے ایسا لگا کہ میں ماضی کی طرف جا رہا ہوں۔ جب اس لڑکی نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا تھا اور میری زندگی بدل کے رکھ دی تھی۔

''یہ سارا کرشمہ ایک نظم کا تھا۔'' میں نے بات جاری رکھی۔ ''اس نے مجھے یہ احساس دیا کہ تحریر کے ذریعہ میں اپنی نادیدہ دنیا کو آشکار کر کے دیدنی دنیا کا برابری کے ساتھ مقابلہ کرسکتا ہوں۔''

صحافی تھوڑا حیرت زدہ ہوگیا۔ مجھے خود بھی بڑی حیرت ہوئی۔ بہرحال اس نے خود کو سنبھالا اور بولا۔

''ناقدین آپ کے تحریروں کے سلسلہ میں اتنے سخت کیوں نظر آتے ہیں؟''

''میرے خود کار رہنما کا جواب یہ تھا۔ آپ کسی قلمکار کی سوانح عمری پڑھیں جنہیں

کلاسیک میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس کے ساتھ ناقدین کیسے پیش آئے ہیں۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ ناقدین اپنے آپ کو بے حد غیر محفوظ پاتے ہیں۔ انہیں واقعتاً یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے۔ سیاسیات میں ڈیموکریٹک ہوتے ہیں اور ثقافت میں فسطائی۔ وہ یہ تو مانتے ہیں کہ عوام اپنے حکمرانوں کو چننے کی قابلیت رکھتے ہیں لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ عوام یہی صلاحیت فلم، کتاب اور موسیقی کے انتخاب کے لئے بھی رکھتے ہیں۔''

میں جانتا تھا کہ صحافی میرا یہ جواب کبھی نہیں چھاپے گا اس لئے میں نے جواب میں اس سے یہ کہا۔

''آپ نے کبھی جانٹے کے قانون کے بارے سنا ہے؟''

''نہیں، میں نے نہیں سنا ہے۔''

''یہ تہذیب کے آغاز کے وقت سے ہی موجود ہے لیکن سرکاری طور پر اس کی ترتیب 1933ء میں ایک ڈینش قلمکار نے کی ہے۔ جانٹے کے ایک چھوٹے شہر میں حکومت وقت نے دس احکامات جاری کئے کہ لوگوں کا طور طریق کیسا ہونا چاہئے۔ یہ صرف جانٹے کے لئے ہی نہیں تھے بلکہ دوسری تمام جگہوں کے لئے بھی تھے۔ اگر میں مختصراً بیان کرنا چاہوں تو یہ ہوگا۔ اوسط درجے کی صلاحیت اور گمنامی بہترین تحفظ مہیا کرتی ہے۔ اگر آپ یہ راستہ اختیار کرتے ہیں تو پھر آپ کو زندگی میں کبھی کسی بڑے مسئلے کا سامنا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر آپ مختلف راہ پر چلے گے تو پھر۔۔۔''

''میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آخر وہ احکامات کیا ہیں؟'' صحافی نے کہا جو واقعی جاننے کے لئے بے تاب تھا۔

''میرے پاس وہ سب ابھی تو یہاں نہیں ہیں مگر میں ان کا خلاصہ دے سکتا ہوں۔'' میں اپنے کمپیوٹر پر گیا اور اختصار کے ساتھ ایڈٹ کیا ہوا خلاصہ کا پرنٹ نکال لایا۔

''تم کچھ بھی نہیں ہو۔ کبھی بھی یہ نہ سوچو کہ تم ہم سے زیادہ جانتے ہو۔ تمہاری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تم کبھی بھی کوئی صحیح کام نہیں کرسکتے ہو۔ تمہارے کام کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن اس وقت تک خوشگوار زندگی گزار سکتے ہو جب تک ہمیں چیلنج نہیں کرتے ہو۔ ہماری باتوں کو سنجیدگی سے لو اور ہماری آرا کی کبھی ہنسی نہ اڑاؤ۔''

صحافی نے کاغذ کو تہہ کرکے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ ''آپ درست کہہ رہے ہیں۔

اگر آپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر آپ کا کام بے اثر ہے تو آپ تعریف کے مستحق ہیں۔ اگر آپ اوسط درجے کی صلاحیت سے آگے ہیں اور کامیاب ہیں تو آپ قانون شکنی کے مرتکب ہیں اور سزا کے مستحق ہیں۔"

مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ صحافی نے خود ہی یہ نتیجہ نکالا۔

"یہ صرف ناقدین ہی ہیں نا جو اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں۔" میں نے مزید کہا۔ "بہت سے لوگ، بلکہ آپ کے تصور سے بھی زیادہ لوگ بالکل وہی کہتے ہیں جو آپ نے کہا۔"

اسی دن سہ پہر کے بعد میں نے میخائل کے موبائل فون پر کال کی۔ "آئیں ایک ساتھ ہی قزاقستان کا سفر کرتے ہیں۔"

اس نے ایک ذرا بھی حیرت کا اظہار نہیں کیا اور شکریہ کے بعد یہ پوچھا کہ میرے ارادے میں تبدیلی کیسے آئی۔

"دو سال تک میری زندگی میں سوائے جنون (ظاہر) کے کچھ نہیں رہا۔ جب سے میں آپ سے ملا ہوں میں اپنے بھولے ہوئے راستے پر چل رہا ہوں۔ ایک ایسے غیر استعمال شدہ ریلوے پٹریوں کے درمیان راستے پر جس میں گھاس اگ آئی ہو لیکن جو اب بھی ٹرین کے استعمال میں آ سکتا ہے۔ میں اب تک آخری اسٹیشن نہیں پہنچا ہوں لہٰذا میں بیچ راستے میں کہیں نہیں رک سکتا۔"

اس نے ویزا کی بابت پوچھا۔ میں نے بتایا کہ "سہارا بنک" کے ذریعہ مدد حاصل کی اور ایک روسی دوست نے اپنی دوست کو فون کر دیا ہے جو قزاقستان کی ایک بڑی اخباری کمپنی کی ڈائرکٹر ہے۔ اس نے پیرس اپنے سفیر کو فون کر دیا۔ ویزا آج شام تک تیار ہو جائے گا۔

"ہم لوگ کب روانہ ہوں گے؟"

"کل، ٹکٹ کے لئے آپ کا اصلی نام درکار ہے۔ ٹریول ایجنٹ دوسری لائن پر منتظر ہے۔"

"بات ختم ہونے سے پہلے میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔ آپ کی کہی ہوئی باتیں مجھے پسند آتی ہیں مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس وجہ سے آپ مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہہ رہے

ہیں۔ میرے خیال میں آپ نے ایک بار لکھا تھا اور وہ مجھے زبانی یاد ہے اور اسے آپ کی بیوی نے ان سطروں کو ہمیشہ دہرایا ہے جو ''سہارا بنک'' کے کاروبار سے کہیں زیادہ رومانوی ہیں۔ روشنی کا ایک سپاہی جانتا ہے کہ اسے بہت سی باتوں کے لئے شکر گزار ہونا چاہئے، فرشتوں نے جنگ میں اس کی مدد کی، آسمانی قوتوں نے ہر قدم پر ساتھ دیا، اس طرح وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرسکا، یہی وجہ ہے کہ وہ غروب آفتاب کے وقت دو زانو پر بیٹھ کر اس ''حفاظتی لبادے'' کا شکریہ ادا کرتا ہے جس نے اسے لپیٹ رکھا ہے۔ اس کے ساتھی سب کہتے ہیں۔ وہ خوش نصیب ہے! لیکن وہ جانتا ہے کہ خوش نصیبی اپنے چاروں طرف دیکھنے کا نام ہے اور یہ دیکھنے کا نام ہے کہ اس کے دوست کہاں ہیں کیونکہ یہ ان کے الفاظ ہوتے ہیں جو فرشتوں کی زبانوں تک پہنچتے ہیں۔''

''مجھے ہمیشہ اپنے لکھے ہوئے الفاظ یاد نہیں رہتے۔ بہرحال یاد دلانے کا شکریہ۔ ابھی صرف آپ کے نام کی ضرورت ہے۔''

فون کال کا جواب دینے میں ٹیکسی کمپنی کو بیس منٹ لگ گئے۔ ایک چڑ چڑی آواز میں جواب دیا کہ مجھے آدھا گھنٹہ انتظار کرنا پڑے گا۔ مے ری جذبات بھڑکانے والے کالے لباس میں بڑی خوش نظر آرہی تھی۔ مجھے آرمینی ریسٹوران میں پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کی وہ بات یاد آگئی کہ کتنا اچھا لگتا ہے جب اپنی بیوی کو کوئی دوسرا آدمی للچائی نظر سے دیکھتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس پرتکلف ڈنر میں سب ہی عورتیں ایسے کھلے کھلے دلفریب لباس میں آئیں گی کہ مردوں کی مرکز نگاہ ہوں گی۔ اس کے شوہر دل ہی دل میں خوش ہوں گے اور دوسرے مردوں سے خیالوں میں مخاطب ہوں گے کہ دیکھ دیکھ کر لطف اٹھائیں۔ لیکن اس حد سے آگے نہ بڑھیں۔ یہ ہم خوش نصیبوں کی عورتیں ہیں۔

میں صرف ''سہارا بنک'' کی وجہ سے اس تقریب میں شرکت کر رہا ہوں۔ میرا وہاں کوئی کام نہیں ہے۔ میرے پاس ایک جانب کوئی بیٹھا ہوا احمقانہ سوال کرے گا اور دوسری طرف کھلے سینے والی کوئی عورت ہوگی۔ جسے اگر میں بار بار دیکھوں گا تو وہ اپنے شوہر کو بتائے گی کہ میں اسے تکے جا رہا ہوں۔ ٹیکسی کے انتظار میں گزرنے والے وقت کے دوران میں نے بات چیت کے لئے ممکنہ موضوعات کی ایک فہرست تیار کرلی۔

الف: لوگوں سے ملاقات کے دوران رائے زنی۔ '' آپ کتنے اچھے لگ رہے

ہیں۔ آپ کا لباس کتنا اچھا ہے۔

ب: حالیہ تعطیل۔ آپ کو فلاں ملک کی سیر کرنی چاہئے۔ فلاں شہر بہت خوبصورت ہے۔

ج: لمبی چھٹی گزارنی۔ کلکتہ گیا تھا۔ وہاں کی سڑکوں پر غربت نظر آئی وہ بڑی دلخراش تھی۔

د: نئے طریقہ علاج۔ مختلف علاقائی علاج کی تفصیلات۔

ہ: لوگوں کا تذکرہ۔ فلاں آدمی سے ملے ہوئے کافی دن ہوگئے۔ خیریت ہے؟ اچھا آدمی ہے۔

و: زندگی کی کچھ شکایتیں۔ میں اپنے بچوں سے عاجز آ گیا ہوں۔ بات ہی نہیں سنتے ہیں۔

ز: دانشووروں کی کچھ شکایتیں۔ مشرقِ وسطیٰ کا مسئلہ۔ اسلامی انتہائی پسندی کا معاملہ۔

ٹیکسی آ گئی۔ ہم لوگ روانہ ہوئے۔ راستے میں مے ری سے کہا کہ میں اس قسم کے ڈنر تقریب پسند نہیں کرتا۔ اور اس نے یاد دلایا کہ ہمیشہ آخر میں آپ ہی خوب خوب مزہ لیتے ہیں۔

یہ تقسیم انعامات کی ایک تقریب تھی۔ جس کے ججوں میں ایک میں بھی تھا۔ پیرس کے بہترین ہوٹل میں داخل ہوکر ہم اس مقام کی طرف بڑھے جہاں وہ تقریب منعقد ہونی تھی۔ لوگ باہر کھڑے نظر آئے۔ بعضوں نے ھیلو کہا۔ بعض مجھے دیکھ کر آپس میں کچھ کہنے سننے لگے۔ منتظم میرے پاس آئے اور گھسے پٹے الفاظ میں میرا تعارف کرایا۔ جو لوگ جانتے تھے مسکرا کر خیر مقدم کیا اور جو نہیں جانتے تھے انہوں نے جاننے کا ڈھونگ کیا اس لئے وہ احمقوں میں شامل نہیں ہونا چاہتے تھے۔

مجھے پچھلی رات والا ''قبیلہ'' یاد آگیا۔ میں نے سوچا کہ سارے احمقوں کو ایک جہاز میں بٹھا کر بیچ سمندر میں لے جاکر روزانہ رات کو پارٹیاں منعقد کی جائیں اور لوگوں کا تعارف کرنا جائے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک انہیں اچھی طرح یہ یاد نہ ہو جائے کہ کون کیا ہے۔

ایسی تقریب میں جولوگ شامل ہوا کرتے ہیں میں نے گروہ بندی کے ساتھ ان کی ایک فہرست مرتب کی۔ دس فی صد تقریب کے ممبران ہوتے ہیں جو ارباب اختیار ہوتے ہیں اور ہمیشہ اپنے فائدے یعنی مال بنانے پر نظر رکھتے ہیں۔ تقریب ختم ہونے سے پہلے ہی نکل جاتے ہیں۔ فضول میں وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ دو فی صد باصلاحیت لوگ ہوتے ہیں جن کا مستقبل روشن نظر آتا ہے۔ وہ ''سہارا بنک'' میں اکاؤنٹ کھولنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ یہ سبھوں سے اچھے سے ملتے ہیں۔ کوئی بھی ان کے لئے ترقی کا سبب بن سکتا ہے۔ تین فی صد کو میں ''ٹوپا مروس'' کہتا ہوں۔ یہ یوروگے کے گوریلا گروپ کا نام ہے۔ یہ لوگ کسی طرح بھی تقریب میں گھس آتے ہیں اور پاگلوں کی طرح رابطہ بڑھانے کی کوشش میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور پچاس فی صد جو بچ گئے وہ ''ٹرے'' ہوتے ہیں۔ میں نے یہ نام اس لئے دیا ہے کہ اس برتن کے بغیر کوئی بھی تقریب مکمل نہیں ہوسکتی۔ ''ٹرے'' قسم کے لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں کیا ہورہا ہے۔ وہ بس اتنا جانتے ہیں کہ شرکت اہمیت رکھتی ہے۔ مہمانوں کی فہرست میں ان لوگوں کو اس لئے شامل رکھا جاتا ہے کہ تعداد ہی تقریب کی کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے۔ یہ سب ''سابقہ'' ہی ہوتے ہیں۔ سابق بینکر، سابق ڈائریکٹر، ان کے علاوہ کاؤنٹ، شہزادے اور دیگر عمائدین شہر۔ حیرت ہے اکتاتے نہیں۔

میں نے دل ہی میں جب اس موضوع پر اپنا تبصرہ مے ری کو سنایا تو اس نے جواب میں کہا کہ جس طرح بعض لوگ کام کے عادی ہوجاتے ہیں اسی طرح بعض لوگ ہوئی چوئی میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اگرچہ دونوں گروہ مسرتوں سے دور ہوتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ زندگی میں کوئی کمی ہے لیکن اس مخصوص برائی کو چھوڑ نہیں سکتے۔

سینما اور لٹریچر پر کانفرنس کے منتظموں میں سے ایک سے میں باتیں کررہا تھا کہ ایک خوبصورت سنہری بالوں والی نوجوان لڑکی میرے پاس آئی اور کہنے لگی اسے A Time... بہت پسند آئی ہے۔ اس کا تعلق بالٹک مما لک سے تھا۔ وہ ٹوپا مروس قسم کی لڑکی تھی۔ مجھ سے بات کرتے کرتے منتظم سے بھی مخاطب ہوگئی۔ بتایا کہ فلم میں کام کرتی ہے۔ دراصل وہ فلمی تبصرے لکھتی تھی اس نے آئندہ کانفرس میں دعوت کا سوال اٹھایا۔ منتظم نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ بالٹک مما لک سے مشہور پبلشر کو دعوت دی چکی ہے۔

یہ چونکہ ادب پر تقسیم انعامات کی تقریب تھی۔ اس لئے آخری تین قسم کے حاضرین کا تعلق ادب و آرٹ سے تھا۔ ممبران نے تقریب کے انعقاد میں مالی مدد کی تھی۔ اس کے علاوہ یہ لوگ ادب، موسیقی وغیرہ کی اشتہاری سرپرستی بھی کرتے ہیں۔ تقریب ایک کرتا دھرتا اسٹیج پر آیا اور دو ایک مزاحیہ جملے کے بعد اعلان کیا کہ لوگ اپنی سیٹوں پر بیٹھ جائیں۔ پروگرام کا آغاز کیا جاتا ہے۔

مجھے ایک اونچے مقام پر ایک کار کمپنی کی لیڈی ڈائریکٹر اور ایک دولتمند خاتون کے درمیان بٹھایا گیا۔ حیرت کی بات یہ تھی ان دونوں عورتوں کے لباس اکسانے والے نہیں تھے۔ میز کے دوسرے مہمانوں میں خوشبو تیار کرنے والی کمپنی کے ڈائریکٹر، ایک عرب شہزادہ، ایک اسرائیلی بینکر، مناکو میں فرانس کا قونصل اور ایک حسین عورت شامل تھی۔ ممکن ہے یہ حسین عورت کسی منتظم کی آئندہ ہونے والی بیوی ہو۔

مجھے بار بار عینک پہننی اور اتارنی پڑ رہی تھی۔ اور چپکے چپکے ان ناموں پر نظر دوڑانی پڑ رہی تھی میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ مے ری ضابطے کے مطابق دوسری میز پر تھی۔ تاریخ میں غالباً کسی نے یہ فیصلہ کر دیا ہوگا کہ اس موقع پر میاں، بیوی ایک ساتھ نہیں بیٹھیں گے۔ شاید اس خیال سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر ساتھ ہوں گے تو گپ شپ میں لگ جائیں گے۔ اگر یہی بات ہے تو پھر ٹیکسی منگوانے اور تقریب میں شرکت کی ضرورت ہی کیا ہے؟

حسب توقع مختلف موضوعات پر بات چیت کا سلسلہ ہوا۔ ثقافت، نمائش اور ذہانت پر بات ہوئی۔ پھر مجھ پر سوالات کی بوچھار ہوئی۔ نئی کتاب کیسے چل رہی ہے۔ مجھے ترغیب کہاں سے ملتی ہے۔ کوئی نئی کتاب لکھنا شروع کی۔ پھر سیاسی اور ثقافی مسائل زیر بحث آئے۔

''ہم کسی اور موضوع پر بات کیوں نہیں کرتے؟''

یہ سوال اچانک غیر ارادی طور پر میری زبان پر آ گیا۔ سب لوگ خاموش ہو گئے۔ اس طرح کی مداخلت بہر حال بے جا تھی اور اپنی جانب توجہ مبذول کرانا تو اور بھی نامناسب تھا۔ لیکن گذشتہ رات گداگروں کے ساتھ پیرس کی سڑکوں پر پھرنے کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہوگئی تھی کہ میں اس طرح کی باتیں برداشت نہیں کر پایا۔

''جب اپنی تمام خواہشات کو بالائے طاق رکھ کر جو کچھ پاس ہے اس پر قناعت

کرتے ہیں تو ہم اپنے احساس شکست خوردگی کی بات کرتے ہیں۔''

کسی نے بھی کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میں نے موضوع بدلنے کا فیصلہ کیا۔ ''ہم اس کہانی کو پھیلانے کی اہمیت پر بات کر سکتے ہیں جو ہمیں سنائی گئی ہے اور زندگی کی بالکل مختلف کہانی شروع کر سکتے ہیں۔ ہر روز کوئی مختلف کام کریں۔ مثلاً ریسٹوران میں قریب بیٹھے ہوئے شخص سے باتیں کرنا، ہسپتال جانا، دوسروں کی باتوں کا خیال کرنا، محبت کی قوت کو کسی جگ میں ڈال کر کسی کونے میں رکھ دینے کی بجائے اسے آزادی کے ساتھ پھیلانا۔''

''کیا آپ ناجائز تعلقات کی بات کرر ہے ہیں؟'' خوشبو والی فیکٹری کے ڈائریکٹر نے دریافت کیا۔

''نہیں، میرا مطلب یہ ہے آپ خود کو محبت کا مالک نہیں، غلام بنالیں۔ آپ کسی کے ساتھ اس لئے رہتے ہیں کہ حقیقتاً آپ اس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ محض اس لئے نہیں کہ رسم و روایات کی وجہ سے رہتے ہیں۔''

بڑی نفاست اور ہلکے سے طرز کے ساتھ منا کو میں فرانس کے قونصل نے مجھے یقین دلایا کہ ہماری میز پر بیٹھے ہوئے سب ہی لوگ اس حق اور آزادی کو استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ہر شخص اسے مانتا ہے مگر کوئی اسے سچ نہیں سمجھتا۔

''سیکس'' خوبصورت عورت نے زور سے کہا جس کے بارے میں کسی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ یہاں کیوں ہے۔ ''ہم سیکس کے متعلق بات کیوں نہیں کرتے جو بہت زیادہ دلچسپ اور بہت کم پیچیدہ ہے۔''

کم از کم اس کی یہ بات بے ساختہ تھی۔ میرے قریب بیٹھی ہوئی عورتوں میں ایک نے برا سا منہ بنایا۔ میں نے سراہا۔

''سیکس بلاشبہ بہت دلچسپ ہے مگر میں نہیں جانتا کہ گفتگو کے لئے یہ ایک مختلف موضوع بھی ہوسکتا ہے۔ مزید یہ کہ اس پر بات کرنا ممنوع نہیں ہے۔''

''یہ انتہائی برا مذاق ظاہر کرتا ہے۔'' پڑوس میں موجود کسی ایک نے ٹوکا۔

''کیا یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ کیا ممنوع ہے؟'' بے آرام ہوتا ہوا منتظم نے پوچھا۔

''مثال کے طور پر پیسہ۔ میز سے لگ کر بیٹھے ہوئے ہم میں سے ہر ایک پاس دولت یا کم از کم ایسا معلوم تو ہوتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ دولت کی بنا پر ہم سب یہاں

مدعو ہیں ، ساتھ البتہ شہرت اور اثر و رسوخ بھی شامل ہیں۔ لیکن ہم میں کسی نے ایسے موقع پر یہ جاننے کی کوشش کی کہ کس نے کتنا کمایا ہے؟ ہم سب اپنے آپ کو مطمئن اور اہم سمجھتے ہیں ہم اپنی دنیا کو اپنی سوچ کے مطابق دیکھنے کی بجائے اس طرح سے کیوں نہیں دیکھتے ہیں جو وہ ہے؟''

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' کار کمپنی کے ڈائریکٹر نے سوال کیا۔

''یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ میں اس کا آغاز ٹوکیو کے بار میں بیٹھے ہوئے ھینس اور فرٹز کی گفتگو سے کرتا ہوا ایک منگولیائی خانہ بدوش کی باتوں تک بیان کرسکتا ہوں جس کا کہنا ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو پہچاننے کے لئے یہ بھولنا پڑے گا کہ ہم اپنے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔''

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔''

''یہ میرا قصور ہے۔ میں نے وضاحت سے کام نہیں لیا۔ آئیں ہم دو اور دو چار کی طرف آجائیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم جو اس اونچے مقام پر میز کے سامنے بیٹھے ہیں ہم میں ہر ایک نے رقم کی صورت میں کتنا کمایا ہے۔''

کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ شاید میرا نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھا۔ سب ہی لوگ حیرت زدہ نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے۔ کسی کی مالی پوزیشن کے متعلق سوال سیکس سے زیادہ برا گردانا جاتا ہے۔ پارلیمانی سازش ، بدعنوانی اور غداری سے زیادہ ناپسند کیا جاتا ہے۔

بہر حال عرب شہزادہ جو شاید ان باتوں سے اکتا گیا تھا یا شاید اس دن اس کے ڈاکٹر نے کہہ دیا ہوگا کہ وہ جلد ہی مرنے والا ہے یا پھر کسی اور وجہ سے جواب دینے کے لئے تیار ہو گیا۔

''میں تقریباً 20000 یورو فی ماہ کماتا ہوں۔ اس کا انحصار میرے ملک کی پارلیمانی منظوری پر ہوتا ہے۔ اس کا تعلق سارے اخراجات سے نہیں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے تفریحی الاؤنس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ سفارتخانے کی کار اور شوفر یہاں میرے کام آرہے ہیں۔ میرے لباس سرکاری ہیں۔ کل میں دوسرے یورپی ملک کا سفر کروں گا۔ اس کے لئے جٹ طیارے سارے اخراجات تفریحی الاؤنس کی مد میں جائے گا۔'' اور پھر آخر میں کہا۔ ''ظاہری حقیقت بعینہ سائنس نہیں ہوتی ہے۔''

اگر شہزادہ اتنی کھلی کھلی باتیں کرسکتا تھا اور میز میں ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں میں خود کو اتنا اہم ظاہر کرسکتا تھا تو دوسرے لوگ خاموش رہ کر اسے پریشانی میں نہیں ڈال سکتے تھے۔ سوال اور پریشانی کے اس کھیل میں انہیں بھی حصہ لینا پڑا۔ ''مجھے ٹھیک ٹھیک تو نہیں معلوم کہ کتنا کماتا ہوں۔'' منتظم نے کہا جس کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ ''یہی دس ہزار یورو ماہانہ ہوں گے۔ ہاں مجھے بھی مختلف تنظیموں کی سربراہی کی وجہ سے تفریحی الاؤنس ملتے ہیں۔ جس میں ڈنر، لنچ، ہوٹل، ہوائی جہاز کے ٹکٹ وغیرہ شامل ہیں۔ البتہ میرا کوئی پرائیوٹ طیارہ نہیں ہے۔''

شراب ختم ہو چکی تھی اس نے اشارہ کیا اور گلاس بھر گئے۔ اب کار کمپنی ڈائریکٹر کی باری تھی۔ اسے پہلے تو اتفاق نہیں تھا لیکن اب خوش خوش بول رہا تھا۔ ''میری آمدنی بھی اتنی ہی ہوگی اور تفریحی الاؤنس کی بھی کوئی حد مقرر نہیں۔''

ایک ایک کر کے سبھوں نے اپنی آمدنی بتادی۔ بینکر کی آمدنی سب سے زیادہ تھی۔ ایک کروڑ یورو سالانہ مزید شیئر بھی تھے جس کی قدر مسلسل بڑھ رہی تھی۔ جب اس خوبصورت عورت کی باری آئی جس کا تعارف نہیں کرایا گیا تھا تو اس نے جواب دینے سے انکار کردیا۔ ''یہ میرے راز کی بات ہے اور دوسروں کو جاننے کا کوئی حق نہیں۔'' منتظم نے بات کاٹی۔ ''آپ کا کہنا درست ہے۔ لیکن ہم محض ایک کھیل میں حصہ لے رہے ہیں۔''

اس عورت نے کھیل میں شامل ہونے سے انکار کردیا۔ اور اس طرح اس نے خود کو دوسروں سے اوپر کرلیا کہ اس نے اپنا راز افشا نہیں کیا لیکن حقارت آمیز نظروں سے بچ بھی نہیں پائی۔

ناگزیر طور پر سوال میری جانب آیا۔ ''اس کا انحصار حالات پر ہے۔ اگر سال میں نئی کتاب شائع ہوتی ہے تو میری آمدنی پچاس لاکھ ڈالر ہوسکتی ہے۔ اگر کتاب شائع نہیں ہوتی ہے تو رائلٹی سے تقریباً بیس لاکھ ڈالر مل جاتے ہیں۔

''آپ محض اپنی آمدنی ظاہر کرنے کے لئے سوال کرتے ہیں۔'' راز رکھنے والی عورت نے کہا۔ ''جس کی آمدنی سے کوئی بھی متاثر نہیں ہوا۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا اور مجھ پر حملہ کر کے حالات کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''اس کے برعکس۔'' شہزادے نے کہنا شروع کیا۔ ''میری توقع تو یہ تھی کہ آپ

کے پایہ کے رائٹر کی آمدنی بہت ہوگی۔'' میرے لئے جو بات نوٹ کرنے کی تھی وہ یہ تھی کہ وہ عورت پھر رات بھر نہیں بولی۔

روپے پیسے کے ذکر نے بہت سارے taboo ختم کر دئے تھے۔ گلاس تیزی سے خالی ہو رہے تھے۔ ویٹروں کی گردش بڑھ گئی تھی، کمپیئر نشے کے عالم میں اسٹیج پر آیا۔ انعامات کا اعلان ہوا۔ انعامات تقسیم ہوئے۔ میں نے موضوع بدلنے کے لئے ایک اور ممنوعہ بات یعنی جنازے کے بارے میں سوال کرنا چاہا لیکن حالات دیکھ کر ارادہ بدل دیا۔

''آپ لوگوں نے ابھی یورو اور ڈالر کی بات کی تھی۔ لیکن یہ کیا ہوتا ہے اس کا پتہ نہیں ہے۔'' بینکر نے بات بنائی۔ ''کیوں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رنگین کاغذ کے ٹکڑے اور معمولی دھات سے بنے سکے اتنے قدر و قیمت رکھتے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے لاکھوں، کروڑوں ڈالر بجلی کے جھٹکے کی پیداوار ہیں؟''

''ہاں، ہمیں معلوم ہے۔''

''کبھی دولت وہ تھی جو یہ خواتین پہنتی ہیں۔'' اس نے بات جاری رکھی۔ '' زیورات، موتی، قیمتی پتھر، جن کا، مویشی یا غلہ کے مقابلے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا آسان ہوتا تھا۔ تماشہ کی بات یہ ہے کہ ہم آج بھی پرانے قبائیلوں کی طرح اپنی دولت کی نمائش کے لئے زیورات استعمال کرتے ہیں۔''

''یہ ایک قبائلی خاتون ہے۔'' میں نے کہا۔ ''میری جوانی کے دنوں میں لوگ لمبے لمبے بال رکھتے تھے اور آج جسم پر نقش کندہ کراتے ہیں۔ یہ اپنے ہم خیال لوگوں کی پہچان میں مدد کرتے ہیں۔ اگر چہ اس سے کوئی شے خریدی نہیں جا سکتی ہے۔''

''کیا بجلی کے جھٹکوں سے پیدا ہونے والی دولت زندگی کے لئے ایک فاضل گھنٹہ خرید سکتی ہے؟ نہیں، کیا وہ ہمارے ان پیاروں کو واپس لا سکتی ہے جو ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ہیں؟ نہیں، کیا وہ محبت خرید سکتی ہے؟''

''دولت یقیناً محبت خرید سکتی ہے۔'' کار کمپنی کی ڈائریکٹر بول پڑی۔ اس کی آنکھوں سے زبردست افسردگی ظاہر ہو رہی تھی۔ میں نے ایستھر کو سوچا اور وہ بات مجھے یاد آئی جو میں نے انٹرویو دیتے ہوئے صحافی سے کہی تھی۔ ہم امیر، طاقتور اور ذہین لوگ اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ جانتے ہیں کہ اتنی دولت اس لئے کمائی جاتی ہے کہ محبت

اور شفقت حاصل کی جائے۔ اور اس کیساتھ رہا جا سکے جو ہمیں چاہتا ہے۔''

''ہمیشہ نہیں۔'' ڈائریکٹر، خوشبو فیکٹری نے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں، آپ کا خیال صحیح ہے۔ ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا۔ میں دولتمند آدمی ہوں۔ مگر میری بیوی مجھے چھوڑ گئی۔ چھوڑیں، اچھا یہ بتائیں۔ آپ سب لوگوں میں کس کو یہ معلوم ہے کہ دس ڈالر کے نوٹ کے پیچھے کتنی بلیاں اور لیمپ کے کھمبے ہیں؟''

کسی کو بھی معلوم نہی تھا اور نہ ہی کسی کو دلچسپی تھی۔ محبت پر چلی باتوں نے پوری فضا کو مکدر کر دیا تھا۔ لہٰذا پھر ادبی انعامات، نمائش، تازہ فلم اور اس کے ڈرامے کا ذکر چھڑ گیا جو توقع کے خلاف کامیاب رہا تھا۔

''تمہاری میز پر کیا رہا؟''

''کوئی خاص بات نہیں تھی۔''

''سب نے ایک دلچسپ بحث چھیڑ دی تھی۔ موضوع آمدنی اور دولت تھی۔ آخر میں کچھ بے مزہ ہوگئی۔''

''تم کب جا رہے ہو؟''

''میں یہاں سے صبح ساڑھے سات بجے روانہ ہوں گا۔ چونکہ تم خود بھی برلن جا رہی ہو۔ ہم لوگ ایک ٹیکسی میں چلے چلیں گے۔''

''تم کہاں جا رہے ہو؟''

''تم جانتی ہو، میں کہاں جا رہا ہوں۔ تم نے کبھی پوچھا نہیں لیکن تم جانتی ہو۔''

''ہاں۔ میں جانتی ہوں۔''

''اسی طرح جیسے تمہیں معلوم ہے کہ اس لمحے ہم الوداع کہہ رہے ہیں۔''

''ہم اس وقت کو یاد کر سکتے ہیں۔ جب ہم پہلی بار ملے تھے۔ ایک آدمی جو جذباتی طور پر میری طرح بکھرا ہوا تھا۔ اسے اس کی محبوبہ چھوڑ گئی تھی۔۔۔ میں نے کبھی جو تم سے کہا تھا اسے دہرا سکتا ہوں۔ میں تلخ انجام تک لڑتا رہوں گا۔ ہاں میں لڑا اور ہار گیا۔ اب مجھے اپنے زخموں سمیت چھوڑنا پڑے گا۔''

''میں بھی لڑی اور ہار گئی۔ جو میں نے اڈھیر دیا اسے سینے کی کوشش نہیں کر رہی ہوں۔ تمہاری طرح میں تلخ انجام تک لڑنا چاہتی ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے

ہر دن تکلیف میں گذارا ہے؟ میں مہینوں پریشانیوں میں رہی ہوں کہ یہ دکھا سکوں کہ میں تمہیں کتنا چاہتی ہوں۔ جب تم میرے پاس ہوتے ہو تو کتنا اچھا لگتا ہے۔ لیکن اب میں نے فیصلہ کرلیا ہے خاص کر زغریب کی رات کے بعد جو بھی ہو مجھے سب قبول ہے۔ میں حالات پر قابو پالوں گی۔''

''تم کسی اور کا سہارا لو گی۔ کیوں نہیں، جوان ہوں، خوبصورت ہوں، پسند کئے جانے کے قابل ہوں۔ لیکن تمہارے ساتھ والے تجربات نہیں ملیں گے۔''

''مختلف دوسرے جذبات و تجربات سے ضرور گزرو گی۔ یقین کرو یا نہیں جب بھی ہم ساتھ رہے ہیں۔ میں نے تم سے محبت کی ہے۔''

''یقیناً کی ہوگی لیکن اس سے میرے دکھ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ ہم کل الگ الگ ٹیکسی میں جائیں گے۔ مجھے ہوائی اڈے یا اسٹیشن سے الوداع کہنا قابل نفرت لگتا ہے۔''

اتھاکہ کو واپسی

''ہم آج اور کل رات یہیں سوئیں گے۔ آئندہ سفر گھوڑے کے ذریعے جاری رکھیں گے۔ اس میدانی علاقے کی ریت کے لئے میری کار مناسب نہیں ہے۔''

ہم لوگ اس قسم کے بنکر میں تھے جو دوسری جنگ عظیم کی باقیات لگ رہا تھا۔ ایک شخص، اس کی بیوی او رنواسی / پوتی نے خوش آمدید کہا اور ہمیں ایک سادہ اور صاف ستھرے کمرے میں لے گئے۔

ڈوس نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''اور ہاں کوئی نام چننا نہ بھولیں۔''

''میرے خیال میں یہ ضروری نہیں ہے۔'' میخائل نے کہا۔

''یقیناً ضروری ہے۔'' ڈوس نے اصرار کیا۔ ''میں حال ہی میں ان کی بیوی کے ساتھ تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ کیا سوچتی ہیں، انہوں نے کیا سیکھا ہے اور کیا توقع رکھتی ہیں۔''

ڈوس کی آواز میں سختی اور شرافت تھی۔ ہاں میں کوئی نام رکھ لوں گا اور وہی کروں گا جو وہ کہے گا۔ میں اپنی ذاتی تاریخ کو رد کرتا ہوں اور نئی کہانی کا آغاز کروں گا۔ خواہ اس کا سبب میری تھکاوٹ ہی کیوں نہ ہو میں کافی تھک گیا تھا۔ گذشتہ رات زیادہ سے زیادہ دو گھنٹہ سویا تھا۔ وقت کے درمیان فرق سے میرا جسم ابھی تک مانوس نہیں ہوا تھا۔ میں مقامی وقت کے مطابق علما عطی میں رات کے گیارہ بجے پہنچا تھا۔ اس وقت فرانس میں شام کے چھ بجے ہوں گے۔ میخائل مجھے ہوٹل میں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے تھوڑی دیر جھپکی لی تھی کہ رات کے پچھلے پہر آنکھ کھل گئی۔ میں نے نیچے بتیاں جلتی دیکھیں اور مجھے پیرس یاد آ گیا۔ میں بھوکا تھا۔ میں نے روم سروس سے کہا کہ کھانے کے لئے کوئی بندوبست ہوسکتا ہے۔ ''جی بالکل ہوسکتا ہے لیکن اس وقت آپ سونے کی کوشش کریں تو

بہتر ہوگا۔ اگر آپ سوئے نہیں تو آپ کا جسم یہاں کے وقت سے ہم آہنگ نہ ہو پائے گا۔''

نیند نہ آنا میرے لئے سب سے بڑی تکلیف دہ بات ہے۔ میں نے سینڈوچ کھائے اور سیر کو نکل گیا۔ میں نے حسب معمول ری سپشن سے پوچھا تھا کہ ''اس وقت واک کے لئے باہر جانا کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے؟'' معلوم ہوا کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں خالی سڑکوں، تنگ گلیوں اور چوڑی شاہراہوں کا چکر لگاتا رہا۔ یہ کسی بھی بڑے شہر کی طرح کا ایک شہر تھا۔ اشتہاری روشنیاں جل بجھ رہی تھیں۔ پولیس کی گاڑی ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔ کوئی بھکاری ادھر تھا تو کوئی بیسوا ادھر۔ اپنی غلط فہمی کو دور رکھنے کے لئے کہ میں پیرس ہی کے نامعلوم علاقے میں پھر رہا ہوں۔ میں نے زوردار آواز میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ۔ ''میں قزاقستان میں ہوں۔''

جواب آیا۔ ''ہاں آپ قزاقستان میں ہیں۔'' میں حیرت میں پڑ گیا۔ رات کہ اس آخری پہر میں میری بینچ پر ہی بیٹھے ایک شخص نے یہ جواب دیا تھا۔ اپنے ایک تھیلہ کے ساتھ وہ شخص بھی پارک میں موجود تھا۔ وہ مجھ سے ملا۔ اپنا تعارف کرایا۔ اس کا نام جان تھا اور وہ ہالینڈ سے آیا تھا۔

''میں جانتا ہوں، آپ کیوں یہاں آئے ہیں۔'' کہیں وہ میخائل کا دوست تو نہیں ہے؟ یا پولیس کا سراغرساں؟

''جی، میں یہاں کیوں آیا ہوں؟''

''میری طرح آپ یہاں سلک روڈ (شاہراہ ریشم) طے کرتے ہوئے استنبول سے یہاں آئے ہیں۔''

میں نے اطمینان کا سانس لیا اور بات چیت جاری رکھی۔ ''میرا خیال ہے کہ آپ نے پورے ایشیا کو پار کرتے ہوئے پیدل ہی سفر طے کیا ہے؟''

''اصل میں مجھے اس کی ضرورت تھی، میں اپنی زندگی سے مطمئن تھا۔ میرے پاس دولت ہے اور بیوی ہے، بچے ہیں۔ روٹردیم میں بنیاں سازی کا کارخانہ ہے۔ ایک وقت مجھے محسوس ہوا کہ میں اتنی محنت کیوں کر رہا ہوں۔ اپنے کنبے کے استحکام کے لئے۔ اب مجھے کوئی یقین نہیں۔ جس شے سے کبھی مجھے خوشی ملتی تھی وہ اب مجھے بور کر دیتی

ہے۔ اکتا دیتی ہے۔ اپنی شادی کی خاطر، بچوں کی محبت کے لئے اور اپنے کام میں دل لگانے کا جواز پیدا کرنے کے لئے میں نے فیصلہ کیا کہ دو ماہ کی فراغت پہ نکل جاؤں اور اپنی زندگی کا ایک طویل جائزہ لوں۔ نتیجہ اچھا ہی نکل رہا ہے۔''

''میں بھی گذشتہ چند ماہ سے یہی کر رہا ہوں۔ آپ کی طرح اور بھی لوگ ہیں یاترا پر نکلے ہوئے ہیں۔''

''بہت سے لوگ ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ان ممالک کے سیاسی حالات خطرناک ہیں۔ لوگ مغربی لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔ جاسوس نہ ہوں تو یاتریوں کا بہر حال لحاظ و خیال کرتے ہیں۔ بحرحال آپ کی باتوں سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ آپ مختلف وجوہ کی بنا پر یہاں آئے ہیں۔ آپ وجہ بتانا پسند کریں گے؟''

''وجہ وہی ہے جو آپ کی ہے۔ میں ایک مخصوص راستہ کی منزل تک پہنچنے کے لئے آیا ہوں۔ کیا آپ کو بھی نیند نہیں آئی؟''

''ابھی ابھی میں جاگا ہوں۔ صبح سویرے سفر کا آغاز دوسرے شہر میں جلد پہنچا دیتا ہے۔ ورنہ مجھے اس علاقہ کی سرد ہواؤں میں رات گزارنی ہوتی ہے۔''

''خدا کرے، آپ کا سفر اچھا کٹے۔''

''نہیں۔ ذرا ٹھہریں۔ میں آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے تجربات سنانا چاہتا ہوں۔ اکثر یاتری انگریزی نہیں بولتے۔''

اور اس نے اپنی کہانی سنانی شروع کی اور میں یہ یاد کرنے کی کوشش میں لگ گیا کہ شاہراہ ریشم کے متعلق میں کیا جانتا ہوں۔ یہ اب کمرشل روٹ ہے جو یورپ کو مشرقی ممالک سے ملاتا ہے۔ اس روایتی شاہراہ کا آغاز بیروت سے ہوا تھا جو انٹی اوک سے گزرتی ہوئی چین میں دریائے یانکسی کے ساحلوں تک جا پہنچی۔ لیکن وسطی ایشیا سے اس نے مکڑی کے جال جیسی شکل اختیار کی، جہاں تجارتی منڈیاں بن گئیں جو آگے چل کر شہر بن گئیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے شہر قبائل جھگڑوں سے تباہ بھی ہوئے اور آباد بھی ہوتے رہے۔ اور ان راستوں سے تقریباً ہر شے گزرتی رہی۔ سونا، جانور، ہاتھی کے دانت، پودے کا بیج، سیاسی تقریبات، خانہ جنگی سے متاثر پناہ گزیں، مسلح رہزن، پرائیوٹ فوج، ریشم کمیاب شے تھی مانگ بہت زیادہ تھی۔ انہی راستوں میں سے کسی ایک سے بدھ

دھرم چین سے ہندوستان پہنچا تھا۔

''تقریباً دوسو ڈالر جیب میں ڈال کر میں انٹی اوک سے چلا۔'' ڈچ باشندہ نے کہا۔ پھر اس نے اپنے سفر کی تفصیلات میں پہاڑی، قبیلوں اور مختلف ملکوں کا ذکر کیا اور کہا۔ ''پھر مجھے اپنے آپ کو سنبھالا دینے کی ضرورت پیش آئی۔ آپ نے میرا مطلب سمجھا؟''

''ہاں، سمجھا۔''

''مجھے بھیک مانگنا پڑا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ لوگ میرے اندازے سے زیادہ فراخدل نکلے۔''

بھیک مانگی۔ میں نے اس کے تھیلے اور کپڑے پر نظر دوڑائی۔ میخائل کے قبیلے والی علامت نظر نہ آئی۔

''آپ کو پیرس میں کسی آرمینی ریسٹوران میں جانے کا اتفاق ہوا؟''

''نہیں، آرمینی ریسٹوران میں جاتا رہا ہوں لیکن پیرس میں نہیں گیا۔''

''کیا آپ میخائل نام کے کسی شخص کو جانتے ہیں؟''

''ان علاقوں میں یہ نام عام ہیں۔ اگر کسی میخائل سے میری ملاقات ہوئی ہوگی بھی تو ابھی وہ مجھے یاد نہیں۔ افسوس اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کرسکتا۔''

''نہیں۔ مجھے آپ سے کوئی مدد درکار نہیں۔ مجھے چند واقعات کی یکسانیت پر حیرت ہورہی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو ایک دوسرے کی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ان پر ایک ہی انداز سے عمل کرتے ہیں۔

''جب آپ ایسے سفر کا آغاز کرتے ہیں تو سب سے پہلے جو احساس ہوتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ یہ ختم نہیں ہوگا۔ پھر خطرے کا احساس ہوتا ہے اور بعد ازاں بیکسی کا اور پھر سارا وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ ترک کردیں۔ ہر عمل اگر آپ ایک ہفتہ گزار لیتے ہیں تو پھر آخر تک جاری رکھتے ہیں۔''

''میں ایک یاتری کی طرح ایک ہی شہر کی سڑکوں پر چکر کاٹتا رہا ہوں اور کل ہی میں ایک دوسرے شہر آیا ہوں۔ کیا میں آپ کے حق میں دعا کرسکتا ہوں؟'' اس نے میری جانب عجیب نظروں سے دیکھا۔

"میں کسی مذہبی خیال کے تحت سفر نہیں کر رہا ہوں۔ کیا آپ پادری ہیں؟"

"نہیں، میں پادری نہیں ہوں۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ میں آپ کے حق میں دعا کروں۔ آپ جانتے ہیں کہ بعض باتیں مذاق نہیں ہوتیں۔"

جان نام کا ڈچ باشندہ نے جس سے کبھی اور ملاقات نہیں ہوئی، سر جھکالیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے اپنے ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھے اور اس کی سمجھ میں آنے والی اپنی مقامی زبان میں دعا کی کہ وہ خیر وخوبی کے ساتھ اپنی منزل پالے اور سلک روڈ پر ہی اپنے غم اور بے معنی زندگی کے احساس کو چھوڑ جائے۔ میں نے مزید دعا کی خدا کرے وہ چمکتی آنکھوں اور دھلی ہوئی صاف روح کے ساتھ اپنی فیملی سے جا ملے۔

اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اپنا تھیلا اٹھایا اور چین کی جانب روانہ ہو گیا۔ میں یہ سوچتا ہوا اپنے ہوٹل چلا گیا کہ میں نے اپنی ساری زندگی میں کبھی کسی کے لئے دعا نہیں کی۔ میں نے کسی لامعلوم ترغیب پر عمل کیا ہے۔ میری دعا قبول ہو گی۔

دوسرے دن میخائل اپنے دوست ڈوس کے ساتھ آیا جو ہمارے ساتھ ہو گا۔ ڈوس کے پاس کار تھی، وہ میری بیوی کو جانتا تھا اور علاقے سے واقف تھا اور یہ اس وقت بھی ہو گا جب میں اس گاؤں میں پہنچوں گا۔ جہاں ایستھر رہتی ہے۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگا۔ ایک تو میخائل تھا ہی اور اب اس کا دوست بھی آ گیا۔ اور جب تک ہم لوگ اس گاؤں میں پہنچیں گے ایک اچھی خاصی بھیڑ شور کرتی روتی گاتی تماشہ دیکھنے کے لئے میرے سامنے ہو گی لیکن میں اس قدر تھکن سے چور تھا کہ کچھ کہہ نہ سکا البتہ اتنا سوچا ضرور کہ کل میخائل کو اس کا وعدہ یاد دلاؤں گا کہ عین ملاقات کے وقت میرے سوا کوئی اور نہیں ہو گا۔

ہم لوگ کار میں سوار ہوئے اور کچھ دیر تک سلک روڈ پر ہی چلے۔ انہوں نے اس روڈ کے بارے میں مجھ سے پوچھا۔ میں نے گذشتہ رات والے یاتری کا ذکر کیا۔ ان لوگوں نے بتایا کہ اس طرح کے سفر روز بروز بڑھ رہے ہیں اور بہت جلد ملک کے ٹورسٹ انڈسٹری کو کافی فائدہ ہو گا۔ دو گھنٹے کے بعد ہم شاہراہ سے چھوٹی سڑک پر آئے اور اس بنکر تک آ گئے۔ جہاں اب ہم ہیں۔ مچھلی کھا رہے ہیں اور نرم، سرد ہواؤں کی موسیقی سن رہے ہیں۔

''ایستھر ہمارے لئے بڑی اہم شخص تھیں۔'' ڈوس نے اپنی میٹنگ کا ایک فوٹو دکھاتے ہوئے کہا۔ جس میں خون آلود کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی شامل تھا۔ ''میں بھی اولیک کی طرح یہاں سے جانے کا خواب دیکھا کرتا تھا۔۔۔''

''تم مجھے میخائل ہی بولا کرو، ورنہ پھر دشواری ہوگی۔''

''اپنی عمر کے بہت سے لوگوں کی طرح میں بھی یہاں سے جانے کا خواب دیکھا کرتا تھا۔ ایک دن اولیک ۔نہیں میخائل نے مجھے فون کیا کہ اس کی محسنہ مہمان آرہی ہیں۔ وہ اس علاقہ میں کچھ دن قیام کریں گی۔ میں ان کی مدد کروں۔ میں اپنے لئے ایک اچھا موقع سمجھ کر تیار ہوگیا۔ شاید میں بھی ان سے ویزا، ہوائی جہاز کے ٹکٹ اور فرانس میں ملازمت کی سہولتیں حاصل کرلوں۔ انہوں نے مجھے ایک دور دراز گاؤں میں ساتھ چلنے کو کہا۔ جہاں وہ پہلے بھی جا چکی تھیں۔ میں نے کوئی سوال نہیں کیا۔ بس وہی کیا جو انہوں نے کہا۔ راستے میں ایک خانہ بدوش کے گھر جانے پر اصرار کیا۔ جہاں وہ برسوں پہلے جا چکی تھیں۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ میرے دادا تھے! یہاں کی روایات کے مطابق ان کی مہمان نوازی کی گئی۔ میرے دادا نے انہیں بتایا کہ وہ خود کو دکھی کرتی ہیں لیکن حقیقت میں ان کی روح خوش اور آزاد ہے۔ اور محبت کی قوت پھر پیدا ہوچکی ہے۔ دادا نے یقین دلایا کہ اس کا اثر پوری دنیا بشمول ان کے پڑے گا۔ میرے دادا نے انہیں اس علاقے کی ثقافت سے متعلق بہت سی باتیں اور باقی باتیں بتانے کے لئے مجھے کہہ دیا۔ آخر میں دادا نے فیصلہ کیا کہ انہیں نام بد کی ضرورت نہیں حالانکہ یہ روایت کے خلاف تھا۔ اور اس طرح وہ میرے دادا سے تعلیم حاصل کررہی تھیں اور میں ان سے ۔ آخر میں یہ محسوس کیا کہ میخائل کی طرح مجھے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لق و دق خالی میدانی علاقے میں میرا مشن یہ ہونا چاہئے کہ یہاں کے رنگ وروپ کو سمجھوں اور انہیں اپنی مصوری میں نمایاں کروں۔''

''میری بیوی کی تعلیم کی بات میرے پلے نہیں پڑی۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے دادا نے ہمیں ساری باتیں بھول جانے کو کہا۔''

''میں آپ کو کل دکھاؤں گا۔'' ڈوس نے جواب دیا۔

اور دوسرے دن واقعی اس نے دکھایا۔ میرے سامنے بے کراں لق و دق میدانی

علاقہ تھا جو بظاہر ایک ریگستان نظر آرہا تھا۔ درحقیقت زندگی سے بھرپور اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں چھپی ہوئی مخلوقات سے بھری پری سرزمین تھی۔ میں نے پھیلا ہوا افق دیکھا، وسیع و عریض خالی زمین دیکھی، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی، خاموش چلتی ہوئی ہوا محسوس کی اور پھر ہمارے چاروں طرف کچھ بھی نہیں رہا، بالکل خالی خالی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا نے اپنے بے پناہ پھیلاؤ، سادگی اور گھمبیرتا کو ظاہر کرنے کے لئے اس جگہ کو چنا ہو۔ ایسا لگتا تھا کہ ہمیں خود بھی اس علاقے کی مانند خالی، بے کراں اور ساتھ ہی ساتھ زندگی سے بھرپور ہو جانا چاہئے۔

میں نے نیلے آسمان کو دیکھا۔ کالی عینک اتاری اور خود کو روشنیوں سے پر کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور یہ احساس اجاگر ہوا کہ ہم کہیں بھی نہیں ہیں اور ہر جگہ ہیں۔ خاموشی سے گھوڑوں پر سوار ہم چلتے رہے۔ گھوڑوں کو پانی پلانے کے لئے رکتے بھی رہے۔ کبھی کبھی دور سے گھوڑا سوار بھی نظر آئے یا اپنے گلے کے ساتھ چرواہے بھی خطے کے فریم میں لگے معلوم ہوئے۔

میں کہاں جا رہا تھا؟ مجھے ذرا بھی معلوم نہیں تھا اور مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ میں جس عورت کی تلاش میں تھا وہ اس بیکراں مکاں میں کہیں ہے۔ میں اس کی روح کو چھو سکتا ہوں، قالین بنتی ہوئی اس کے کنگن کی آواز میرے کانوں تک آسکتی ہے۔ اب میں نے جانا کہ اس جگہ کا انتخاب کیوں کیا۔ یہاں اس کی توجہ کو بہکانے والی کوئی شے نہیں تھی۔ یہ خالی پن ہی تھا جس کا اسکو چاؤ تھا۔ یہاں کی ہوا اس کے دکھ کو آہستہ آہستہ اڑا لے جائے گی۔ کیا کبھی اس کے گمان میں بھی ہوگا کہ ایک دن گھوڑے پر سوار ہو کر میں اس کے پاس آؤں گا؟

آسمان سے آئی ہوئی جنت کی سی کیفیت میرے اندر پیدا ہوئی۔ میں نے اپنی زندگی کے ناقابل فراموش لمحات سے گزرتا محسوس کیا۔ یہ ایک ایسا احساس تھا جو میں عیاں طور پر اس وقت محسوس کرتا تھا جب کوئی کرشماتی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ میں یہاں ہوں، میرا کوئی ماضی نہیں ہے۔ کوئی مستقبل نہیں۔ بس صبح کا وقت ہے، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز ہے۔ نرم نرم ہوا جسم کو چھو کر گزر رہی ہے۔ مجھ پر ایک نشہ طاری ہے۔ میں شکر گزار ہوں کہ میں زندہ ہوں، میں خاموشی کے ساتھ فطرت کی آواز سنتا ہوا دعا

مانگتا ہوں اور یہ مانتا ہوں کہ نادیدہ دنیا ہمیشہ خود کو دیدنی دنیا کے روپ میں اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔

میں نے آسمان سے چند سوال کئے۔ وہی سوال جو بچپن میں اپنی ماں سے پوچھا کرتا تھا۔

ہم بعض لوگوں سے محبت اور بعض لوگوں سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟

مرنے کے بعد ہم کہاں جاتے ہیں؟

آخر کار ہمیں مرنا ہوتا ہے تو پھر ہم پیدا کیوں ہوتے ہیں؟

خدا کے معنی کیا ہیں؟

ماحول ہواؤں کے تسلسل سے گونج رہا تھا اور بس۔ یہ معلوم تھا کہ زندگی کے بنیادی سوالوں کا جواب کبھی نہیں ملے گا اور اس کے باوجود زندگی آگے بڑھتی رہے گی۔

دور افق پر پہاڑ نظر آرہے تھے۔ ڈوس نے ہمیں رکنے کو کہا۔ میں نے دیکھا کہ نزدیک ہی کوئی چشمہ بہہ رہا تھا۔ ہم یہیں پڑاؤ ڈالیں گے۔'' ہم نے گھوڑوں سے زین اتار لئے اور خیمہ لگا دیا۔ میخائل نے زمین میں کھڈ تیار کرنا شروع کر دیا۔

'' خانہ بدوش یہی کرتے ہیں۔ ایک کھڈا تیار کرتے ہیں اس کی نچلی سطح کو پتھروں سے بھرتے ہیں اور اوپر سارے کناروں پر پتھر ڈال دیتے ہیں۔ اس طرح ہم ایک آتشدان بنا لیتے ہیں جو ہواؤں سے بھی محفوظ رہتا ہے۔''

پہاڑوں اور ہمارے درمیان جنوب سے دھول کا بادل اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ جو گھوڑوں کی رفتار سے پیدا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دونوں دوستوں کی توجہ اس کی جانب مبذول کرائی۔ وہ گھبرائے ہوئے نظر آئے۔ آپس میں بذریعہ روسی زبان تبادلہ خیال کیا۔ ڈوس خیمہ کی درستگی میں لگ گیا اور میخائل آگ جلانے میں مصروف ہو گیا۔

'' آپ لوگ بتائیں گے کہ یہ کیا ہونے جا رہا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

'' ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ چاروں طرف سے ہمیں خالی جگہوں نے گھیر رکھا ہے۔ لیکن آپ نے چرواہے، دریا، کچھوے، لومڑیاں، گھوڑ سوار اور بہت سے دوسری چیزیں

یہ لوگ کہاں سے آتے ہیں؟ ان کے مکانات کہاں ہیں؟ ان کے بھیڑ بکریوں کے جھنڈ کہاں ہیں؟

خالی پن کا احساس ایک دھوکہ ہے۔ ہم مستقل نگرانی کر رہے ہیں اور ہماری نگرانی بھی کی جارہی ہے۔ ایک اجنبی کے لئے جو یہاں کی نشانیاں کو پڑھ نہیں سکتا ہے۔ ہر شے کنٹرول میں ہے۔ وہ یہاں صرف گھوڑوں اور ان کے سواروں کو دیکھ سکتا ہے۔ اور ہم میں سے وہ جو یہاں کا پروردہ ہے تقریباً سب ہی کچھ دیکھ سکتا ہے۔ ہم یہاں کے حالات کو پڑھنا جانتے ہیں۔ دیکھنا صرف یہ ہوتا ہے کہ گھوڑ سوار کیا حرکت کرتے ہیں اور کس جانب جارہے ہیں پرانے زمانے میں قبیلے کی سلامتی اسی علامت پر منحصر ہوتی تھی۔ اس لئے کہ اس وقت دشمنوں، حملہ آواروں اور اسمگلروں کی بھرمار ہوتی تھی۔

اب ایک بری خبر یہ ہے کہ ان لوگوں کو پتہ چل گیا ہے کہ پہاڑوں کے دامن میں واقع ایک گاؤں کی جانب ہم لوگ جارہے ہیں اور لوگوں کو بھیج رہے ہیں کہ ان سنت سائیں کو ہلاک کردیا جائے جو اپنی پیشگوئیوں سے ایک غیر ملکی عورت کا امن خراب کرنے جارہا ہے۔

وہ بہت زور سے ہنسا۔ ''ذرا دیر ٹھہریں، آپ کی سمجھ میں آجائے گا۔''

گھوڑ سوار قریب آتے جارہے تھے۔ تھوڑی دیر میں پتہ چلنے لگا کہ کیا معاملہ ہے۔

''یہ بات تو عجیب وغریب لگی کہ ایک عورت کی پیروی مرد کررہا ہے۔'' مجھ سے رہا نہیں گیا۔

''ہے تو ضرور عجیب وغریب لیکن یہ ہماری زندگیوں کا حصہ ہے۔''

عورت چابک ہلاتی ہوئی ہمارے پاس سے گزری اور مسکرا کر کوئی آواز دیتی ہوئی ڈوس کو سلام کیا۔ پھر ہمارے خیمہ کے گرد چکر کاٹتی رہی۔ پسینے میں شرابور وہ مرد نے بھی مسکراتے ہوئے ہمیں آداب کہا۔ اور مسلسل عورت کو پکڑنے کی کوشش کرتا رہا۔ نینا کو اتنا سنگدل نہیں ہونا چاہئے۔'' میخائل بول پڑا۔ ''یہاں اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔''

''میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔'' ڈوس نے کہا۔ ''مگر اسے اپنا حق اور اچھے گھوڑے کو برقرار رکھنا ہے۔''

''پروہ ہرایک کے ساتھ یہی کرتی ہے۔''

''لیکن میں نے اسے ایک بار گھوڑے سے اتار لیا تھا۔'' ڈوس نے فخریہ انداز میں کہا۔

''یہ ایک قسم کا معاشقہ ہے۔ اسے ہماری زبان میں ''کزکو'' کہا جاتا ہے۔ مطلب ہے۔ ''لڑکی کو نیچے اتارلو۔'' ہم سب ہی اپنے لڑکپن یا جوانی میں اس کھیل میں حصہ لیتے ہیں۔''

مرد نزدیک سے نزدیک تر ہوتا جارہا تھا۔ لیکن گھوڑا پوری طرح جواب نہیں دے پا رہا تھا۔

''بعد میں ہم آپ کو ''ٹنگری'' کے متعلق بتائیں گے جو یہاں کے کلچر کا ایک حصہ ہے۔'' ڈوس نے کہا۔ ''لیکن اس وقت جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک ضروری وضاحت کردوں۔ یہاں اس سرزمین میں عورت بااختیار ہوتی ہے۔ اس کا درجہ پہلا ہے۔ طلاق کی صورت میں اسے آدھا جہیز واپس ملتا ہے خواہ اس نے خود ہی طلاق مانگی ہو۔ جب بھی کوئی مرد کسی عورت کو سفید پگڑی میں دیکھتا ہے۔ معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ماں ہے۔ تو اسے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اور سر جھکا کر احترام ظاہر کرنا پڑتا ہے۔

''لیکن۔ لڑکی کو نیچے اتارلو، سے اس کا تعلق ہے؟''

''پہاڑوں کے دامن میں جو گاؤں ہے وہاں مردوں کے ایک گروہ نے اپنے گھوڑوں کے ساتھ اس لڑکی کے گرد جمع ہوگیا ہوگا۔ لڑکی کا نام نینا ہے۔ وہ اس علاقے کی سب سے زیادہ چہیتی لڑکی ہے۔ اور پھر ''کزکو'' کا کھیل شروع ہوگیا ہوگا۔ یہ قدیم زمانہ کا کھیل ہے۔ اس وقت عورتیں بھی جنگجو ہوتی تھیں۔''

''شادی کے لئے ان دنوں کوئی بھی اپنی فیملی سے مشورہ نہیں کرتا تھا۔ لڑکا اور لڑکی گھوڑوں پر سوار ہوکر یہ کھیل شروع کر دیتے۔ اگر لڑکا ناکام ہوتا تو اسے اچھا گھوڑ سوار سمجھا نہیں جاتا تھا۔ اور یہ اس مرد کے لئے بڑی ذلت کی بات تھی۔ اگر لڑکا قریب جاکر لڑکی کو گھوڑے سے اتارنے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو پھر دونوں کی شادی ہوجاتی تھی۔ اس میں کبھی کبھی لڑکی کی پسند کو بھی دخل ہوجاتا تھا۔''

نینا بہرحال تماشہ کررہی تھی۔ وہ پھر مرد کو کافی پیچھے چھوڑ گئی اور سیدھے گاؤں کی

طرف واپس چلی گئی۔

''وہ اپنی صلاحیت کی نمائش کررہی تھی۔ اسے پتہ ہے کہ ہم لوگ اس گاؤں کی طرف جارہے ہیں۔''

''میرے سامنے دو سوال ہیں۔ پہلا سوال احمقانہ لگتا ہے۔ کیا اب بھی آپ اپنی بیوی اس طرح منتخب کرتے ہیں؟''

''آج کل تو یہ محض ایک کھیل ہے۔'' ڈوس نے جواب دیا۔ ''مغرب میں لوگ اچھے اچھے لباس زیب تن کرتے ہیں، باروں اور کلبوں میں جاتے ہیں۔ یہاں لڑکیوں کو راغب کرنے کے لئے ''کدکو'' کھیلتے ہیں۔ نینا بہت سے نوجوانوں کو شرمندہ کرچکی ہے اور چند ایک کے ہاتھوں گھوڑے سے اتر بھی چکی ہے۔''

''دوسرا سوال۔شاید پہلے سے بھی زیادہ احمقانہ ہے۔ کیا وہ گاؤں جہاں میری بیوی رہ رہی ہے وہ پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے؟'' ڈوس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''یہاں فاصلہ صرف دو گھنٹے کا ہے کیوں نہ ہم جاکر آرام کریں؟ شام سے پہلے ہی ہم وہاں پہنچ سکتے ہیں۔''

''ہاں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ ہم دو گھنٹے کے فاصلہ پر ہیں۔لیکن ہمارا یہاں رات کو قیام کرنے کے دو اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ اگر نینا یہاں نہیں آئی ہوتی تو کوئی سوار ہم سے مل چکا ہوتا اور جاکر ایستھر سے ہمارے بارے میں بتادیا ہوتا۔ تاکہ وہ یہ فیصلہ کرسکیں کہ وہ ہم سے ملنا پسند کریں گی یا نہیں۔ یا وہ کسی دوسرے گاؤں میں چند روز گزارنا چاہیں گی اگر وہ دوسرے گاؤں جاتی ہیں تو پھر ہم ان کے پیچھے نہیں جائیں گے۔'' میرے دل کی دھڑکن رکنے لگی۔

''اس حقیقت کے باوجود کہ میں نے اتنی دور کا سفر طے کیا ہے؟''

''اگر یہ محسوس کرتے ہیں تو پھر آپ نے کچھ بھی نہیں جانا ہے۔ کس بنیاد پر آپ یہ سوچتے ہیں کہ آپ کی کوششیں بارآور ہونی چاہئیں اور جس شخص سے محبت کرتے ہیں وہ آپ کے سامنے فرمانبرداری اور شکر گزاری کا اظہار کرے؟ آپ یہاں اس لئے آئے ہیں کہ اسی راستے پر آپ کو چلنا تھا اس لئے نہیں کہ آپ اپنی بیوی کی محبت خریدنا چاہتے ہیں۔

اس کے الفاظ کس قدر نامناسب تھے لیکن وہ صحیح تھے۔ میں نے اس سے دوسرا سبب دریافت کیا۔

''آپ نے ابھی تک اپنا نام نہیں چنا ہے۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔'' میخائل بیچ میں بولا۔ ''یہ ہمارے کلچر سے واقف نہیں ہیں اور نہ ہی یہ اس کا حصہ ہیں۔''

''میرے لئے یہ بہت اہم ہے۔'' ڈوس نے کہا۔ ''میرے دادا نے کہا تھا کہ میں اس غیر ملکی خاتون کی اسی طرح حفاظت اور مدد کروں جس طرح انہوں نے میری حفاظت اور مدد کی۔ ایستھر نے میری آنکھوں کو جو ٹھنڈک بخشی تھی میں بھی ان کی آنکھوں کو وہی ٹھنڈک دینا چاہتا ہوں۔ انہیں اپنا نام چننا ہوگا۔ اپنے ماضی کے دکھ اور تکلیف کو بھولنا ہوگا اور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ ایک نئے شخص ہیں جو دوبارہ ابھی پیدا ہوئے ہیں بلکہ اب سے انہیں ہر دن دوبارہ پیدا ہونا ہوگا۔ اگر انہوں نے یہ نہیں کیا اور پھر دونوں ایک ساتھ رہنے لگے تو انہیں یہ توقع ہوگی کہ ایستھر ان تمام دکھوں اور تکلیفوں کا معاوضہ ادا کریں گی جو انہوں نے ایستھر کی خاطر برداشت کی ہیں۔ یا جو ایستھر نے انہیں پہنچائی ہیں۔''

''میں نے کل رات نام چن لیا ہے۔'' میں نے کہا۔ ''آج شام تک کہنے کے لئے انتظار کریں۔'' اس نے تجویز دی۔

افق کے نیچے سورج غروب ہونے لگا تھا کہ ہم اس سرزمین کے ایک ایسے علاقے میں گئے جہاں ریتوں سے بہت سے تودے بنے ہوئے تھے۔ میرے کانوں میں ہواؤں کی سنسناہٹ اور دوسری آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میخائل نے بتایا کہ یہ جگہ دنیا کی چند ایسی جگہوں میں سے ایک ہے جہاں ریتوں کے ڈھیر یا تودے گنگناتے ہیں۔

''جب میں پیرس میں تھا میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں بتایا تھا۔ ان لوگوں نے میری باتوں کا یقین اس لئے کیا تھا کہ ایک امریکی کو بھی شاید افریقہ میں اس تجربے سے گذرنا پڑا تھا۔ دنیا میں اس طرح کی صرف تیس مقامات ہیں۔ آج کل سائنسدان ہر بات کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے ان مقامات کی مخصوص بناوٹ

کی بناپر ہوائیں ریتوں کے ذرات کے اندر داخل ہو جاتی ہیں،اور اس طرح کی آوازیں پیدا کر دیتی ہیں۔ پرانے لوگوں کے لئے تو یہ ایک جادوئی بات ہوگی۔ بہرحال یہ بڑی عزت کی بات ہے کہ ڈوس نے آپ کے نام چننے کے لئے اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔''

ہم لوگوں نے ایک ٹیلے کو عبور کرنا شروع کیا۔ ہم جیسے جیسے آگے بڑھ رہے تھے۔ آوازیں تیز ہوتی جارہی تھیں جب ہم سرے پر پہنچے تو جنوب میں پہاڑی سلسلہ اور سامنے لق و دق پھیلی ہوئی سرزمین نظر آئی۔

''مغرب کی جانب رخ کریں اور کپڑے اتار دیں۔'' ڈوس نے کہا۔

میں بلا کچھ کہے اس کی بات مانتا گیا۔ مجھے سردی لگنے لگی۔ مگر انہیں کوئی فکر نہیں تھی۔ میخائل دوزانو ہوکر بیٹھ گیا اور عبادت کرنے لگا۔ ڈوس نے اوپر آسمان کو دیکھا، زمین کو دیکھا، مجھے دیکھا اور اپنے ہاتھ میرے کندھوں پر اس طرح رکھ دئے جیسے میں نے ڈچ باشندے کندھے پر رکھتے تھے۔

''لیڈی کے نام پر میں آپ کو زمین کی نذر کرتا ہوں۔ یہ زمین لیڈی کی ملکیت ہے۔ گھوڑے کے نام پر میں آپ کو دنیا کی نذر کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ دنیا سفر میں آپ کی مدد کرے۔ اس سرزمین کے نام پر جو بے کراں ہے میں آپ کو اس بے پناہ عقل کی نذر کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ آپ کا افق بصیرت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو۔ آپ نے اپنا نام چن لیا ہے اور پہلی مرتبہ اسے ظاہر کریں گے۔''

''میں نے اس بے کراں سرزمین کے نام پر ایک نام چنا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔''صدیوں قبل ایک شاعر نے ایک آدمی کا سفر بیان کیا تھا۔ اس کا نام یولی سیس تھا۔ جب وہ جزیرہ ایتھا کا واپس آرہا تھا جہاں اس کی محبوبہ اس کا انتظار کر رہی تھی، تو اسے بہت سے خطرات اور بحری طوفانوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک مقام پر اسے ایک راکشش سے مقابلہ کرنا پڑا جس کی ایک آنکھ تھی۔ راکشش نے نام پوچھا تو اس نے بتایا ''نوباڈی'' (کوئی نہیں) ان کے درمیان لڑائی ہوئی۔ یولی سیس نے تلوار اس کی آنکھ میں گھسیڑ دی۔ اور غار کے منہ کو پتھر سے بند کر دیا۔ راکشش کے ساتھیوں نے اس کا واویلہ سنا اور مدد کو دوڑے۔ غار کے منہ پر پتھر دیکھ کر پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے۔ جواب آیا ''نوباڈی'' ''نوباڈی'' یہ لوگ واپس چلے گئے اور یولی سیس سفر طے کرتا ہوا

اپنی محبوبہ کے پاس پہنچا۔

''تو پھر آپ کا نام یولی سیس ہے؟''

''میرا نام ''نوباڈی'' ہے۔'' میں بری طرح کانپ رہا تھا جیسے سینکڑوں سوئیاں میرے جسم پر چبھوئی جا رہی ہیں۔

''اپنی سوچ کو سردی پر مرتکز دیجئے اور اس وقت تک ایسا کیجئے جب تک کپکپاہٹ ختم نہ ہو جائے۔ سردی کو اپنے خیال پر مسلط ہونے دیجئے اس کے سوا کوئی بات آنے نہ پائے یہاں تک کہ سردی ہی آپ کی ساتھی اور دوست بن جائے۔ اسے کنٹرول کرنے کی کوشش نہ کریں۔ سورج کا تو خیال ہی نہ کریں۔ اسی سے حالات اور بگڑ جائیں گے۔ آپ کے علم میں ہوگا کہ سردی کے علاوہ بھی کوئی اور شے یعنی گرمی ہے اس طرح سردی کو محسوس ہوگا کہ اس سے محبت نہیں ہے۔''

میرے پٹھے بری طرح سخت ہو رہے تھے۔ اس طرح جسم میں کچھ حرارت اور عضویات میں زندگی باقی تھی۔ مجھے ڈوس پر اس کے سکون، نرمی اور احکامات پر بھروسہ تھا اس لئے اس کی ہر بات مانتا جا رہا تھا۔ میں نے سوئیوں کو چبھنے دیا۔ پٹھوں کو اکڑنے دیا ، دانتوں کو بجنے دیا اور خود سے یہی کہتا رہا کہ لڑائی نہ کرو، سردی تمہاری دوست ہے۔ جسم نے کانپنا بند کر دیا تھا اور سختی آ گئی تھی۔ یہاں تک کہ اب وہ سن ہونے لگا تھا۔ میں نے بیٹھنا چاہا۔ میخائل نے مجھے تھام لیا اور ڈوس نے کہنا شروع کیا۔ اس کی آواز بہت دور سے آ رہی تھی۔ اتنی دور سے کہ جہاں یہ میدان، آسمان سے جا ملتا ہے۔

''خوش آمدید خانہ بدوش جو اس سرزمین کو پار کرتا ہے۔ اس مقام پر استقبال جہاں آسمان کو نیلا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ مٹیالہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ بادلوں کے اوپر یہی رنگ موجود ہے۔ ٹنگری کی سرزمین میں سواگت ہے۔ میرے لئے خوش آمدید اس لئے کہ یہاں آپ کے استقبال کے لئے موجود ہوں اور آپ کی تلاش کے لئے آپ کا احترام کرتا ہوں۔''

میخائل زمین پر بیٹھ گیا اور مجھے بیٹھنے کے لئے کوئی چیز دی جس سے خون میں گرمی پیدا ہو گئی۔ ڈوس نے کپڑے پہننے میں میری مدد کی اور پھر ہم لوگ ٹیلے سے نیچے اترتے ہوئے باتیں کرتے اور اپنے خیمے کی جانب بڑھنے لگے۔ وہاں پہنچ کر ڈوس اور میخائل

نے پکانا شروع کیا اور میں بے خبر سو گیا۔

''کیا ابھی روشنی نہیں ہوئی؟''

''کب کی روشنی ہو چکی ہے۔ ابھی ریتلی آندھی چل رہی ہے۔ آنکھیں بچانے کے لئے سیاہ عینک ڈال لیں۔''

''ڈوس کہاں ہے؟''

''وہ علماعطی واپس گیا ہے۔ کل شام کی تقریب سے وہ بہت متاثر ہوا ہے۔ اسے یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ آپ کے لئے تضیع اوقات اور نمونیا کے امکان کا ذریعہ تھا۔ مجھے امید ہے کہ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ اس نے اپنے طریقے سے یہاں آپ کا استقبال کیا ہے۔ اچھا یہ تیل لیں۔''

''میں بہت زیادہ دیر سو گیا۔''

''بس دو گھنٹہ کی مسافت ہے۔ سورج کے سر پر آنے سے قبل ہی ہم گاؤں پہنچ جائیں گے۔''

''میں غسل کرنا چاہتا ہوں۔ کپڑے بدلنا چاہتا ہوں۔''

''یہ ناممکن ہے۔ آپ اس علاقہ کے بیچو بیچ میں ہیں۔ فرائی پین میں تیل ڈالیں۔ پہلے اسے لیڈی کو پیش کریں۔ نمک کے علاوہ یہ ہماری سب سے زیادہ قیمتی ضروری شے ہے۔''

''ٹنگری کیا ہے؟''

''لفظی معنی ''آسمان کی پرستش'' ہے۔ یہ ایک ایسا مذہب ہے جو مذہب نہیں ہے۔ سب ہی مذہب کے لوگ ہندو، عیسائی، مسلم، بدھ دھرم کے ماننے والے اور مختلف فرقوں کے افراد اپنے عقیدوں اور توہمات کے ساتھ یہاں سے گذرتے ہیں۔ خانہ بدوش ہلاکت سے بچنے کے لئے تبدیلی مذہب کرتے رہے لیکن اس تصور پر ہمیشہ قائم رہے کہ خدا ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہے۔ آپ خدا کو نیچر سے الگ کر کے کتاب یا چار دیواری میں بند نہیں کر سکتے۔ میں خود اس علاقے میں واپس آ کر اتنا اچھا محسوس کر رہا ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ مجھے اپنے ساتھ یہاں

لائے۔''

''آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے ڈوس سے ملایا۔ کل تقریب میں مجھے احساس ہوا کہ وہ خاص خصوصیت کا مالک ہے۔''

''اس نے اپنے دادا سے تعلیم پائی ہے۔ دادا نے اپنے باپ سے، پھر باپ نے اپنے باپ سے حاصل کیا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔ تحریری زبان کی عدم موجودگی اور خانہ بدوش طرز زندگی کی وجہ سے انیسویں صدی کے آخر تک یہی ہوتا رہا۔ اور ایک ایسی روایت نے جنم لیا جسے ''ایکن'' کہتے ہیں۔ ''ایکن'' وہ شخص ہوتا ہے جو ساری کہانیاں یاد رکھتا ہے اور پھر زبانی طور پر دوسروں کے سپرد کرتا ہے۔ ڈوس بھی ''ایکن'' ہے۔ جب میں سیکھنے یا تعلیم کی بات کرتا ہوں تو مجھے یقین ہے کہ آپ اس کا مطلب ''معلومات اکٹھا کرنا'' نہیں لیں گے۔ ان کہانیوں کا تعلق تاریخوں، ناموں اور حقائق سے نہیں ہوتا ہے۔ یہ ہیرو، ہیروئنوں، جانوروں، جنگوں کے قصے ہوتے ہیں۔ انسانی کارنامہ ہی نہیں بلکہ بنیادی انسانی علامتوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یہ فاتح اور مفتوح کی داستان نہیں ہوتی ہے بلکہ ان انسانوں کا ذکر ہوتا ہے جو دنیا کی سیر و سیاحت کرتے ہیں اور لق و دق میدانی اور صحرائی علاقوں سے گزرتے ہیں اور اپنے محبت کی قوت کو سرایت کرتے ہیں۔ تیل آہستہ آہستہ ڈالو ورنہ یہ اڑنے لگے گا۔''

''میں بہت اچھا محسوس کررہا ہوں۔''

''مجھے بھی اچھا لگ رہا ہے کل میں اپنی ماں سے ملنے علا عطی گیا تھا۔ ماں نے پوچھا میں اچھا ہوں اور پیسے کما رہا ہوں۔ میں نے جھوٹ سے کام لیا۔ اور بتایا کہ میں ٹھیک ہوں اور پیرس میں کامیاب تھیٹر پروڈکشن کررہا ہوں۔ میں آج اپنے لوگوں میں جارہا ہوں۔ ایسا لگتا ہے کہ میں کل ہی انہیں چھوڑا تھا اور جو وقت بھی میں نے باہر گذارا ہے میں نے کوئی اہم کام سر انجام نہیں دیا ہے۔ میں نے گداگروں سے باتیں کیں۔ مخصوص فرقے کے ساتھ سڑکوں پر پھرتا رہا۔ ریسٹوران میں میٹنگوں کا اہتمام کیا۔ میں نے کیا حاصل کیا؟ کچھ بھی نہیں۔ میں ڈوس کی مانند نہیں ہوں جس نے اپنے دادا سے علم حاصل کیا۔ میرے پاس صرف سچ کی موجودگی ہے جو رہنمائی کرتی ہے۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ شاید یہ میرا ذہنی خلل ہے یا پھر مرگی کے دورے کا اثر اور اس سے زیادہ

کچھ نہیں۔''

''ایک منٹ قبل آپ نے یہاں لانے پر میرا شکریہ ادا کیا تھا۔ لیکن اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آ کر آپ کو دکھ ہوا۔ اپنے دماغ سے صحیح کام لیں اور ٹھیک ٹھیک بتائیں کہ آپ کیا محسوس کر رہے ہیں۔''

''ایک ہی وقت میں میرے دو طرح کے احساسات ہیں۔ میں فیصلہ نہیں کر پاتا۔ میں اپنے اندر کے مخالف اور متضاد جذبات کے درمیان آنا جانا کر سکتا ہوں۔''

''میخائل میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جب سے میں آپ سے ملا ہوں مجھے بھی بہت سے تضادات کے درمیان سفر کرنا پڑا ہے آغاز نفرت سے ہوا۔ بعد میں قبول کر لیا اور جیسے جیسے آپ کے راستے پر چلا تعلقات احترام میں بدل گئے۔ آپ اب بھی نوجوان ہیں اور ناتوانی کا جو احساس آپ کے اندر ہے وہ بالکل نارمل ہے۔ مجھے یا تو معلوم نہیں کہ آپ کے کام سے کتنے لوگ متاثر ہوئے ہیں لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آپ نے میری زندگی بدل دی ہے۔''

''آپ صرف اپنی بیوی کی تلاش سے دلچسپی رکھتے ہیں؟''

''میں اب بھی رکھتا ہوں لیکن میں نے اسی وجہ سے صرف قزاقستان کے میدانی علاقہ کا دورہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ سے مجھے اپنی گذری ہوئی زندگی کا سفر طے کرنا پڑا ہے۔ میں نے دیکھا میں کہاں غلط تھا۔ میں کہاں رہ گیا۔ مجھے وہ لمحہ بھی دیکھنا پڑا جب ایستھر کو کھو دیا اور وہ لمحہ بھی جب ''ہار مان لی'' والی کیفیت طاری ہوئی۔ میرے تجربات میں وہ ساری باتیں بھی آئیں جن کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اور یہ سب آپ ہی کی بدولت ہوا۔ اس کا آپ کو احساس بھی نہیں ہوگا۔ کیا آپ کو ایک اور بات بھی معلوم ہے؟ میں یہ یقین کرتا ہوں کہ آپ کو آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ آپ نے بچے کا جلوہ بھی دیکھا ہے جب آپ خود بچے تھے۔ میں بہت سی باتوں پر یقین رکھتا تھا اور اب میں اس سے زیادہ باتوں پر یقین کرتا ہوں۔''

''آپ وہ آدمی نہیں ہیں جن سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔''

''نہیں، میں وہ نہیں۔ توقع ہے کہ ایستھر مجھے دیکھ کر خوش ہوگی۔''

''کیا واقعی ایسا ہے؟''

''بے شک۔''

''یہی باتیں تو اصل باتیں ہیں۔ آئیں کچھ کھانے کھالیں۔ آندھی تھم جائے تو چل پڑیں گے۔''

''چلیں۔ آندھی کا سامنا کریں۔''

''اگر آپ چاہیں تو سامنا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ آندھی کوئی علامت / نشانی نہیں ہے۔ یہ بحیرہ ارل کی تباہی کا ایک نتیجہ ہے۔''

ہوا کی رفتار دھیمی اور گھوڑوں کی رفتار تیز ہونے لگی تھی۔ ہم جیسے ہی ایک وادی میں داخل ہوئے پورا منظر نامہ بدل گیا۔ یہ محدود افق کی بجائے لمبی اور ننگی چوٹیاں سامنے آئیں۔ میں نے دائیں جانب ایک جھاڑی میں بہت سے رنگین فیتے پڑے دیکھے۔

''یہی وہ جگہ ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں آپ نے دیکھا تھا۔۔۔''

''نہیں۔ میرا درخت تباہ کردیا گیا۔''

''تو پھر یہ کیا ہے؟''

''یہاں بہت ہی اہم کوئی بات واقع ہوئی ہوگی۔''

وہ گھوڑے سے اتر کر اپنی زین کھولا اور ایک چاقو نکالا اور اپنی آستین کا ایک ٹکڑا پودے کی ایک شاخ سے باندھ دیا۔ اس کی آنکھوں کی چمک بدل گئی۔ اس کے اندر ہوسکتا ہے کہ بچے کی موجودگی کا احساس جاگ گیا ہوگا۔ میں نے اس سے کچھ نہ کہا۔

میں نے بھی اس کی کاروائی کو دہرایا۔ حفاظت اور مدد کی دعا کی۔ میں نے بھی اپنے پاس کسی کو موجود پایا۔ میرا اپنا خواب اس عورت کے لئے اتنا لمبا سفر جو میری محبت ہے۔ ہم دوبارہ سوار ہوئے۔ نہ اس نے بتایا کہ کیا دعا مانگی اور نہ ہی میں نے پانچ منٹ کے بعد سفید مکانات والا ایک گاؤں ہمارے سامنے تھا۔ وہاں ایک آدمی ہمارا انتظار کررہا تھا۔ وہ میخائل کے قریب آیا اور روسی زبان میں کچھ کہا۔ کچھ دیر باتیں ہوئیں پھر وہ چلا گیا۔ ''وہ کیا چاہتا تھا؟'' میں نے پوچھ لیا۔

''وہ اپنی بیٹی کے علاج کے لئے مجھے اپنے گھر لے جانا چاہتا تھا۔ نینا نے خبر دے دی ہوگی۔ اس بوڑھے آدمی کو ابھی تک میرا خواب یاد ہے۔''

وہ ایک غیر یقینی سی کیفیت میں مبتلا نظر آیا۔ آس پاس کوئی نظر نہیں آیا۔ شاید اس وقت ہر ایک اپنے کام میں مصروف ہوگا یا کھانا کھا رہا ہوگا۔ ہم بڑے راستے سے گزر رہے تھے جو باغات سے گھری ایک سفید عمارت کو جاتا تھا۔

''میخائل، آج صبح جو میں نے کہا۔ اسے یاد رکھنا۔ آپ بھلے سے مرگی کے وہ مریض ہوں گے جس نے تشخیص کو تسلیم نہیں کیا اور جس نے اپنے لاشعور میں اپنے گرد ایک کہانی ترتیب دے رکھی ہے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے سامنے ایک مشن ہو کہ لوگوں کو بتائیں کہ وہ ذاتی تاریخ بھول جائیں اور خود کو ایسی پاک وصاف محبت کے لئے تیار کریں جیسا کہ خدا ہے۔''

''میں نے آپ کی بات نہیں سمجھی۔ ان تمام مہینوں میں جب سے ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ آپ نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہمیشہ ایستھر ہی موضوع رہا۔ لیکن آج صبح ہی سے آپ کو سوائے میرے اور کسی کی کوئی فکر نہیں ہے۔ شاید یہ ڈوس کی کل رات کی تقریب والی کاروائی کا اثر ہو۔''

''ہاں۔ مجھے اس کا پورا یقین ہو چلا ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ میں ڈرا ڈرا ہوں۔ میں اگلے چند منٹوں میں ہونے والے واقعہ کو سوچنا نہیں چاہتا ہوں۔ آج میں روئے زمین پر سب سے زیادہ خوش نصیب آدمی ہوں۔ اس لئے کہ اپنی منزل کے قریب ہوں اور ڈرا ہوا ہوں کہ کیا ہونے والا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کروں، خدا کیسے دکھاؤں کہ میں ایک اچھا آدمی ہوں اور اس کی رحمت کا حقدار ہوں جس کے لئے میں نے اتنی طویل اور سخت جدوجہد کی ہے۔''

میخائل گھوڑے سے اتر گیا اور مجھے بھی اترنے کے لئے کہا۔ ''میں اس آدمی کے گھر جا رہا ہوں جس کی بیٹی بیمار ہے۔ جب آپ ایستھر سے گفتگو کریں گے اس وقت میں آپ کے گھوڑے کا خیال رکھوں گا۔''

اس نے ایک چھوٹی سفید عمارت کی جانب اشارہ کیا جو درختوں کے بیچ میں تھی۔ ''وہاں۔''

میں نے خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی۔ ''وہ کرتی کیا ہے؟''

''میں نے جیسے پہلے بتایا تھا وہ قالین بنانا سیکھ رہی ہیں اور بدلے میں

زبان سکھارہی ہیں۔ قالین بنانا سادہ سا لگتا ہے۔ لیکن درحقیقت بہت پے چیدہ ہوتا ہے۔ ٹھیک اس علاقہ کی طرح۔ رنگ ان پودوں سے آتا ہے جنہیں ٹھیک وقت پر چننا ہوتا ہے۔

اون کو زمین پر پھیلا دیا جاتا ہے۔ اس پر گرم پانی ڈالا جاتا ہے۔ پھر بھیگے ہوئے اون سے دھاگے بنائے جاتے ہیں اور پھر بہت دنوں کے بعد جب سورج کی تمازت دھاگوں کو خشک کردیتی ہے تو بننا شروع کیا جاتا ہے۔ آخری کشیدہ کاری بچے کرتے ہیں اس لئے کہ بڑے ہاتھوں سے اس قدر باریک کام ممکن نہیں ہوتا ہے۔"

وہ رک جاتا ہے۔ "بچوں کا کھیل والا مذاق نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی روایت ہے جو احترام کا مستحق ہے۔"

"وہ کیسی ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ میں نے تقریباً دو ماہ سے ان سے کوئی بات نہیں کی۔"

"میخائل یہ قالین نشان ہیں۔"

"قالین؟"

"آپ یاد ہے کہ کل جب ڈوس نے مجھے نام چننے کے لئے کہا تھا تو میں نے ایک بہادر سپاہی کی کہانی سنائی تھی جو اپنی محبوبہ کی تلاش میں ایک جزیرہ کو واپس آتا ہے؟ اس جزیرہ کا نام اتھاکا اور اس محبوبہ کا نام پینی لوپی تھا۔ آپ کے خیال سے یولی سیس نے جب اسے چھوڑا ہوگا اس وقت سے پینی لوپی کیا کررہی ہوگی؟ بنائی! وہ اپنے سسر کے لئے شال بن رہی تھی۔ اس طرح وہ اپنے دوسرے امیدواروں کو دور رکھ رہی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ جب شال مکمل ہوگا تو وہ شادی کرے گی۔ رات وہ بنائی ادھیڑ دیتی اور صبح سے دوبارہ بنائی شروع کردیتی اور یولی سیس کے خواب میں مگن رہتی۔ جب انتظار کرتے کرتے تھک گئی تو اس کا خواب اس کے پاس آ گیا۔"

"فرق اتنا ہے کہ اس گاؤں کا نام اتھاکا نہیں ہے اور ایستھر کا نام پینی لوپی نہیں ہے۔"

میخائل اس کہانی کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر تھا۔ اور میں نے بھی وضاحت نہیں کی یہ ایک محض مثال ہے۔

میں نے اپنے گھوڑے کی باگ اس کے ہاتھ میں دے دی اور سو میٹر کا وہ فاصلہ پیدل طے کیا جس نے مجھے اپنی بیوی بلکہ میرے جنون (ظاہر) سے اس وقت دور رکھا ہوا تھا۔

میں عجیب گندا سا ہو رہا تھا۔ میرے کپڑے اور چہرے پر ریت کے ذرات بھرے ہوئے تھے۔ سردی کے باوجود میرا بدن پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ میں اپنی ظاہری وضع قطع سے پریشان تھا۔ حالانکہ یہ انتہائی سطحی کی اہمیت کی شے ہوتی ہے۔ گویا میں نے اپنے ذاتی اتھاکا کا اتنا لمبا سفر اسی لئے طے کیا تھا کہ میں خود کو نئے اور خوش نما لباس میں پیش کروں۔ سو میٹر کے درمیان کے راستہ میں پیدل چلتا ہوا میں نے کوشش کی کہ ان تمام اہم باتوں کا احاطہ کیا جائے جو اس کی غیر حاضری کے دوران پیش آئی تھیں۔ کیا یہ اس کے لئے میری غیر حاضری نہیں تھی؟

ملاقات کے وقت مجھے کیا کہنا چاہئے؟ میں سوچ رہا تھا اور میرے سامنے اس طرح کے فقرے آتے رہے۔ اس وقت کے لئے میں نے بہت انتظار کیا، میں غلطی پر تھا، میں یہاں یہ کہنے کے لئے آیا ہوں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں یا تم پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ آخر کار میں نے فیصلہ کیا کہ میں صرف ''ھیلو'' کہوں گا جیسے وہ گئی ہی نہیں تھی، جیسے ہم ایک ہی دن کے بعد ملے ہیں۔ دو سال نو مہینے، گیارہ دن اور گیارہ گھنٹے بعد نہیں ملے ہیں۔

اسے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ان مقامات کے سفر کے بعد میں بدل گیا۔ جن مقامات سے وہ گزری ہے۔ جن کا مجھے کوئی گلہ نہیں تھا اور جن سے مجھے کبھی دلچسپی نہ رہی تھی۔ میں نے گداگر کے ہاتھ میں پیرس کے ریسٹوران میں لوگوں کے ہاتھوں میں، مصور اور ڈاکٹر کے ہاتھوں میں اور اس نوجوان کے ہاتھ میں خون آلود کپڑے کا ٹکڑا دیکھا ہے جو بچے کی موجودگی اور آواز کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے اس کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس عورت کو جاننا پڑا ہے جس سے میں شادی کی تھی اور مجھے اپنی زندگی کے معنی سے از سر نو واقفیت حاصل کرنی پڑی جس کی وجہ سے بہت ساری تبدیلیوں سے گزرنا پڑا اور اب پھر گزرنا ہے۔

شادی کے اتنے برسوں کے باوجود میں نے درحقیقت اپنی بیوی کو نہیں جانا۔ میں نے ایک ''داستان محبت'' تخلیق کی تھی جو فلموں، کتابوں، رسالوں اور ٹی وی میں پڑھی اور دیکھی جاتی ہے۔ میری داستان میں محبت ایک خاص مقام تک پہنچتی ہے۔ اور اس کے بعد اسے جاری اور ساری رکھا جاتا ہے۔ جیسے ایک پودے کو زندہ رکھنے کے لئے اسے بار بار پانی دیا جاتا ہے اور اس سے مردہ پتے ہٹائے جاتے ہیں۔ بالالفاظ دیگر محبت کو ملائمت، تحفظ، عزت نفس، آرام اور کامیابی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ محبت کے لئے یہ فقرے بھی استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ جب آپ گھر آتے ہیں تو بہت خوشی محسوس ہوتی ہے۔ محبت محض ایک مسکان بھی ہوسکتی ہے۔

لیکن صورت حال میری سوچ سے بھی زیادہ پیچیدہ ہوتی تھی۔ میں ایستھر سے جنوں کی حد تک محبت کرتا ہوتا۔ بس ایک سڑک پار کرنے کے بعد میں کسی اور جال میں پھنس جاتا اور پھر کسی اور مہم جوئی میں لگ جاتا۔ اس وقت خیال آتا میں اب اس سے محبت نہیں کرتا ہوں۔ اور پھر جب محبت اپنی پوری شدت کے ساتھ عود کر آتی تو میں شک میں پڑ جاتا اور اپنے آپ سے کہتا۔ ''میں ضرور اس کا عادی ہوگیا ہوں۔''

شاید ایستھر کے خیالات بھی یہی رہے ہوں۔ ''احمق نہ بنو ہم لوگ خوش ہیں اور باقی زندگی خوشی خوشی گزار سکتے ہیں۔'' آخر وہ بھی تو وہی کہانیاں، فلمیں اور ٹی وی سیریز پڑھتی اور دیکھتی رہی ہوگی۔ اگر وہ ہر صبح یہی کہتی کہ وہ اپنی زندگی سے خوش ہے تو بلاشبہ صرف اس کو اس کا بات کا یقین نہیں ہوتا بلکہ اس کے آس پاس کے سب لوگوں کو یہ یقین کرنا پڑتا۔

بہرحال اس کے خیالات مختلف تھے۔ اس نے مختلف انداز اختیار کیا۔ اس نے مجھے دکھانے کی کوشش کی لیکن میں ہی دیکھ نہ سکا۔ اسے کھو دینا پڑا اس لئے کہ کھوئی ہوئی چیز کے دوبارہ ملنے کا مزہ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ شہد کی مٹھاس سے بھی زیادہ۔ اب میں وہاں تھا ایک پتلے، ٹھنڈے اور خاموش راستے پر چل رہا تھا صرف اس کی وجہ سے۔ وہ پہلا اور اہم ترین دھاگہ جس نے ہمیں باندھ رکھا تھا۔ ''محبت کی ساری داستانیں ایک سی ہوتی ہیں۔'' اس وقت ٹوٹا تھا جب موٹر بائیک والا حادثہ ہوا تھا۔

ہسپتال میں محبت نے مجھ سے کہا تھا۔ ''میں سب کچھ ہوں اور میں کچھ بھی نہیں

ہوں، میں چلتی ہوئی ہوا ہوں۔ میں ان دریچوں اور دروازوں میں داخل نہیں ہوسکتی جو بند ہوں۔ اور میں نے محبت سے کہا۔ ''میں تو تمہارے لئے کھلا ہوں۔'' اور محبت نے مجھ سے کہا۔ ''چلتی ہوئی ہوا ٹھہری ہوئی ہوا سے بنتی ہے۔ تمہارے گھر کے اندر ٹھہری ہوئی ہوا ہے۔ ہر چیز بند ہے تمہارے فرنیچر دھول سے اٹ جائیں گے، نمی پینٹنگ کو بگاڑ دے گی اور دیواروں کو داغدار کر دے گی۔ تمہاری سانسیں چلتی رہینگی لیکن میرا ایک حصہ محسوس کرو گے۔ نہیں۔ میرا حصہ کیسا، میں تو سب کچھ ہوں۔ تم مجھے کبھی نہ جان سکو گے۔''

میں نے دیکھا کہ فرنیچر دھول سے اٹ گئے ہیں۔ پینٹنگ نمی سے بگڑ گئے ہیں۔ میرے پاس دریچے اور دروازے کھول دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ جب میں نے کھول دیا تو چلتی ہوا ساری چیزیں اڑا لے گئی۔ میں اپنی یادوں کو ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ میں نے جن چیزوں کے لئے اپنے خیال کے مطابق سخت کی تھی انہیں محفوظ رکھنا چاہتا تھا ۔لیکن ساری چیزیں غائب ہوگئی تھیں اور میں قزاقستان کے اس میدانی علاقے کی طرح خالی خالی تھا۔

خالی خالی۔ میری سمجھ میں اب آیا کہ ایستھر نے یہاں آنے کا فیصلہ کیوں کیا تھا۔ یہ بات عیاں تھی کہ ہر چیز خالی خالی تھی اور چلتی ہوا اپنے جلو میں بے شمار چیزیں لے آئی۔ آوازیں جو میں نے پہلے نہیں سنی تھیں، لوگ جن سے میں نے کبھی باتیں نہیں کی تھیں۔ میرے اندر پھر پہلے والا جوش اور ولولہ پیدا ہوا کیونکہ میں اپنی ذاتی تاریخ سے آزاد تھا۔ میں نے ہار مان لی'' والی کیفیت کو ختم کر دیا تھا اور دریافت کرلیا تھا کہ میں دوسروں کو دعائیں دینے کے قابل ہوں ٹھیک اس طرح جس طرح خانہ بدوش اور سنت اپنے ساتھیوں کو دعائیں دیتے ہیں۔ میں نے دریافت کرلای تھا کہ میں خود کو اس کے لئے جتنا قابل سمجھتا ہوں میں اصل میں اس سے بھی زیادہ صلاحیت رکھتا ہوں۔ عمر صرف ان ہی لوگوں کو کمزور کرتی ہے جو اپنی رفتار قائم رکھنے کی ہمت نہیں رکھتے۔

ایک دن ایک عورت کی وجہ سے اپنے خواب کے حصول کے لئے ایک لمبے یاترا کو جانا پڑا تھا۔ بہت برسوں کے بعد اسی عورت نے پھر اسی لمبے سفر پر لگایا۔ اس بار اس آدمی کو پانے کے لئے جو راستے میں کھو گیا تھا۔ میں اب اہم باتیں نہیں سوچتا ہوں۔

گنگنانے لگتا ہوں۔ تعجب نہیں ہو رہا کہ یہاں کاریں کھڑی نہیں ہیں۔ احساس ہو رہا ہے کہ جوتے رگڑ رہے ہیں اور دستی گھڑی یوروپی وقت دکھا رہی ہے۔

اور یہ سب کچھ بس ایک عورت کے لئے۔ جو میری بیوی ہے، میری گائیڈ اور میری زندگی کی محبت، جو محض چند قدموں کے فاصلے پر اور جس کے لئے میں نے کسی رکاوٹ کی پرواہ نہیں کی اور جس کا سامنا کرتے ہوئے اب مجھے ڈر سا لگ رہا ہے۔

میں گھر کے سامنے والی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا اور سگریٹ پینے لگا۔ میں نے فرانس واپس جانے کے متعلق سوچا۔ میں تو اپنی منزل پر تھا پھر جانے کیا بات تھی۔ میں اٹھا۔ میرے پاؤں کانپنے لگے۔ میں نے اپنے لباس اور اپنے چہرے سے جہاں تک ہو سکا ریت کے ذرات جھاڑے اور پھر میرا ہاتھ دروازے کے ہینڈل تک گیا اور میں اندر چلا گیا۔

اگر چہ میں جانتا ہوں کہ میں اس عورت کو ہمیشہ کے لئے کھو دے سکتا ہوں جس سے میں محبت کرتا ہوں پھر بھی مجھے خدا کی ان حمایتوں سے بہرہ مند ہونا چاہئے جو اس نے آج مجھ پر کی ہوئی ہیں۔ اس کے لطف و کرم کا ذخیرہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ایسا کوئی بنک نہیں کہ جس میں اسے ڈپازٹ کیا جا سکے کہ بوقت ضرورت نکال لیا جائے۔ اگر اس کی کرم فرمائیوں سے پوری طرح مستفید نہیں ہوں گا تو پھر میں ہمیشہ کے لئے ان سے محروم ہو جاؤں گا۔

خدا جانتا ہے کہ ہم سب زندگی کے فنکار ہیں۔ ایک دن وہ مجسمہ سازی کے لئے ہتھوڑا دیتا ہے۔ دوسرے دن مصوری کے لئے رنگ اور برش عنایت کرتا اور لکھنے کے لئے پینسل اور کاغذ مہیا کرتا ہے۔ آپ ہتھوڑے سے تصویریں نہیں بنا سکتے ہیں اور نہ ہی رنگ اور برش سے مجسمے۔ لہٰذا جتنی بھی مشکلات درپیش ہیں مجھے آج اس کی چھوٹی سے چھوٹی عنایتوں کو تسلیم کرنا چاہئے۔ خواہ اس میں میرے دکھ کی بددعا ہی کیوں نہ شامل ہو۔ آج کا دن خوشگوار ہے۔ سورج چمک رہا ہے۔ سڑک پر لڑکے گیت گا رہے ہیں۔ اس ایک طریقے سے میں اپنے دکھوں کو بھلا سکتا ہوں اور اپنی زندگی دوبارہ تعمیر کر سکتا ہوں۔

کمرہ روشن ہورہا تھا۔ جب میں داخل ہوا تو اس نے نظر اٹھا کر کر دیکھا۔ وہ مسکرائی۔ پھر....A Time پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔عورتیں اور بچے فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس تھے۔ جب بھی ایستھر پڑھتے پڑھتے رکتی وہ سب الفاظ کو دہراتے اور دھیان اپنے کام پر رکھتے۔

مجھے گلے میں ایک پھانس سی محسوس ہوئی۔ میں خود کو رونے سے روک رہا تھا۔ پھر میں احساسات سے عاری ہوگیا۔ میں منظر دیکھنے میں کھو گیا۔ اس کی زبان سے اپنے الفاظ سننے لگا۔لوگ اپنے کاموں میں محو تھے۔اور ماحول رنگ ونور سے پر تھا۔

کسی ایرانی دانشمند نے کہا تھا۔''محبت ایک ایسا مرض ہے جس سے کوئی چھٹکارا نہیں چاہتا ہے۔جن کو یہ لگ جاتا ہے وہ اچھا ہونا نہیں مانگتے اور جو اس کو جھیلتے ہیں وہ شفا پانا نہیں چاہتے ہیں۔''

ایستھر نے کتاب بند کردی۔عورتوں اور بچوں نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔

''میں ابھی ابھی آئے ہوئے دوست کے ساتھ ذرا سیر کو جارہی ہوں۔'' اس نے عورتوں اور بچوں سے کہا۔''پڑھائی ختم ہوتی ہے۔''

ان لوگوں نے ہنس کر اور جھک کر آداب کیا۔ وہ میرے پاس آئی اور میرے گال کو بوسہ دیا۔ باہوں میں باہیں ڈالے ہم باہر آگئے۔

''ھیلو۔'' میں نے کہا۔''میں تمہارے انتظار میں تھی۔'' وہ بولی۔

میں نے اسے گلے سے لگالیا اور اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ کر رونے لگا۔ اس نے میرے سر کو سہلایا اور جیسے ہی اس نے چھونا شروع کیا مجھے احساس ہوا کہ میں نے اسے سمجھا کیوں نہیں۔ میں وہ کچھ ماننے لگا جو میں نے مانا نہیں تھا۔

''میں نے بہت زمانہ تک طرح طرح سے تمہارا انتظار کیا۔'' میرے آنسو نکلتے دیکھ کر اس نے کہا۔''ایک ایسی پریشان حال اور مایوس بیوی کی طرح جو یہ جانتی تھی کہ اس کے شوہر نے کبھی اسے نہیں سمجھا اور وہ کبھی نہیں سمجھے گا۔ لہٰذا اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ ہر بحرانی حالت میں بذریعہ طیارہ سیر کو نکل جائے اور پھر واپس آئے۔۔۔''

''ہوا رک سی گئی تھی۔ جو کچھ وہ کہہ رہی تھی، درخت سن رہے تھے۔

''میں نے اسی طرح انتظار کیا جیسے پینی لوپی نے یولی سیس کے لئے کیا تھا۔ جیسے رومیو نے جولیٹ کے لئے اور جیسے بیٹرائس نے دانتے کے لئے کیا تھا۔ یہ خالی خالی لق و دق میدانی علاقہ تمہاری یادوں سے بھرا ہوا ہے۔ ان وقتوں کی یادوں سے جو ہم نے ساتھ تو گزارے تھے، ان ممالک کی یادوں سے جہاں ہم دونوں گئے تھے۔ ان تمام مسرتوں اور جھگڑوں کی یادوں سے جو ہمارے درمیان واقع ہوئے تھے۔ پھر میں نے پیچھے چھوڑے ہوئے اپنے نقش پا کو دیکھا کئے اور تمہیں نہیں دیکھ سکی۔''

''میں نے بڑے دکھ جھیلے۔ میں ایسی راہ پر چل پڑی جس میں واپسی ممکن نہیں تھی۔ صرف آگے ہی آگے بڑھتے رہنا پڑتا ہے۔ میں اس خانہ بدوش کے پاس گئی جس سے میں پہلے مل چکی تھی۔ اس سے میں نے ذاتی تاریخ بھلا دینے کی تعلیم حاصل کی اور اس محبت سے وابستہ کرانے کے لئے کہا جو ہر جگہ موجود ہے۔ میں نے وہیں ''ٹنگری'' کی روایت سیکھی۔ ایک دن میں کسی اور آنکھوں میں بھی وہ محبت دیکھی۔ یہ آنکھیں اسی مصور ڈوس کی تھیں۔''

میں نے کچھ نہ کہا۔

''مجھے اس پر بھی دکھوں سے نجات نہیں ملی۔ مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ دوبارہ محبت ممکن ہے۔ اس نے کچھ نہ کہا۔ اس نے مجھے روسی زبان میں بولنا سکھا دیا۔ اور کہا کہ اس علاقے پر لوگ آسمان کے لئے لفظ ''نیلا'' استعمال کرتے ہیں جبکہ یہ مٹیالا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ بادلوں کے اوپر آسمان ہمیشہ نیلا ہوتا ہے۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بادلوں کی سیر میں مدد کی۔ اس نے بتایا کہ میں اسے محبت کرنے کی بجائے خود سے محبت کروں۔ اس نے دکھایا کہ میرا دل میری خدمت کے لئے دھڑکتا ہے۔ خدا کے لئے دھڑکتا ہے کسی اور کے لئے نہیں۔''

''اس نے کہا تھا کہ میرا ماضی ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا لیکن جتنا میں اپنے آپ کو اس سے آزاد کراؤں گی اتنا ہی معلوم ہوگا کہ حال خالی خالی ایک وسیع میدان ہے۔ جہاں جس قدر محبت اور خوشی بھرنا چاہیں بھر سکتے ہیں۔ اور آخر میں اس نے وضاحت کی کہ اذیت اس وقت ہوتی ہے جب ہم دوسروں سے اتنی محبت کی توقع کرتے ہیں جتنی

کہ ہماری اپنی خواہش ہوتی ہے اور یہ نہیں چاہتے ہیں کہ جبلت خود آشکار ہوتی رہے۔ آزادی کے ساتھ اور کسی رکاوٹ کے بغیر اور اپنی پوری قوت کے ساتھ ہماری رہنمائی کرے۔''

میں نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔''کیا تم اس سے محبت کرتی ہو؟''

''میں نے محبت کی تھی۔''

''کیا اب بھی محبت کرتی ہو؟''

''تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر میں کسی اور سے محبت کرتی اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم آنے والے ہو تو کیا میں اب بھی یہاں بیٹھی ہوتی؟''

''نہیں۔ میرا خیال ہے کہ صبح سے ہی دروازہ کھل جانے کے انتظار میں تھی۔''

''پھر ایسے احمقانہ سوال کیوں کرتے ہو؟''

عدم تحفظ کی وجہ سے۔ میں نے سوچا۔ لیکن بڑی خوشی ہوئی کہ اس کی محبت دوبارہ ملی۔

''میں حمل سے ہوں۔''

چند ثانیہ کے لئے میرے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک گئی۔

''ڈوس کی جانب سے؟''

''نہیں، یہ کوئی اور ہے جو کچھ دیر یہاں ٹھہرا تھا پھر چلا گیا۔''

میں ہنس پڑا حالانکہ میرا دل چور چور ہو رہا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ اس ایک گھوڑے والے شہر میں اور کچھ کرنے کو کچھ نہیں ہے۔''

''ایک گھوڑے والے شہر میں مشکل ہی سے کچھ کرنا رہ جاتا ہے۔'' وہ ہنس پڑی۔

''میرا خیال ہے کہ اب تمہیں پیرس آ جانا چاہئے۔ تمہارے اخبار والے کا فون آتا رہتا ہے کہ تم کہاں ہو۔ وہ افغانستان سے نیٹو کے متعلق رپورٹ چاہتے ہیں۔ جواب تمہیں نفی میں دینا ہے۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ تم امید سے ہو۔ تم نہیں چاہو گی کہ بچے پر جنگ کے سارے منفی اثرات مرتب ہوں۔''

''بچہ؟ تمہارا خیال ہے کہ بچہ مجھے کام کرنے سے روک رکھے گا۔ مزید یہ کہ تم پریشان کیوں ہو۔ تم نے تو کوئی حصہ نہیں ادا کیا ہے۔''

''میں نے کوئی حصہ ادا نہیں کیا؟ کیا میں شکریہ کا مستحق نہیں کہ تم یہاں ہو؟ یا اس کی کوئی اہمیت نہیں؟''

اس نے اپنے سفید لباس کی جیب سے خون آلود کپڑے کا ایک ٹکڑا نکالا اور مجھے دیا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

''یہ تمہارے لئے ہے۔ مجھے ہماری تو تو میں میں سے یاد آ گیا۔''

ذرا دیر بعد اس نے مزید کہا۔ ''میخائل سے کہو کہ دوسرا گھوڑا لائے۔''

میں نے اپنے ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھے اور دعائیں دیں جیسے میرے لئے دعائیں کی گئی تھیں۔

ختم شد